اس کتاب کو مین اپنے مکرم مولوی حمید الدین صاحب بی اے
پروفیسر عربی میور سنٹرل کالج الہ آباد کی خدمت مین اس خلوص و محبت کے شکرانہ
مین نذر کرتا ہون جو مولوی صاحب موصوف کو میری ذات سے ہے ع

گر قبول اُفتد زہے عز و شرف

خاکسار
محمد معشوق حسین خان

حیدرآباد دکن
۲۲ صفر ۱۳۳۱ھ
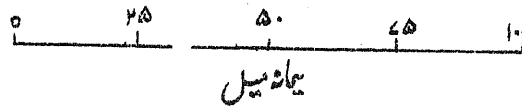
سوریا و فلسطین
رزمگاہ
سلطان صلاح الدین
(من ابتداے ۱۱۸۷ء لغایت ۱۱۹۲ء)
صحراے سوریا
۰ ۲۵ ۵۰ ۷۵ ۱۰۰
پیمانہ میل
Edessa.
Turbessel.
Aleppo
Tulupa:
Ravendal.
Hazert.
Harene.
Cerep.
Saone.
Apamea.
Mont Ferrand.
Arka.
Mount Pelerin
River Jordon.
Emesa.
Palmyra.
Lebanon.
River Litany.
Antilibanus.
Damascus.
Belfort.
Belinas.
Chateau Neuf.
Toron.
Tiberias.
Belvoir.
Pyramis.
Sarus.
Mont Real.
Crak.
Dead Sea.
Betenoble.
Jerusalem.
Ibelin Hospital.
St George.
Mirabel.
Neopolis.
Toron Militum. التترون
Ibelin. یونبا
Jaffe. یافا
Rochetaille. نہرالذالق
Caesarea. قیساریہ
Acre. عکہ
Montfort. القرین
Scandalion. اسکندرونہ
Tyre or Tyrus. صور
Sidon. صیدا
Gibelet. جبیل
Tripolis. طرابلس
Crac des Chivaliers.
Antartus (Tortosa.)
Margat. مرقاب
Valenie. بلونیاس
Laodicea. لاذقیہ
Terrapessac. دربساق

محاربات صلیب

فہرست مضامین

باب اول

باب دوم

باب سوم

محاربین کا سفر۔ شہنشاہ یونان کی حکمت عملی۔ اُسکا برتاؤ ہیوغ اعظم اور گاڈفری وغیرہ کے ساتھ اُنکے قیام قسطنطنیہ کا اثر۔ محاربین صلیب ایشیا کے میدانون مین۔ محاصرۂ نکائیہ (نائیس) تسخیر شہر۔ جنگ دوری لیوم۔ محاصرہ انطاکیہ۔ مکر کے ساتھ تسخیر کرنا۔ محاربین صلیب جو انطاکیہ مین تھے خود محصور ہوگئے۔ مصائب۔ برچھے کے عقائد باطلہ۔ ترکون سے مقابلہ۔ تسخیح محاربین صلیب۔ یروشلیم کی جانب پیش قدمی۔ نظارۂ شہر۔ ناکامیاب حملہ۔ محاصرہ یروشلیم۔ مذہبی جلوس۔ فتح شہر۔ محاربین صلیب کے مظالم اور بے رحمیان۔ انکی عبادت۔

باب چہارم

سلطنت یروشلیم (۱۰۹۹ء لغایت ۱۱۴۵ء)

اسکے حدود۔ انتخاب گاڈفری براے سلطنت۔ جنگ عسقلان۔ نظام سلطنت لاطینی۔ فوجی مراتب۔ ہاسپٹلر۔ اُنکی حقیقت۔ لباس۔ فوجی قابلیت۔ حکومت۔ مراسم۔ شہرت ٹمپلر۔ اُنکی حقیقت۔ مکانات۔ عادات۔ حکومت۔ مراتب فوجی کا انجام۔ حالات کلیسائی گاڈفری کے خصوصیات طبع وطرز عمل۔ بطریقون کی حرص وغارت گری۔ اُنکی نزاعات جنگ مابعد۔ سپہ سالار اور اُنکے پیرو۔ نتیجہ۔ سلاطین لاطینی۔ فتح اڈیسہ۔

باب پنجم

حرب دوم وسوم (۱۱۴۵ء لغایت ۱۱۹۲ء)

حرب ثانی۔ فتح اڈیسہ پر جوش۔ لوئی ہفتم کا سلطنت لاطینی کی مدد کرنا۔ یوجینیس ثالث سینٹ برناڈ کو وعظ کے لیے مقرر کرتا ہے۔ اُسکی حیرت انگیز کامیابی۔ شاہنشاہ جرمنی کی پیش قدمی۔ اُسکی شکست۔ یلغار لوئی۔ فتوحات فرانس۔ مصائب دار السلام کی جانب پیش قدمی۔ دمشق کا ناکامیاب محاصرہ۔ مراجعت کانراڈ ولوی۔ حرب ثانی پر ایک نظر۔ فلسطین کی حالت۔ صلاح الدین کا عروج۔ اُسکا حملہ فلسطین پر۔ دار السلام۔ صلاح الدین کی شفقت ورحم۔ حرب ثالث۔ معرکہ فریڈرک وفلپ وہنری دوم۔ روانگی فریڈرک۔ اُس کی کامیابی اور مرگ ناگہانی۔ روانگی فلپ ورچرڈ۔ صقلیہ مین باہمی جھگڑے۔ فلسطین مین پہونچنا جھگڑے اور نااتفاقیان۔ مراجعت فلپ۔ رچرڈ کے کارہاے نمایان۔ اُسکی پیش قدمی۔ ترک مہم۔

صلح - مراجعت یورپ -

باب ششم

حروب ماسے چہارم وما بعد (سنہ ۱۱۹۲ء لغایت سنہ ۱۲۹۱ء)

حرب چہارم - صلاح الدین کی وفات وخصائل - اُسکی سلطنت کی تقسیم - سلاطین ثالث حرب صلیبی کے لیے تحریک کرتا ہے - صرف اہل جرمنی اُسکی تحریک کا جواب دیتے ہین - یہ قلیل المدت جنگ - اُسکے غیر مہتم بالشان نتیجے - جنگ پنجم - فوک کا وعظ - سفراے وینس جہاز کرایہ پر لینے کے لیے بھیجے جاتے ہین - حملہ وتسخیر ذارا (Zara) محاصرہ قسطنطنیہ بعد کی ہلچل - لاطینیون کا قیام قسطنطنیہ مین - حرب ششم - بچون کی لڑائی - شاہ ہنگری کی روانگی - محاصرہ دمیاط - مہم فریڈرک ثانی - حرب ہفتم - مجوزہ گریگوری نہم - فرانسسکن اور ڈامی نیکن کے وعظ تائید حرب مین - نئے محاربین صلیب کی روانگی - مہم رچرڈ ارل کارنوال - حرب ہشتم - خوارزمیون کا خروج - مہم لوی نہم - محاصرہ دمیاط - بادشاہ کی گرفتاری اسکی مراجعت حرب آخر - لوی کی مہم ثانی - اس کی موت طونس مین - مہم اڈورڈ - دیگر کوششین - فتح عکہ -

باب ہفتم

انگلستان ومحاربین صلیب (سنہ ۱۰۹۵ء لغایت سنہ ۱۲۷۲ء)

انگلستان کے باشندون نے حروب صلیبیہ کے لیے اتنا شوق ظاہر نہین کیا جتنا کہ دوسری اقوام نے - اسکے وجوہات - انگریزی سپہ سالار - رابرٹ والی نارمنڈی - رچرڈ اول - رچرڈ ارل کارنوال - شاہزادہ اڈورڈ - مالی مدد - ولیم رونس - کالکس - رچرڈ اول کی مہم - انگلستان کے فوجی عہدے - ٹمپلرس کا عروج انگلستان مین - فلیٹ اسٹریٹ مین کلیسا - کلیسا - ہاسپٹلر - مکانات - دولت ورثہ -

باب ہشتم

عام تنقید -

وہ ذرائع جنکی مدد سے جنگہاے صلیب کی آتش شعلہ خیز قائم رکھی جاتی تھی اُسکے انحطاط کے اسباب - ناکامیابی مہم - سپہ سالارون کی مایوسی - بیداری - مذہبی خیالات کا ضعف

باب نہم

تمام تنقید (بسلسلۂ باب ماقبل)

حروب صلیبیہ کے نتائج - ترقی یورپ - وسعت خیالات - ایک گونہ حریت طبائع
وسعت تجارت - نظام سوسائٹی - شاہی ترقی - اصول یکجائی کی ترقی - ترقی قصبات -
آزادی غلامان - زمانہ وسطیٰ اور زمانہ حال کی زنجیر سلسلہ - حروب صلیبیہ کا اخلاقی موازنہ
حقیقت مبہم - اسکے ظاہری اعتراض کی بے حقیقتی - وسوسات اور باطل خیالات جنسے انکی
ابتدا ہوئی - حروب صلیبیہ پر ایک مذہبی نظر - اصلی جنگ صلیب -
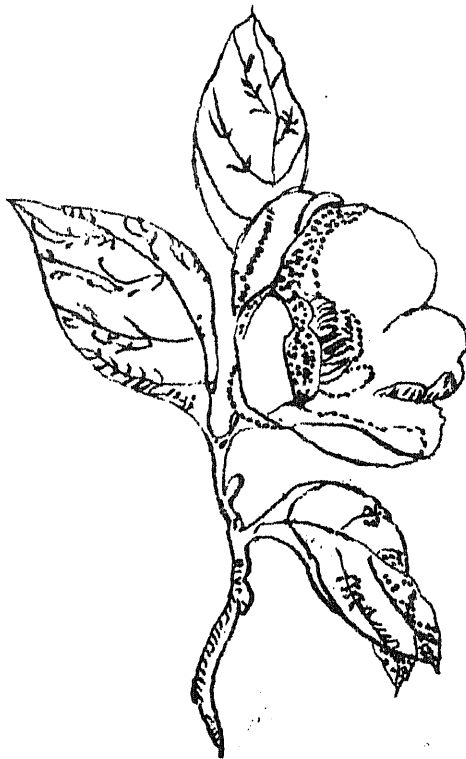
باب اول

(محاربات کی ابتدا سنہ ۶۲۲ء لغایت سنہ ۱۰۹۰ء)

دنیا کے وہ عظیم الشان واقعات جنکا اثر تاریخ عالم پر پڑتا ہے ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ یکایک اور اچانک واقع ہوجائین۔ اُنکے مقدمات شاذ و نادر مخفی اور ہمارے علم سے باہر ہوتے ہین۔ جب ظہور واقعات ہوچکتا ہے اور اُنکے اسباب کی جستجو کی جاتی ہے تو بہت پہلے وہ کہین نہ کہین مضمر نظر آتے ہین۔ یہی حالت بلاشبہ اُن واقعات کی تھی جنکا اب ہم ذکر کرنے والے ہین اور جنکے ظہور سے چار سو برس پہلے اُنکے اسباب کی جھلک واقعات عالم کے افق مین نظر آتی ہے۔

محاربات صلیب کی ابتدا اسلام کے عروج و ترقی کے دامن مین پوشیدہ نظر آتی ہے جبکہ یہ نیا مذہب بزور شمشیر[1] پھیلنا شروع ہوا تھا اور اندیشہ ہونے لگا تھا کہ کہین

---

[1] اسلام کے بزور شمشیر ترقی کرنے مین خود عیسائی مورخون مین اختلاف ہے۔ قدیم مسیحی مصنف یہی کہتے ہین لیکن زمانۂ حال کے مسیحیون نے کسی قدر رخ بدلا ہے اور کہتے ہین کہ اسلام بزور شمشیر نہین پھیلا لیکن ہم

تمام اقوام مسیحی کو عالم سے نیست و نابود نہ کردے یا کم سے کم اپنا مطیع و منقاد نبا لے۔

اسلام کی تعلیم خاصۃً حصول فتوحات کی تعلیم تھی[1] اور جو کامیابی اُسنے حاصل کی اسمین نہایت حیرت انگیز سرعت کے ساتھ ترقی ہوتی گئی یہانتک کہ تھوڑے ہی عرصہ مین مسلمانون کے جھنڈے قلب یورپ تک جا پہونچے اور تمام مسیحی دنیا ہیبت و حیرت کی حالت مین ہکا بکا رکھئی اور اگر چارلس مارٹل کی نمایان فتح جس مین چار لاکھ مسلمانون کو ہزیمت ہوئی اُنکی رفتار مین حائل نہو جاتی تو بلا شک عیسائیون کا وجود بظاہر اسباب معرض ہلاکت مین پڑجاتا[5]۔

پس مشرق کی مسلمان اور مغرب کی برائے نام عیسائی قومین ایک دوسرے کے مقابل ایک عزم بالجزم کے ساتھ صف آرا ہوئین کہ معاملہ یکسو ہوجائے۔ آپسمین مخالفت کی آگ مشتعل تھی۔ انتہائے ساتوین صدی سے زمانہ جنگہائے صلیب تک مسیحیت اور اسلام مین سخت کشاکش رہی اور جب پیروان اسلام کی دن دونی رات چوگنی ترقی سے اُسے خدشہ پیدا ہونے لگا تو اُسنے اپنے رقیب پر فتح حاصل کرکے اندلس کی چہار دیواری کے اندر محدود کردیا۔ یہی نہین بلکہ برابر کوشش جاری رکھی کہ اس قطعہ یورپ مین بھی اسلام کے قدم جمنے نہ پائین۔

یہی تھا وہ باہمی تنازعہ جو منتہائے کمال پر پہونچکر محاربات صلیب کی صورت مین نمایان ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ ان دونون تمدنی اور مذہبی جماعتون کے باہم نزاع مین یہ زمانہ سب سے زیادہ نازک تھا جس زمانہ مین حروب صلیبیہ کی ابتدا ہوئی بہت سے اور ایسے اسباب پیدا ہوگئے تھے جنھون نے

نہ شمشیر کو اسلام سے منفصل کہہ سکتے ہین اور نہ متصل۔ اعلاء کلمۃ الدین مین بیشک اگر کسی نے مزاحمت کی ہے تو مصداق اس مثل کے کہ لاتون کے بھوت باتون سے نہین مانتے ضرور تلوار سے کام لینا پڑا ہے ۱۲۔ مترجم [1] اسلام کی تعلیم وحدانیت تھی اور اعلاء کلمۃ اللہ اسکا مقصد تھا یہی تعلیم تھی وہی اسکی غایت تھی۔ تلوار اگر کبھی اُٹھی بھی تو اپنی مدافعت کے لیے یا کبھی اُن لوگون کو ہوشیار کرنے کے لیے جنکی ظلمت کفر نے آنکھون کو اندھا کرکے اسلام کے مقابلہ مین برسرپیکار کھڑا کیا تھا۔ اور جنکی جہالت وحشت گمراہی اور خرابی اخلاق سے دنیا کو شرم آتی تھی۔ اسلام کی تعلیم کو ہمارے یہان کا ملک الشعراء اپنے زندہ جاوید مسدس مین یون بیان کرتا ہے یعنی راعی الی اللہ (پیغمبر اسلام) یون للکار کر پکارتا ہے ؎

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق ٭ زبان اور دل کی شہادت کے لائق ٭ اُسی کے ہین فرمان اطاعت کے لائق ٭ اُسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق ٭ لگاؤ تو لو اپنی اُس سے لگاؤ ٭ جھکاؤ تو سر اُسکے آگے جھکاؤ ٭ نصاریٰ کے مقابلہ مین اپنے لیے بانی اسلام کا یہ ارشاد تھا۔

[2] لا تطروني كما اطرت النصارى ابن مريم فانما انا عبده فقولوا عبد الله ورسوله" ۱۲۔ مترجم [5] دیکھو شلیگل کی کتاب فلسفہ تاریخ لکچر دوازدہم ۱۲ ۔ [3] دیکھو گیزو کی تاریخ تمدن یورپ لکچر شانزدہم ۱۲

ان مہمات کے برپا ہونے مین ایک حدتک حصہ لیا - یہ وہ زمانہ ہے جبکہ باہمی جذبات کی کشاکش انتہا درجہ پر پہونچ گئی تھی جنکے محرک اعلی مذہبی خیالات تھے - اور گو وہ کتنے ہی فاسد اور باطل کیون نہون لیکن ہر شخص انکے نشہ مین سرشار تھا - علوم و فنون کی حالت یہ تھی کہ انھون نے راہبون کے تاریک حجرون سے باہر قدم نہین نکالا تھا محض پادری لوگون کے معلم تھے اور مسیحیت اپنی شان آسمانی کے خلعت سے معرا ہوکر جھوٹے اور نمایشی زیورات سے آراستہ نظر آتی تھی - اسکا مقدس نام نہایت درجہ باطل خیالات اور فحش ترین جرائم سے آلودہ کیا گیا تھا غرضکہ یہی خیالات ہر شخص پر غالب تھی -

مذہبی جوش اس زمانہ مین عوام کا جوش تھا لیکن ان کمینہ و باطل خیالات کے ساتھ ساتھ فوجی جوش و خروش بھی عام طور پر پھیلا ہوا تھا - تمام بڑے بڑے امیرون کی یہ حالت تھی کہ قیام و نقص امن انکی مرضی پر منحصر تھا - وہ قریب قریب ہمیشہ کسی نہ کسی سے لڑتے رہتے تھے - صرف جرأت و شجاعت ہی ایک ایسا جوہر تھا جسکی ہر جگہ قدر تھی اور جسکی وجہ سے ایک کو دوسرے پر ترجیح و فوقیت دیجاتی تھی - [1]

صلیبی لڑائیان بھی اپنے اسی زمانہ کی حالت کا نمونہ تھین - یہ زمانہ شجاعت و جوانمردی کا زمانہ تھا اور نائٹ ہونا ایسا خیال کیا جاتا ہے کہ گویا دنیا مین اس سے زیادہ کوئی اعزاز نہین ہے - بادشاہ اس خطاب کو حاصل کرتے تھے اور کوئی ایسا نہ تھا جو اسکی تمنا نہ رکھتا ہو - ہر شخص کے حوصلہ کی انتہائی پرواز یہ تھی کہ ایکدن اس مرتبہ کو پہونچے - چنانچہ اس جماعت کا نظام انھین دو جذبات پر مبنی تھا جو ہر شخص مین سرایت کیے ہوئے تھے اور جنکے اثر سے جنگہاے صلیب کی بنیاد پڑی یعنی مذہبی اور فوجی جوش جو خواہ ایک دوسرے کے ضد کیون نہون جوانمردی اور شجاعت کے اثر سے ضرور وابستہ تھے - شہر مین جو سب سے بڑا گرجا ہوتا تھا وہان عطاے مرتبہ نائٹ کی رسم ادا کیجاتی تھی اور تمام بشپ اور پادری و دیگر نائٹ اور امیر و امرا جلسہ مین شریک ہوتے تھے - بلند آواز سے دعا کیجاتی تھی اور وہ شخص جسے خطاب عطا ہوتا تھا میز کے پاس جاکر پادری صاحب کے ہاتھ مین ایک تلوار دیتا کہ اسے لیکر برکت کی دعا دین اور مذہب اور نیکوکاری کی حمایت مین تلوار اٹھانے کا وعدہ لین اور جب وہ شخص اس بات کا عہد کرتا تھا کہ اپنے جان و مال سے حمایت دین کیتھولیک مین کبھی دریغ نہ کریگا تب اسے یہ مایۂ حیات یعنی نائٹ ہڈ کا خطاب دیا جاتا تھا [2] یہی وقت تھا جبکہ صلیبی لڑائیان ممکن ہوسکتی تھین - ان لڑائیون کے لیے جن خیالات اور جن جذبات کی ضرورت تھی وہ اب اس زمانہ کی سوسائٹی مین موجود تھے جو شئے سب سے زیادہ جنگہاے صلیب کی باعث ہوئی وہ مسیحی دنیا کے وہ عقاید باطلہ تھے

---

[1] دیکھو ہیوم صاحب کی تاریخ انگلستان جلد اول ۱۲ [2] جیمس صاحب کی ''ہسٹری آف شیولری'' باب دوم

جو ارض فلسطین کے متعلق عوام الناس کے قلوب مین سرائت کیے ہوے تھے۔ اسکے علاوہ زیارت ارض مقدس
کا وہ شوق بھی بہت کچھ محرک تھا جو قدیم الایام سے لوگون مین چلا آتا تھا۔ چوتھی صدی عیسوی مین قسطنطین یروشلیم
کی زیارت کو گیا تھا۔ اسوقت اسنے اور اسکی ماں ہیلینا نے اس بات کی کوشش کی تھی کہ اُس مقام کو کسی طرح
ڈھونڈھ نکالین جہان انکے نئے مذہب نے پرورش پائی اور نشو و نما حاصل کی تھی [لے] اسوقت سے عیسائیون
کی یہ عام عادت ہو گئی کہ ارض مقدس کی زیارت کو جاتے اور نجات دہندہ بنی آدم کے مصائب و تکلیفات
اور وفات کی علامتون اور یادگارون کا پتا لگاتے۔ بالآخر جب مسیحیت مین فسق و فجور راہ پانے لگا اور
کمالات انسانی کے اصول اور بیجا آورد رسومات کی تاثیر قلوب انسانی پر غلبہ پاگئی تو لوگ ان مقدس
مقامات کی زیارت کو عبادت عظیم جسکا ثواب یقینی ہے سمجھنے لگے چنانچہ وہ جوق جوق زیارت کے لیے آنے
لگے اور زیارت ارض مقدس مین بڑی ترقی ہو گئی۔

یہ لوگ نہایت خشوع و خضوع اور بڑے ذوق و شوق سے ارض یہودیہ کا سفر کرتے اور عیسائی
زائر کوہ شاہان (ماؤنٹ زیون) کے قدیم جاہ و جلال والے مقامات مین ایک عجیب مسرت و خوشی
کے ساتھ چکر لگاتا نظر آتا تھا۔ ایک فصیح البیان مصنف [لے] کیا خوب لکھتا ہے کہ "اُس پاس کے قصبات
قرب و جوار کے اضلاع سب کے سب اُسکی (زائر کی) نظر مین عزیز تھے۔ ہر ایک قدر و منزلت مین اُسکے
سامنے لاثانی تھا۔ شہر کے دروازے۔ سڑکین۔ نشیب و فراز۔ اونچی اونچی زمینین نیچی نیچی گھاٹیان سب
کی سب اُسکی نگاہون مین مقدس نظر آتی تھین۔ اُس ہوا مین۔ اُس فضا مین بزرگی نظر آتی تھی۔
کیونکہ کس کے دم کے ساتھ ہوا اندر گئی ہوگی؟ کس کی آواز اس فضا مین گونجی ہوگی؟ وہ زمین اُسکی
نظرون مین مقدس تھی۔ کیونکہ کسکے قدم وہان پڑے ہونگے؟ کسکا جسم وہان چلتا پھرتا ہوگا؟
اُس چشمے مین تقدس کی شان تھی۔ کیونکہ کسکے لبون تک اسکا پانی گیا ہوگا؟ اور کس کی آہ اُس کے
تموج سے ہم آہنگ ہوئی ہوگی؟ جنگل اور صحرا۔ باغ اور باغات۔ پہاڑ اور ٹیلے سرتاپا مقدس نظر آتے
تھے۔ اُس جگہ کی عدالت۔ اجلاس۔ ستون ہائے عمارت سب مین شان بزرگی دکھائی دیتی تھی۔ اور س
راستہ مین اک بزرگی و تقدس کی شان تھی جو اس مقام مرگ تک جاتا تھا جسپر زیارت کرنے والے
نے اپنی امیدون کا دار مدار کر رکھا تھا۔ اس مزار کا تاریک راستہ سرتاسر پاک و مقدس تھا جسکے
خالی غار مین اسکے سامنے وہ شئے نظر آتی تھی جسپر اسقدر اُسے فخر و مباحات تھا۔ جسوقت اُسکی نظر
یروشلیم کے سواد پر پڑتی اسکے تمام خیالات تازہ ہو جاتے اور پرانی باتین نئی معلوم ہونے لگتین۔

لے موسیو میکاڈ کی کتاب تاریخ جنگہائے صلیب جلد اول صفحہ ۲ لے تاریخ چارلس پنجم مصنفہ رابرٹسن جلد اول حصہ اول۔

یہ سب دیکھکر کچھ تو تکلیف کچھ عظمت اور کچھ مسرت کے خیالات پیدا ہوتے۔ جوں جوں نیا مقام نیا آسمان نئی
زمین اسکی نظر میں آتی ویسے ہی افق کی وسعت کے ساتھ اسکے دل میں بھی وسعت ہوتی جاتی اور جیون
جیون یہ تصویر بڑھتی جاتی واقفیت کا ایک گہرا اثر اسکے قلب میں پڑتا جاتا اور ہر چیز زندہ چلتی پھرتی دکھائی دیتی

علاوہ اس دلچسپی کے جو اس شہر کے ساتھ عام طور پر پیدا ہوتی تھی اور بہت سے اثرات تھے
جو دسوین صدی عیسوی مین اکٹھا ہو کر زائرین بیت المقدس کی تعداد بڑھانے کے باعث ہوئے۔
ایک عام خیال یہ پیدا ہوگیا تھا کہ اب قیامت قریب ہے اور ہر شخص اس بات کا خواہشمند نظر آتا
تھا کہ اس مقام کی جا کر زیارت کرے جہان یہ گمان تھا کہ حضرت عیسیٰ فیصلہ کے لیے ظاہر ہونگے
پیروان صلیب یہ کہکر اور اپنے دل کو سمجھاتے تھے کہ اس کام سے انکے گناہ دُھل جائینگے اور حضرت عیسیٰ
(علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کی خوشنودی حاصل ہوگی۔ پس مردون اور عورتون کے گروہ در گروہ
قافلے یورپ سے روانہ ہو کر ارض مقدس کا رخ کرنے لگے۔ کہا جاتا ہے کہ صرف ایک مقام
[illegible] سے ایک سال مین بارہ ہزار آدمی زیارت بیت المقدس کے لیے روانہ ہوئے تھے

ایک زمانہ دراز تک جبکہ تمام ارض یہودیہ قیصران روما کے قبضہ مین تھی راستہ بالکل آسان
معلوم ہوتا تھا اور مسافرین یا زائرین کی راہ مین کوئی خطرہ نظر نہ آتا تھا یا اگر شاذ و نادر آتا بھی تو نہایت
آسانی سے اسکا تصفیہ ہو جاتا تھا مگر جب فلسطین مین مسلمانون کا عمل دخل ہوا تو حالت بالکل بدل گئی
اور بیچارے زائر طرح طرح کی بیہودگی اور مظالم کے شکار ہونے لگے۔ باوجود اسکے زائرون کے شوق زیارت مین
کوئی کمی نہ آئی بلکہ دسوین اور گیارھوین صدی عیسوی مین انکی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی اُن دنون جبکہ
پاپائے روم ظلمت کے پردہ مین نہان تھے سفر کی سختیان اور یروشلم پہنچکر جو تکلیف نصیب ہوتی تھی
ان سب نے ملکر شوق زیارت مین اور ترقی پیدا کر دی [illegible] ان مصائب سے ایک اور تازیانہ لگا

سلہ موجودہ [illegible] کا ایک صوبہ ۱۲ سے سر جارج ڈبلو کاکس ایم اے اپنی کتاب حروب مین زیارت بیت المقدس
پر فتح عرب کو بیان کرتے وقت لکھتے ہین کہ واقعی حضرت عمر کی فتح سے سوائے اسکے اور کچھ نہین ہوا کہ وہ پاک شہر ایسی
قومون کے قبضہ مین آگیا جنھین نہ صرف اسکو پاک و مقدس سمجھتی تھی اور [illegible] بلکہ وہ متبرک بزرگون کے تبرکات کی عزت
و محبت کرتی تھی جنکے پاک اجسام اس سرزمین کے نیچے آرام کر رہے تھے عیسائیون کو ایسے اشخاص سے اور کسی شکایت کی
گنجایش نہ تھی کہ جس نجات دہندہ کی وہ پرستش کرتے تھے اُسے فاتح لوگ صرف ایک پیغمبر تسلیم کرتے تھے اور وہ بھی اس
پایہ کا کہ اگر اپنے پیغمبر سے ہم پایہ نہین تو صرف انھین سے کسی قدر کم مانتے تھے ۱۲ - [illegible] کے سامنے مسلمانون کے برتاؤ کو
ظالمانہ بیان کرنا اگر کسی سے ممکن ہے تو عیسائیون سے جنکے تعصب نے قومی انصاف کی آنکھون پر ظلمت کا پردہ ڈال دیا ہے۔

خداے بزرگ برتر کی انجیل مقدس نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ محض ایمان لانا نجات اخروی کے لیے کافی ہے کسی عمل کی ضرورت نہین اور حضرت مسیح کی قربانی نے جو سب کی طرف سے فدیہ ہو گئی بفضلہ تعالیٰ ہر ایک کے لیے نجات کا سامان پیدا کر دیا ہے۔ باوجود اسکے کسی کی نظر اس جگہ نہین پڑتی تھی اور تکالیف و مصائب جھیل جھیل کر کے زیارت بیت المقدس جوگ اور تپسیا مین وہ شئے تلاش کرتے تھے جو سوا حضرت مسیح کے قدم مبارک کے اور اُنکی سچائی اور خون پر سیدھا سادا ایمان رکھنے کے اور کہین نہین حاصل ہو سکتی تھی۔ سیکڑون ہزارون ایشیا کا عزم کرتے تھے لیکن انہین سے صرف بعض متفرق اشخاص کو لوٹنا نصیب ہوتا تھا لیکن یہ عازمان وطن جب یورپ کے شہرون مین ہو کر گزرتے تو اپنے مصائب کی کہانیان لوگون کے سامنے بیان کرتے جس سے کلیجہ منھ کو آتا تھا۔ یہ لوگ ارض مقدس سے واپسی کے بعد عجائبات سفر لوگون سے بیان کرتے اور مقامات مقدسہ کے تبرکات جو ساتھ لاتے تھے دکھاتے بلکہ بنفس نفیس خود ان تبرکات اور برکت زیارت کی وجہ سے متبرک سمجھے جاتے تھے۔ جہان کہین بیٹھ جاتے لوگ جوق جوق آکر اُنکی کہانیان سُننے جمع ہو جاتے۔ سب سے زیادہ اپنی بیتی ہوئی تکلیفون اور مصائبون کا بیان ہوتا اور اپنے بھائیون کے آلام کا ذکر کیا جاتا۔ یہ سب باتین ایسی نہین تھین جنھین سُنکر کوئی بھی سُننے والا ہمدردی کے جوش سے خالی رہتا۔ اسی طرح ہر سال ترکون کے خلاف عوام کے خیالات کی موجین بڑھتی گئین یہانتک کہ مسیحیون مین ضبط کا یارا باقی نہ رہا اور وہ دل کی بھڑاس نکالنے کی راہ ڈھونڈھنے لگے۔ آخرکار جنگہاے صلیبی نے کلیجہ ٹھنڈا کرنے کے لیے عالم کو اپنا جلوہ دکھایا[1]

باب دوم

(واقعات ابتدائی ۹۹۶ء لغایت ۱۰۹۶ء)

صلیب کی حمایت مین مسلمانون سے جنگ کرنے کا خیال سب سے پہلے دسوین صدی عیسوی کے اخیر مین پاپاے روم سلوسٹر ثانی کے دل مین پیدا ہوا۔ اُسنے ایک خط "عام گرجا" کے نام تحریر کیا کہ کلیساے یروشلیم تباہی سے بچایا جائے۔ اس پیام کے جواب مین صرف شہر پیسا (Pisa) کی طرف سے جواب آیا اور اسکی کوششین غارتگری کی شکل مین ساحل شام پر ظاہر ہوئین[2]

یہ خیال جو اس طرح عدم سے عالم وجود مین آیا مشکل سے کوئی قابل احساس صورت

---

[1] ماتشاؤالہد ! ۵۲ [2] ا برٹن جلد اول نمبر ۱۲ ۵۳ میو ریٹر باب سوم صفحہ ۴۰۰۔

رکھتا تھا۔ یا یون کہو کہ کسی آئندہ ظاہر ہونے والے واقعہ کا محض سایہ ہی سایہ تھا۔ آئندہ آنے والی صدی نے کوئی قابل احساس بات نہ دیکھی حتیٰ کہ سنہ ۱۰۷۳ع کا آغاز ہوا جبکہ قسطنطنیہ کی حالت معرض خطر مین تھی اور کسی طرح اوسکی سلامتی نظر نہین آتی تھی۔ اُس زمانہ مین شہنشاہ مینوال (Manuel) دوازدہم نے پوپ گرگوری ہفتم کے سامنے دست استمداد پھیلایا۔ جو درخواست شاہنشاہ نے تقدس مآب پاپاے روم کی خدمت مین پیش کی تھی وہ نہایت درجہ ادب و تعظیم کے الفاظ مین تھی اور اُسمین کلیساے مغربی سے اپنا نہایت گہرا تعلق ظاہر کیا گیا تھا۔ گرگوری ایسے ہی موقعہ کا منتظر تھا کہ کفر و الحاد کی بیخ کنی۔ یونانی و لاطینی کلیساؤن کا اتحاد اور مسلمانون پر عیسائیون کی کامیابی کی کوئی صورت نظر آئے۔ پس اسنے فوراً ہی اس موقعہ سے کام لیا اور تمام عیسائی دنیا کے بادشاہون کو مسلمانون کے خلاف ہتھیار اُٹھانے کے لیے ورغلانا شروع کیا۔ اُسنے متعدد خطوط لکھے جنمین سے ایک شاہنشاہ ہنری چہارم کے نام تھا اور دوسرا اُن سب لوگون کے نام تھا جو مذہب عیسوی کی حمایت مین ہتھیار اُٹھانا چاہتے ہون اور تیسری ایک گشتی تھی جو تمام حامیان ملت عیسوی کے پاس روانہ کی گئی[1]۔

پاپاے روم کو اس کوشش مین صرف اتنی کامیابی ہوئی کہ پچاس ہزار آدمی اس مہم کے لیے اُسکے پاس جمع ہو گئے۔ اس کامیابی پر وہ پھولا نہین سماتا تھا اور آئندہ فتح و نصرت کے اسقدر سبز باغ نظر آتے تھے کہ اُسنے خود اپنے لیے اس جماعت کی سرداری تجویز کی۔ لیکن یہ خیال بہت عرصہ تک اسکے دل مین باقی نہ رہا کیونکہ کلیساے مشرق کے مصائب دیکھکر اُسے اپنا خیال اس جانب متوجہ کرنا پڑا۔ حمایت صلیب مین لڑانے کے ساتھ ہی ساتھ اسنے یہ کوشش بھی شروع کی تھی کہ تمام مغربی ممالک مین کلیساے روم کو برتری حاصل ہو جائے جسمین اسے ناکامیابی ہوئی اور اس ناکامیابی کے ساتھ جہاد کے بھی تمام خیال اُسکے دل سے نکل گئے۔

لیکن گرگوری کی تجویز اپنا اثر دکھائے بغیر نہ رہی اور گو اُسکے سپاہیون نے فلسطین کی طرف قدم نہ اُٹھایا اور ممالک ایشیا پر اُسکی تیاریون نے کوئی اثر نہ ڈالا تاہم اسکا یہ نتیجہ ضرور ہوا کہ تمام عیسائیون مین مسلمانون کے خلاف ایک غیض و غضب کی آگ بھڑک اُٹھی اور اُنکے مظالم کے چرچے جگہ جگہ ہونے لگے اور یہ بات لازمی طور پر سمجھ لی گئی کہ مسلمانون پر اُسی سرزمین مین جاکر حملہ کرنا چاہیے جہان ہلال اس طرح کامیابی کے ساتھ گستاخانہ طور پر لہرا رہا ہے اور جہان صلیب نے اپنی ابتدائی کامیابیان اس شد و مد کے ساتھ حاصل کی تھین۔ جس طرح اک خاموش آتش فشان پہاڑ کی آگ اس کے

[1] مراسلات گرگوری جلد اول باب ۴۹

جگر مین دبی سلگتی رہتی ہے یہ جذبات نفرت و انتقام بھی مدت سے عیسائیون کے دلون مین دبے ہوے سلگ رہے تھے۔ گرگوری کی تجویز پر ہم نے شتابہ کا کام کیا اور بہت تیزی کے ساتھ سرگرمی پیدا کر کے وہ ساعت قریب کر دی جبکہ ان تمام جذبات کی آگ غیظ و غضب کے شعلہ کی صورت مین بھڑک اٹھی۔

لیکن عیسائیون کو مسلمانان مشرق کے مقابلہ مین ہتھیار بند کرنے اور فلسطین کے چھڑانے کے لیے اُنھین آمادہ کرنے کا کام صرف ایک خاص شخص کے ظہور کا منتظر تھا جسنے گوشۂ گمنامی سے نکل کر آگ کے اس شعلہ کو یورپ کے اس سرے سے اُس سرے تک پھیلا دیا۔ یہ پطرس راہب تھا جو ایمیس (Amiens) واقع فرانس کا رہنے والا تھا۔ جوانی مین اسنے سپاہیون مین نوکری کی تھی اسکے بعد ایک شریف خاندان کی عورت سے شادی کر کے بیٹھ گیا تھا لیکن بعد مین مذہبی میلان کی وجہ سے پادری اور تارک الدنیا ہو گیا۔ یہی وجہ ہے جو اسکے ہمعصر اسے راہب کے لقب سے پکارتے تھے۔ پطرس راہب ایک کوتاہ قامت کم رو آدمی تھا لیکن اُسکی آنکھون سے خاص ذکاوت و جوش و خروش کا اظہار ہوتا تھا اور اُسکی تقریر مین روانی اور زور تھا۔ طبیعت تخیل پسند واقع ہوئی تھی۔ اور گرجے کے خانقاہ اور حجرون مین اسے بڑے بڑے خواب دکھائی دیتے تھے۔ اس طرح اُسکی طبیعت عالم تخیل مین عمارات خیالی بنانے کی عادی ہو گئی تھی اور وہ نہایت آسانی کے ساتھ ایک نہایت ہی عجیب و غریب اور مجنونانہ خیال مین پھنس کر ایسے وہم باطل کا شکار ہو گیا جس سے زیادہ شاید عوام کو شائد کبھی نہین ہوا ہوگا۔[1]

زیارت بیت المقدس کا اس زمانہ مین عام خبط تھا اور یہ کوئی بعید از قیاس بات نہین ہے کہ پطرس بھی اس اثر سے مغلوب ہو گیا ہو۔ بہر حال اُسنے عزم سفر کیا اور تکالیف و مصائب سفر کو برداشت کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا۔ طے منازل کے بعد آخر کار دروازۂ شہر پر پہنچا اور محصول کی اشرفی پھاٹک پر ادا کر کے وہ مقدس شہر مین داخل ہوا۔ یہان اُسنے ایک لاطینی عیسائی باشندۂ شہر کے یہان قیام کیا۔ اس عیسائی مالک مکان سے عام طور پر عیسائیون کے موجودہ مصائب، کفار کے غلبہ اور یروشلیم کی قدیم عظمت و موجودہ تباہی پر گفتگو رہتی۔ جس مقام کی بزرگی کا حال سُنتا وہان نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ زیارت کے لیے حاضر ہوتا اور نماز و دیگر مراسم زیارت ادا کرتا یہانتک کہ اسکے خیالات و جذبات دیوانگی کی حد تک پہونچ گئے لیکن دوسرون کا صرف یہ حال تھا کہ ترکون کی وحشیانہ بےحرمتی[2] کی وجہ سے انکے دلون مین غصہ اور خوف کے جذبات پیدا ہو گئے تھے

---

[1] گبن کی الس ثانی روی آئی جلد اول باب یازدہم۔ [2] ترکون کی وحشیانہ بیحرمتی کے بجائے واقعات انکی بےتعصبی کے

ان تمام حالات و واقعات کے ساتھ پطرس نے آخر کار شمعون بطریق سے ملاقات کی۔

اس بڈھے کے دل مین بھی وہی آگ بھڑک رہی تھی۔ اسمین شک نہین کہ وہ کلیسائے یونانی کا تابع تھا اسلیے بے دین سمجھا جاتا تھا تاہم راہب کی نظرون مین وہ ایک پیر فرتوت ضرور تھا اور جو حال اُسنے یہان کی تباہی اور لوگون کی مصیبتون کا بیان کیا اُس سے راہب کی آنکھون سے آنسو ہی نہین بہنے لگے بلکہ اُسنے یہ بھی سوال کیا کہ آیا ان مصائب سے کسی طرح نجات حاصل کرنے کی کوئی شکل بھی ہے آخر کار خود ہی اُسنے کہا "اچھا آپ میرے آقا پاپائے روم و کلیسائے روم اور بادشاہان و رئیسان مغرب کے نام خط لکھین اور اپنی مہر ثبت فرمائین اور اگر خدا نے چاہا تو مین خود طلب نجات کے طور پر ہر ایک کی خدمت مین خط لیکر حاضر ہونگا اور آپ کی تکالیف و مصائب کی داستانین بیان کرونگا اور منت کرونگا کہ ان مصائب سے چھڑانے کے لیے آپ کی مدد فرمائین"۔ بطریق نے اس تجویز پر رضامندی ظاہر کی اور تمام خطوط لکھکر پطرس کے حوالہ کیے۔

راہب نے اگر اس سے پہلے نہین سمجھا تھا تو اب سمجھنے لگا کہ خدا کی طرف سے اُسے ایک کام سپرد کیا گیا ہے جسے بہر نہج انجام دینا چاہیے بہت سے اور واقعات بھی ایسے جمع ہوگئے جنھون نے اس خیال باطل کو مزید قوت بخشی۔ ایک مرتبہ یہ ہوا کہ کلیسائے حشر یہ Church of resurrection

نمونے ظاہر کر رہے ہین ایسے مقامات کی وہ کیسے بیحرمتی کر سکتے تھے جنکی حرمت کرنا خود اُنکا جزو مذہب تھا۔ بیت المقدس مسلمانون کی نگاہ مین اس سے کہین زیادہ قابل احترام ہے جتنا کہ عیسائیون کی نگاہ مین۔۔ وہ اُنکا پہلا قبلہ اور اُنکے نبیؐ کی معراج کی پہلی منزل ہے۔ جس عزت و حرمت کے ساتھ حضرت عمرؓ کے زمانہ مین مسلمانون نے اُسپر قبضہ کیا اور جو حقوق عیسائیون کو عطا کیے اور جس جس طرح پر صلاح الدین نے اُسے واپس لیا اور عیسائیون کے ساتھ جو جو مراعات مدنظر رکھین اسکا مقابلہ اگر عیسائیون کے افعال سے کیا جائے کہ حضرت عمرؓ کی فتح کے قبل بیت المقدس کی کسقدر بیحرمتی ہوئی تھی اور نیز عیسائیون کی فتح کے بعد کسقدر کشت و خون ایسے محترم مقام پر ہوا اور کسقدر فحش یہان عیسائی عورتون اور مردون مین پھیل گیا تو صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ وحشی کون تھے اور بیحرمتی کس نے کی۔

اسٹینلی لین پول لکھتا ہے کہ "شہر کی فحش و آوارگی کی بو نے حضرت مسیح (لارڈ) کی ناک کو بدبو سے بھر دیا تھا اور گنہگار رہبان کی دعائین (مسلمانون کو شہر سے بچانے کے لیے) مقام رحم تک نہین پہونچ سکین"۔ مذہبی تعصب کی سیاہ چادر کو ہٹا کر اگر دیکھا جائے تو مسلمانون کی تعریف مین خود ایک عیسائی (لین پول) کے قلم سے فتح صلاح الدین کے وقت یہ الفاظ نکلتے ہوئے نظر آتے ہین "یہ نصیحت مبارک ہین رحم و کرم والے کیونکہ خود اُنکے ساتھ رحم کیا جائیگا" اسوقت معرض نسیان مین تھی جیسا کہ عیسائیون نے بیت المقدس مین کشت و خون کیا تھا لیکن خوش نصیب تھے یہ بیرحم کیونکہ انھین مسلمان سلطان کے ہاتھ سے رحم و کرم نصیب ہوا تھا۔ ترجمہ [illegible] جلد ا

(چرچ آف رسر گشن) مین تمام رات دعا مانگتے تھک کر فرش زمین پر سو گیا جہان اُسکے خیال کے موافق حضرت مسیح سامنے تشریف لائے اور اسے مخاطب کرکے فرمانے لگے "اُٹھ پطرس اُٹھ اور جلدی کر اور دل کڑا کرکے اس فرض کو ادا کر جو تیرے سپرد کیا گیا ہے۔ اور مین ہر وقت تیرے ساتھ رہونگا کیونکہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ میری عبادت خانون سے ناپاکی دور کردیجائے۔ اور میرے خادمون کی مدد کیجائے" پطرس نے اس خواب پر آمنا وصدقنا کہا اور بلا پس وپیش یقین کرلیا کہ یہ من جانب اللہ ہے حالانکہ یہ محض ایک بے اصل خواب تھا جو اسکے حد سے زیادہ پرجوش تخیلات کا ایک قدرتی نتیجہ تھا مگر اسنے فوراً سفر کی تیاری شروع کردی اور بطریق کی دعا لے کر ساحل کی طرف روانہ ہوا اور ایک جہاز پر سوار ہوکر اطالیہ کا رخ کیا۔

اطالیہ مین داخل ہوتے ہی راہب نے پاپائے روم کی ملاقات کی کوشش کی۔ اربن ثانی نے جو اس زمانہ مین رونق دہ تخت پاپا تھا اس سے نہایت الفت کا برتاؤ کیا اور حمایت صلیب مین جنگ کرنے کی تجویز عام مین بدل وجان شریک ہونے کا وعدہ کیا۔

اس طور پر اس جوش وجذبے کی مدد سے جو غلطی سے من جانب اللہ سمجھا گیا تھا ہمت باندھکر پطرس کوہستان الپس کو طے کرکے اطالیہ سے نکلا اور تمام ممالک یورپ کا سفر کرکے ایک ایک دربار ایک ایک قلعہ مین پہونچا اور مقدس شہر کی تباہی کا حال بیان کرکرکے منتین کین کہ ان آفات سے اُسے نجات دیجائے اور ترکون سے انتقام لیا جائے۔ اُسنے اپنی فریاد صرف روسا اور رئیسون ہی کی خدمت مین نہین پیش کی بلکہ شہر شہر قصبے قصبے جہان سے اسکا گزر ہوتا یہی داستان بیان کرتا جاتا اور عام طور پر لوگون کے دلون مین جوش پیدا کرتا جاتا تھا۔[1]

راہب کی وضع قطع لباس اور چہرے مہرے مین ایک بات تھی جس سے عوام اسکی طرف جھکنے لگتے تھے۔ وہ اپنے زمانہ کے خیالات وجذبات کی مجسم تصویر تھا اور لوگون کو اسکی ذات مین تمام وہ صفات جمع نظر آتے تھے جنھین عظمت ووقعت کی نگاہ سے دیکھنے کے وہ عادی ہورہے تھے۔ ایک کمل کا لباس پہنے جسمین آستینین ندارد تھین اور ایک بھوری چادر جو ایڑیون تک لٹکتی تھی اوپر سے اوڑھے ننگے پاؤن خالی ہاتھ ایک خچر پر سوار در در مارا پھرتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ رقت قلب مین راہب اپنے زمانہ کے تمام پادریون اور بشپون سے بڑھا ہوا تھا۔ کھانے مین نہ گوشت کھاتا تھا اور نہ روٹی۔ صرف شراب اور مچھلی پر بسر اوقات کرتا تھا اور اسی مین مگن تھا۔ جہان کہین جاتا لوگ

[1] گیبن الس ثانی۔ سی آئی جلد اول باب سینتر ہم۔

اُسے گھیر لیتے۔ تحفہ تحائف کی بھرمار کرتے اور اُسکی بزرگی و ثنا و صفت کرتے۔ فیاضی بھی اُنھین بہت بھی کیونکہ جو کچھ پاتا سب نہایت دریا دلی سے بانٹ دیتا تھا۔ ہر قدم پر اسکا اثر بڑھتا جاتا تھا حتی کہ گھرون کے خانگی معاملات تک مین یہ اثر ظاہر ہونے لگا۔ بعض دفعہ ایسا ہوا ہے کہ اسنے عورتون کو جنھین شوہرون نے چھوڑ دیا ہے پھر اپنے خاندان کے گھر پہونچا دیا اور ان لوگون مین جو باہم اختلاف رکھتے تھے پھر محبت قائم کر دی ہے۔ بعض اُسکو انسانون سے کچھ بالاتر سمجھنے لگے تھے۔ لوگ اسکے خچر کے بال اوکھیڑتے اور تبرک کے طور پر تعویذ بنا کر رکھتے تھے۔ اسکا وعظ نہایت زوردار ہوتا تھا۔ اسکی فصاحت کے سامنے قلوب کے تمام دروازے وا ہو جاتے۔ قومین کی قومین اسکے کہنے پر اُٹھ کھڑی ہوئین اور شمشیر و نیزہ ہاتھ مین لیکر اس جنگ کی تیاریون مین مشغول ہوگئین جسکی طرف وہ انھین بلا رہا تھا۔[1]

ایک تاریک وعقائد باطلہ سے پُر زمانہ کی واقعی یہ عجیب غریب مثال خود فریبی تھی! بھلا کون کہیگا کہ اگلے زمانے آجکل سے اچھے تھے؟ ہمارے لیے شکر و مسرت کی جگہ ہے کہ خدا کی آواز نے ہمین اسطرح پر اعمال کی مدد نہین بلکہ اس ایک قربانی کی مدد سے نجات حاصل کرنے کی تعلیم دی جو حضرت مسیحؑ نے اپنی ذات خاص کو ہمارے گناہون کے کفارے مین صدقہ کرکے بارگاہ رب العلی مین پیش کی ہے۔ شکر ہے کہ ہمین روح القدس نے یہ تعلیم دی ہے کہ عیسائیون کے لیے مقامات مقدسہ کی زیارت کرنے سے یہ مراد نہین ہے کہ سفر کی تکلیف برداشت کرکے جان جوکھون مین ڈال کر ایک ارض کنعان یا کسی دنیاوی شہر کو جا کر دیکھ آئین بلکہ برکت اسمین ہے کہ خدائے بزرگ و برتر کی مرضی مین اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ رضی بہ رضا رہین جسکے صلہ مین آسمانی ملک نصیب ہو اور ایک ایسا شہر ملے جسکی بنیاد مستحکم اور جسکا بنانے والا اور پیدا کرنے والا اللہ ہے۔ یہ بھی شکر کا مقام ہوگا اگر ہم سیکھ لین کہ ہماری لڑائی اس دنیا کی طاقتون سے جنگ و خونریزی کرنے مین نہین ہے بلکہ خود اپنی بداعمالیون۔ گناہون اور بہت بڑے دشمن روح سے جنگ کرنے مین ہے۔ کاش ہم یہ لڑائی اچھی لڑ سکین اور اپنا کام پورا کرین۔ اپنے مذہب پر قائم رہین اور اسکے صلہ مین وہ تاج جو دیانتداری و ایمانداری کا تاج کہلاتا ہے اور جو انصاف پسند اور راستباز حاکم ان سب کو عطا فرمائے گا جو اُسکی شکل سے محبت رکھینگے" حاصل کرین۔

ادہر پطرس اپنا کام کامیابی سے انجام دیرہا تھا اودھر پاپائے روم اربن اپنے وعدہ سے غافل نہ تھا۔ اُسنے فوراً ایک مجلس پلیسن شیلہ Placentia مین منعقد کی اور دوسری وسط

[1] گوی برٹس جلد دوم باب ہشتم وربابرٹس مونکس جلد اول صفحہ پنجم ۱۲ ماشاء اللہ!

اگال مین کرنے کا ارادہ کیا جو آخر کار کلرمون Clermont مین منعقد ہوئی جسمین فرانس اور جرمنی کے اتنے پادری رئیس و نواب جمع ہوے کہ پہلے کبھی سُننے نہین گئے تھے۔ سب مشتاق تھے کہ پاپا پاے روم کیا فرماتے ہین اور انکی حکم کی تعمیل کرنی چاہیے۔ معمولی کام ختم کرکے پاپا پاے روم اربن ثانی گرجے سے برامد ہوے جہان بڑے بڑے مذہبی لوگ جمع تھے اور اس بیشمار مجمع کے سامنے جو ایک بہت بڑے مربع میدان مین جمع ہوا تھا ایک ایسی دلربا فصاحت کے ساتھ جسپر اُسے اپنے زمانہ کے سبت سے لوگون کے مقابلہ مین زیادہ قدرت حاصل تھی تقریر کی۔

اُسنے بیان کیا کہ کس طرح مشرق اقصلے مین عیسائی بھائی اُن کفار کے پاؤن تلے روندے جارہے ہین جنھین خدا نے اپنے روح القدس کی روشنی سے محروم رکھا ہے۔ کس طرح آگ۔ غارت گری اور تلوار نے فلسطین کے خوشنما میدانون کو خاک سیاہ کردیا ہے۔ کس طرح وہان کے باشندے غلام بنائے جارہے ہین یا ایسے کرب و تکلیف مین مبتلا ہوکر مر رہے ہین جسکا احاطہ نہین ہوسکتا۔ کس طرح کفارون کے ہاتھ انکی عورتون کی آبروریزی ہورہی ہے اور وہ اُن کے ناپاک شہوات حیوانی کا طعمہ بن رہی ہین اور کس طرح بزرگون کی قابل قدر یادگارین ملحدون کے ہاتھون مکروہ سے مکروہ برتاؤ کا نشانہ ہو رہی ہین۔ اس نے یہ سب بیان کرکے پوچھا اب بتاؤ کس کا کام ہے کہ ان سب کا انتقام لے۔ کسکو اگر تم نہین ہو تو پھر کسکو اللہ نے قوت۔ جرائت اور روحانی عظمت عطا کی ہے؟ تمھارے احداد کے کارنامے تمھارے سامنے ہین۔ انھین دیکھو اور ہمت کرو۔ شارلمین اور اپنے دوسرے بادشاہون کی نیکی اور فیاضی کو یاد کرو جو تمام مسیحیون کا سہارا تھے اور جنھون نے ترکون کے قدم آگے بڑھنے سے روکے۔ یہ خیال کہ حضرت مسیح جو ہمارے نجات دہندہ ہین اُنکا مزار ناپاک کافرون کے قبضہ مین ہے اور تمام مقدس مقامات کو ان بیدینون نے اپنی کفر کی گندگی سے بے عزت کررکھا ہے چاہیے کہ فوراً ان خرابیون کے دور کرنے کے لیے تمھین آمادہ کردے۔ اے بہادر سپاہیو! آجیت یا پون کے پُوتو! اپنے بزرگون کے لہو کو دھبہ نہ لگاؤ۔ ان بزرگون کی خوبیان یاد کرو جو تم سے آگے جاچکے ہین۔

کیا تمھین جورؤن بچون کی محبت ماں باپ کی ممتا آگے بڑھنے نہین دیتی؟ اپنے آقا کے الفاظ یاد کرو "جو کوئی مجھ سے زیادہ اپنے ماں باپ سے محبت کرتا ہے وہ میرے قابل نہین" اور "جو کوئی مجھ سے زیادہ لڑکے یا لڑکی سے الفت کرتا ہے وہ میرے قابل نہین"۔ اور "جو کوئی" اپنی صلیب لے کر میرے پیچھے پیچھے نہین چلتا ہے وہ میرے قابل نہین"۔ ایسا نہو کہ تمھارا مال و منال اس کام سے
[illegible] ہین تمھاری بیشمار

آبادی کے لیے کافی نہیں ہے۔ دولت کم نا تو کجا تمھاری زندگی کی ضروریات بھی یہان نہین ملسکتین
یہی وجہ ہے جو تم رات دن لڑائی جھگڑے مین پھنسے رہتے ہو۔ پس اب مرقد مقدس کی راہ اختیار کرو
اور اس زمین کو فتح کرو جو اب بدذات کافرون کے قبضہ مین ہے۔ اس زمین کو خداوند نے آل
اسرائیل کو عطا فرمایا تھا۔ وہ زمین جہان کتب مقدس کے موافق "دودھ اور شہد کی نہرین روان ہین"
یروشلیم اسکا مرکز اور سب سے زیادہ سرسبز مقام ہے۔ جہان رہنے مین یون کہنا چاہیے فردوس برین
کا لطف آتا ہے۔ وہ زمین جسے نجات دہندہ بنی آدم نے اپنی تشریف آوری سے رونق دی اور اپنے
وجود باجود سے عزت عطا فرمائی۔ اپنے جذبات سے بزرگی بخشی۔ اپنی وفات سے اُسے خرید کیا اور اپنے
مزار سے ممتاز فرمایا۔ وہ ملکہ امصار یروشلیم جو ناف عالم مین واقع ہے ان بیدین کافرون کی غلامی
مین اسیر ہے جو اس خداوند سے انکار کرتے ہین جسنے اُسے عزت بخشی تھی۔ وہ اب تمھارے سامنے نجات کے
لیے ہاتھ پھیلائے کھڑی ہے۔ سب سے زیادہ تمھین لوگون سے اسلیے کہ خداوند نے تمھین تمام
قومون سے زیادہ عظمت قوت دست و بازو عطا فرمائے ہین۔ پس اب فوراً اس راستہ کو اختیار کرو
جو تمھارے سامنے کھلا پڑا ہے۔ تاکہ تمھارے گناہ دھل جائین اور آسمانی بادشاہت کی رہنے والی
عظمت وشوکت تمھین حاصل ہوجائے۔" پوپ کی اس تقریر کے بیچ ہی مین مختلف قومون کے اس مجمع سے
ایک ساتھ "خدا کی یہی مرضی ہے۔ خدا کی یہی مرضی ہے" کی آواز مختلف زبانون مین نکلی۔ اربن نے بس
یہی موقع دیکھا اور رہیون ہی کہ شور وغل کم ہوا اسنے پھر اپنی تقریر شروع کی "پیارے بھائیو۔ آج وہ
منشا پورا ہوا جسکا ہمارے آقا انجیل مین یون ذکر فرماتے ہین "جب دو یا تین تم مین سے میرے نام پر
جمع ہونگی تو مین بھی تم مین موجود ہونگا۔" اگر آقا اسوقت تم مین موجود نہ ہوتے تو ایک ہی آواز سب کی
آواز نہوتی۔ جو آواز اس مجمع سے نکلی ہے اسکا منبع ایک ہی ہے۔ یعنی یہ خدا کی ذات ہے جس نے
تمھارے دلون مین یہ بات ڈالی اور تمھین مُنھ سے اُسکے نکالنے پر مجبور کیا۔ یہی آواز میدان جنگ
مین تمھارا نعرہ جنگ ہونا چاہیے۔ اور جب تم اُسکے دشمنون پر حملہ کرنے لیے جھکو تو سب ایک ہی آواز
سے کہتے جاؤ کہ "خدا کی یہی مرضی ہے۔ خدا کی یہی مرضی ہے۔"

جو لوگ بڈھے ہین یا کمزور ہین۔ یا لڑائی سے ناواقف ہین۔ یا عورتین جنکے شوہر۔ بھائی یا
وارث جائز موجود نہین ہین انھین سفر کرنے کی نہ ہم صلاح دیتے ہین اور نہ حکم کرتے ہین۔ یہ لوگ
بجائے کسی کام کے ایک طرح کا بار ہونگے۔ امیرون کو چاہیے کہ غریبون کی مدد کرین اور اپنے
ساتھ جتنے آدمی لاسکین میدان مین لائین۔ کوئی پادری بغیر اپنے بشپ کی اجازت کے نقص

نہ گرے اور نہ کوئی دنیادار بغیر اپنے پادری کی دعا کے عزم کرے کیونکہ ایسے لوگون کے لیے یہ مہم بیسود ہے ۔ جو کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنی ذات کی پاک مقدس۔ حی و قائم اور طیب قربانی بارگاہ خداوندی مین پیش کرے اُسے چاہیے کہ اپنے آقا کی صلیب سینہ پر رکھے اور جو کوئی یہ مقدس سفر اختیار کر چکا ہو اُسے چاہیے کہ اس مبارک نشان کو پشت پر لگائے ۔ اسطرح وہ اپنے نجات دہندہ کے فرمان کو پورا کریگا جسمین حکم ہے کہ صلیب کو لے کر اسکے پیچھے پیچھے چلے جاؤ" اربن نے اب اپنی تقریر ختم کی اور جتنے لوگ جمع تھے سجدہ مین زمین پر گر گئے ۔ ایک کارڈنل نے کھڑے ہو کر "اقبال" (کنفیشن) کی رسم ادا کی اور پاپا نے دعا دی جسکے بعد یہ بیشمار مجمع منتشر ہو گیا اور ہر ایک کا ارادہ اس مہم پر جانے مین پہلے سے راسخ ہو گیا ۔[1]

اس جلسہ کا جو نتیجہ ہوا وہ نہایت حیرت انگیز تھا ۔ اسکی خبر عجیب غریب سرعت کے ساتھ تمام ممالک مین پھیل گئی ۔ نومبر سنہ ۱۰۹۵ء مین اسکا انعقاد ہوا اور شروع موسم بہار سنہ ۱۰۹۶ء مین محاربین صلیب کی ایک بڑی جماعت فلسطین کی طرف کوچ کرتی نظر آئی ۔ لوگون کے دل اس خبر کو سننے کے منتظر تھے اور سب کے سب تیار بیٹھے تھے ۔ اس خبر نے گویا شتابہ کا کام کیا ۔ کہا جاتا ہے کہ جہاد کی برق انکے دلون مین موجود تھی اور صرف ایک اشارے کی منتظر تھی کہ تمام عالم مین چمک اُٹھے یہ اشارہ جلسہ کلرمان کے انعقاد سے پورا ہوا ۔

جس جوش و خروش کے ساتھ پاپاے روم کی خواہشات کا جواب لوگون نے دیا اس سے زیادہ ہو نہین سکتا ۔ یورپ بیخ و بن سے حرکت مین آگیا اور مذہبی لڑائی کا جوش قریب قریب دیوانگی کی حد تک پہونچ گیا اور صرف براعظم یورپ ہی تک محدود نہ رہا بلکہ سمندر پار دور دراز کے جزیرون تک پہونچا ۔ ولیم ساکن مامسبری کہتا ہے کہ "ویلس (Wales) کے رہنے والے شکار چھوڑ کر کھڑے ہو گئے ۔ ڈنمارک (Denmark) کے لوگ جلسۂ شراب و کباب سے اُٹھ کھڑے ہوئے ۔ ناروے (Norway) کے باشندون نے اپنی کچی مچھلی یون ہی چھوڑی اور سب کے سب ارض مقدس کی مہم پر ایک ساتھ آمادہ ہو گئے"[2] ناٹ اور امرا سب اس جوش سے یکسان متاثر تھے ۔ غریبون تک بھی اس شعلہ کی آگ اس طرح پہونچی تھی جس طرح امیرون تک بہر حال کوئی ایسا نہ تھا جو اسکے اثر سے بچا ہو ۔

ایک شخص چشم دید بیان کرتا ہے کہ کون اُن بچون اور کمزور بیمارون کا شمار کرے گا جو

---

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد اول ۔ [2] جلد چہارم باب دوم صفحہ ۱۶۴

لڑائی کے جوش مین بھرے میدان جنگ کی طرف روانہ ہوے اور کون اُن بڈھون اور جوان عورتون کو
گنے گا جو میدان جنگ کی طرف راہی ہوئین؟ اسلیے نہین کہ کچھ مدد انسے ملے گی بلکہ اس شوق مین
کہ کفارون کی تلوارون کے سایہ مین تاج شہادت سر پر رکھینگے۔ وہ چلاتے جاتے تھے کہ "اے
نوجوان سپاہیو تم تو اپنے نیزون سے شکست دوگے لیکن ہمین مسیح کے واسطے اپنے درد دکھ کی وجہ
سے فتح حاصل کرنے کا موقع دو" [1]

یورپ بھر مین اسوقت سوائے اس ایک حرکت کے اور کچھ نظر نہین آتا تھا۔ اس زلزلہ نے
مرکز سے لیکر محیط تک ہلا دیا۔ کوئی قوم کتنی ہی دور رہو ایسی نہ تھی اور کوئی فرقہ کتنا ہی گمنام ہو ایسا نہ تھا
جسنے اس عام تحریک مین حصہ نہ لیا ہو۔ صرف یہی ایک مضمون تھا جس سے لوگون کے دل
سویدا سے قلب تک جنبش مین تھے۔ بہت ہی قلیل عرصہ مین لوگون کی گو ہار کی گو ہار فلسطین کی
جانب حرکت کرتی نظر آئی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مغربی حصہ عالم نے ارادہ کر لیا ہے کہ اب
مشرق مین جا کر بسے گا۔

والٹر عرف فلاش برگنڈی کا رہنے والا ایک آوارہ گرد سپاہی تھا۔ سب سے پہلے اسنے
ایک بہت بڑی جماعت کو صلیب کے جھنڈے کے نیچے جمع کیا۔ خود سردار بنا اور قدم باہر نکالا۔
اسکے ہمراہ صرف آٹھ نائٹ تھے۔ اتنی بڑی جماعت کی سرداری کرنا اور انتظام قائم رکھنا جسمین
بالکل ادانی و اراذل جمع تھے جنھین کبھی ہتھیار چلانے کی تعلیم نہین دیگئی تھی اور جنکے پاس ضروریات
سفر تک کا سامان نہایت ہی کم تھا کوئی معمولی بات نہ تھی تاہم ہنگری تک بخیر و عافیت پہونچگئے
جہان بادشاہ نے ہر طرح انکی مدارات کی اور اپنے ملک سے گزر کرنے کا پروانہ راہداری عطا
کیا اور اپنی رعایا سے تجارت کرنے کی بھی اجازت دی چنانچہ والٹر برابر چلا گیا یہانتک کہ ایک
مقام میل ول Malleville تک پہونچا جو ملک کی سرحد پر واقع تھا۔ یہان یہ اتفاق ہوا
کہ اسکے ہمراہیون مین دس آدمی ہتھیار خریدنے پیچھے رہگئے اور جب فوج ایک چشمہ کو جو ہنگری
اور بلگیریا کی حد فاصل تھا عبور کرکے دوسری طرف پہونچگئے تو ان پیچھے رہجانے والون پر حملہ ہوا
اور انکا مال اسباب سب لوٹ لیا گیا۔

یہ گویا مصائب کی ابتدا تھی۔ بلگیریا مین جب یہ لوگ پہونچے تو وہان کے باشندون
نے ان کی مدارات کرنے سے انکار کیا۔ شہر کے دروازے انکے لیے بند کر دیے گئے تھے

[1] گوہی برٹس تا وی جنٹس باب اول جلد ثانی۔

اشیاے خورد و نوش بھی مول لینے کی اجازت نہ ملی ۔اس برتاؤ نے سردار اور اوسکی فوج کو سخت برانگیختہ کر دیا اور بھوک سے مجبور ہوکر انھون نے سویتیون کے گانون کو جو سید الون مین جو رہے تھے زبردستی چھین لیا۔ اسپر بلگیریا والون نے اپنی فوجین جمع کر کے ان مجاہدین صلیب پر حملہ کیا اور بہت سون کو تلوار کے گھاٹ اوتارا۔ اب گوو اَلٹر کی فوج بہت کم رہگئی تھی لیکن وہ ایسے نامہربان میزبانون کے ملک سے برابر آگے بڑھتا گیا اور آخر کار سلطنت یونان کے حدود مین داخل ہوا یہان اوسنے بادشاہ سے اپنی فوج کو تازہ دم کرنے اور پطرس کے انتظار مین قیام کرنے کی اجازت حاصل کی[1]۔

راہب برابر ایک ایسی جماعت کے پیچھے چلا آرہا تھا جو اپنے پیشروؤن سے بھی کم منتظم اور منضبط تھی مرد۔ عورتین ۔ بچے ۔ ہر جنس ۔ عمر و پیشہ کے مختلف زبانین بولتے ہوے ۔ جنکے ساتھ ساتھ زائد سامان کی ایک کثیر مقدار بھی سب کے سب ساتھ تھے اور کسی نے سچ کہا ہے کہ ان سب جھگڑون نے پطرس کی فوج کو ایک ایسی بوجھل اور خطرناک شئے بنا دیا تھا جس سے بدتر حالت مین شاید ہی کبھی کسی فوج نے کوچ کیا ہو ۔ یہ جماعت ممالک جرمنی اور ہنگری سے ہوکر گذری اور آخرالذکر ملک مین اُس تشدد اور دھینگا دھینگی کے عوض جو وہان کے باشندون کے ساتھ اُنھون نے کی بہت زیادہ مصائب برداشت کرنا پڑے ۔

بلگیریا مین سے گذرنے مین انھین اس سے بھی زیادہ مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ بعض آوارہ گرد جرمنون نے جنسے بلگیریا کے ایک سوداگر سے خرید و فروخت مین کچھ جھگڑا ہو گیا تھا چند گرنیون اور مکانون کو آگ لگادی ۔ لوگ اسپر غصہ مین آئے اور ایک انبوہ کا انبوہ باہر نکلکر پہلے ان بدمعاشون پر ٹوٹا اُسکے بعد مجاہدین صلیب کی عقب فوج پر حملہ آور ہوا۔ ایک عام ہنگامہ شروع ہوا جس مین پطرس کی فوج شکست کھاکر منتشر ہو گئی[2]۔

بیچارے راہب سے زیادہ اسوقت کسی کی حالت مضطرب نہو گی ۔ وہ اسپر مجبور ہوا کہ بھاگ کر پہاڑون مین پناہ لے ۔ یہان وہ یکہ و تنہا یار و احباب سے جدا کئی دن تک تاریک و وسیع جنگل کے ناہموار ٹیلون اور بیہڑ سید الون مین ٹھوکرین کھاتا پھرا۔ اُسوقت کیسے کیسے خیالات اُسکے دل مین آتے ہونگے ! اُسکے پیرو سب تتر بتر ہو گئے تھے ۔ نہ معلوم اب زندہ ہونگے یا نہنگ اجل نے اپنا لقمہ بنا یا ہوگا۔ خود کو دیکھو ابھی ابھی کسقدر اُسکا دل عزت و حکومت کے خیال سے بھرا ہوا تھا۔ کامیابی نے اُسکی تمناؤن اور جذبات کا ساتھ دیا تھا۔ مگر اب

---

[1] البرٹس جلد اول باب ہفتم۔ [2] گیو بی المس ٹائی ری آئی۔ جلد اول باب ۲۰ ۔

سب چھوٹ گئے! خود ایک بے پناہ بھگوڑے کی طرح مارا مارا پھر رہا ہے! غضب یہ کہ جو مقصد اصلی تھا اور جسکے لیے اُس نے یہ سب سامان کیا تھا یہانتک کہ اُس سے متعلق تھا بظاہر وہ باد فنا کی نظر ہو چکا تھا! اپنے متخیلہ مین یون سونچو کہ غریب راہب بے یار و مددگار کسی چٹان پر بیٹھا ہوا اپنی اور اپنے ساتھیون کی تقدیر پر سر در گریبان ہوگا۔ پھر کبھی کسی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاتا ہوگا اور شوق سے ارد گرد کی آبادی کی طرف نگاہ دوڑا دوڑا کر دیکھنا ہوگا کہ شاید کوئی بھٹکا بھٹکا یا ساتھی نظر پڑ جائے۔ کبھی اس کا سینہ امید سے بھر جاتا ہوگا اور کبھی مایوسی اسے آکر دبا دیتی ہوگی۔

آخر کار اتفاق سے اُسکے ہمراہیون مین سے قریب بیس کے دلاور اور ہمت والے راستے مل گئے اور یہ خیال کر کے کہ باقی بھی سب یہین ادہر اودہر مارے مارے پھر رہے ہونگے اُسکی جان مین جان آئی۔ پس اُسنے ہر طرف تلاش کرنے کا حکم دیا۔ جنگل مین جگہ جگہ علامتین نصب کی گئین قرنائین بجائی گئین اور بہت ہی تھوڑے عرصہ مین (بعض کہتے ہین کہ دن چھپنے سے پہلے ہی پہلے) پطرس کے گرد پھر سات ہزار فوج جمع ہو گئی۔ اس جماعت کو لیکر اُسنے پھر قسطنطنیہ کا رخ کیا۔ راستہ مین اور بھی اُسکے بھٹکے بھٹکائے ساتھی ملتے گئے اور شریک فوج ہوتے گئے یہانتک کہ جب وہ ممالک محروسہ یونان مین داخل ہوا تو اُسکی فوج کی تیس ہزار تھی۔ ان سب کو لے کر وہ دار السلطنت مین داخل ہوا جہان ایک گوہار کی گوہار جو پہلے پہونچ گئی تھی اسکی منتظر کھڑی تھی[1]۔

ان بدمعاش تقدیر پر کھیلنے والے سپاہیون کی اُس وحشی جماعت نے جو مشرقی دار السلطنت کے اندر جمع ہوئی تھی پہونچتے ہی طرح طرح کی ناجائز زیادتیان اور بے اعتدالیان شروع کر دین حتی کہ گرجے کی چھت کے پتھر اوکھاڑ اوکھاڑ یونانیون ہی کے ہاتھ جنسے لوٹے تھے بیچنا شروع کیے[2]۔ شاہنشاہ نے پہلے تو اُنسے بڑی مہربانی اور فیاضی کا برتاؤ کیا تھا۔ اُنکو روپیہ پیسہ۔ اور سامان رسد بھی دیا تھا لیکن اُنکی یہ بے اعتدالیان دیکھکر گھبرا گیا اور فوراً ہی باسفورس کے دوسری جانب اُنھین پہونچوا دیا اور یہ صلاح دی کہ یہین ٹھہر کر اپنے بڑے بڑے سردارون کا انتظار کرو[3]۔

ارض تھینیا (،) مین اُن لوگون کے کھانے پینے کی چیزین بافراط ہین اور یہان یہ سب کے سب کئی مہینہ تک امن و امان سے رہ سکتے تھے اور سب قسم کے کھانے پینے کی چیزین بھی مل سکتی تھین لیکن اُنھون نے طرح طرح کی بدکاری اور فحش کرنا شروع کیا۔ نہ کسی کی حکومت کا خیال تھا اور نہ کوئی انتظام باقی رہا اور یہانتک بد انتظامی پھیلی کہ پطرس یہ خیال کر کے کہ اُس کا اثر کچھ

---

[1] البرٹس جلد اول باب ۱۳۔ [2] بالڈریکس۔ [3] گیو لی املس ٹائر (؟) ری آئی جلد اول باب ۲۲۔

باقی نہین رہا اور کوئی کچھ نہین سُنتا نہایت مایوسی کے ساتھ قسطنطنیہ واپس ہوا۔ ایک جماعت نے یہ کیا
کہ اپنے ہمراہی سپاہیون سے علیحدہ ہوکر اُس ملک کے دارالسلطنت نیقیہ (نائیس) ([illegible]) تک
لوٹ مار کرتی چلی گئی۔ یہ دیکھکر سلطان سلیمان نے پندرہ ہزار فوج انکے استیصال کے لیے بھیجی اور محاربین
صلیب سے ایک جنگ ہوئی جس مین والٹر مع اپنے دوسرے بیشمار لوگون کے مارا گیا۔ تھوڑے سے
بہت لوگ جو باقی رہے اونھین پطرس کی بے انتہا خوشامد پر شاہنشاہ قسطنطنیہ نے بچا لیا۔ یہ سب
رومی سپاہیون کی حراست مین قسطنطنیہ لائے گئے۔ یہان آنے پر شاہنشاہ الکسیوس ([illegible])
نے انکے ہتھیار خرید لیئے اور اُنھین اپنے اپنے وطن واپس جانے کا حکم دیا۔ اور آخر کار پطرس اور والٹر کی
بڑی مہم کا یون خاتمہ ہوا۔

لیکن اُس بیشمار خلقت کے علاوہ جو ان دونون کے جھنڈے تلے جمع ہوکر میدان جنگ مین
گئی اور بھی بیشمار لوگ اسی طبقہ کے تھے جو ان سے زیادہ وحشی اور بے قاعدہ تھے اور جو اقصائے
یورپ سے جمع ہوکر صلیب ہاتھ مین لیتے اور فلسطین کی جانب راہ پیما ہوتے۔ ان مین سے پندرہ ہزار
کے قریب جماعت نے جنمین زیادہ تر جرمن تھے اپنے تئین ایک پادری گاڈسکیلس کی ماتحتی مین دیا
اور حمایت صلیب کے لیئے روانہ ہوے۔ ہنگری مین جب یہ پہونچے تو یہان اُنھون نے تمام قسم کی
ناجائز حرکتین کرنی شروع کین جس سے بادشاہ کو اتنا غصہ آیا کہ اُسنے ایک بہت بڑی فوج اُن مظالم
کے انتقام لینے کے لیے جمع کی جو اُنکے ہاتھون اُسکی رعایا کو پہونچے تھے۔ مجرمون کو چھانٹنے اور سزا
دینے کے بہانے اُس نے صلیبیون سے ہتھیار رکھوا لیے۔ رعایا نے جب دیکھا کہ یہ نہتے ہین تو اپنا
بدلہ لینا شروع کیا اور مرد۔ عورتون اور بچون کو بلا امتیاز قتل کر ڈالا۔

ایسے آوارہ گرد سپاہیون کی ایک اور جماعت تھی جسکے بعد کوئی اور جماعت نہین آئی۔ ان کی
تعداد دو لاکھ کے قریب تھی لیکن کسی منضبط اصول پر قائم نہ تھی اور نہ کوئی انکا انسانی سردار تھا۔
اس مین ہر عمر اور جنس کے مختلف گروہ شامل تھے جنھون نے صلیب کو اپنی علامت بنا کر یورپ کے
مختلف ملکون سے جہاد کا عزم کیا تھا اور اتفاقی طور پر راہ مین مل کر جمع ہوگئے تھے۔ انمین ایک ایسا
جوش پایا جاتا تھا جس سے زیادہ گندہ اور ذلیل دیکھنے مین نہین آیا۔ اپنے آگے آگے ایک بطخ اور
ایک بکری لیے جاتے اور کہتے تھے کہ روح القدس نے انمین حلول کیا ہے اور مشہور کیا تھا کہ یہ دونون
سردار فوج ہین۔ اس بط و بکری کی وہ عبادت کرتے تھے جیسے خدا کی عبادت کی جاتی ہے۔ انکی زندگی
انتہا درجہ کی بدکرداری اور فحش کی زندگی تھی۔ اور جہان کہین کوچ کرتے ہوے گذرتے تباہی۔ قتل و

غارت پھیلاتے جاتے تھے۔

آخر اس بیہودگی کی انتہا بھی تھی اور مکافات عمل کی ساعت قریب آگئی تھی۔ ہنگری والے جنھیں اس قسم کی بے ضابطہ جماعتون سے بہت کچھ صدمے پہونچ چکے تھے انکی آمد کے منتظر ہی تھے سرحد ہی مین ایک بڑی فوج سے انکا مقابلہ ہوا۔ پہلے تو معلوم ہوا کہ صلیبیون ہی کی جیت ہوگی لیکن یکایک انپر ہیبت طاری ہوئی اور منتشر ہونا شروع ہوے۔ ہنگری کی فوج نے انکا تعاقب کیا اور قتل کرنا شروع کیا۔ ایسا ہیبت ناک کشت وخون کہ کشتون کے پشتے لگ گئے اور خون کا دریا بہنے لگا اور دریا خون سے بہنے لگے۔ کہا جاتا ہے کہ ڈینوب کا پانی ان مردون کی لاشون سے بہنا بند ہوگیا تھا[1]

ان مہمون کا انجام تاریخ کے صفحات پر نہایت بھیانک نظر آتا ہے۔ خیال کیا جاتا ہو کہ کم سے کم ڈھائی لاکھ آدمی انکی بدولت موت کے گھاٹ لگے۔ بنی آدم کی جانین۔ جذبات اور قوی کسقدر فضول صرف مین لائے گئے! خیال کرنے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین! کتنے اعلیٰ اور عمدہ کام ان سے لیے جاسکتے تھے! کون ان کامیابیون کا اندازہ کرسکتا ہے جو انھین حاصل ہوتین۔ اگر انھین راہ راست بتائی جاتی اور صحیح طور پر ہدایت کی جاتی! کس قدر رونے کی بات ہے کہ گیارھوین صدی عیسوی مین خود دنیاے مسیحی اس قدر سخت اندھیرے مین ڈانوا ڈول پڑی پھر رہی تھی جیسی کہ ان مہمون سے ظاہر ہوتی ہے۔

تاریخی حیثیت سے جو اہم بات ان مہمات سے نتیجہ ہوئی وہ یہ ہے کہ اُنھون نے دوسری مہمات کے لیے ایک قسم کا مادہ پیدا کر دیا۔ انکے وجود کو بالکل رائیگان نہین کہا جاسکتا۔ عام لوگون کا جوش اس حد تک پہونچ گیا تھا کہ انسان کی قدرت سے اُسکا روکنا باہر تھا جو کیفیت ایک بڑے دریا کی ہوتی ہے جس کا پانی منجمد ہونے کے بعد یکایک پگھل جاے اور قرب وجوار کی پہاڑیون کے گھلے ہوئی برف سے مدد پاکر اس قدر چڑھ جائے کہ کسی کے روکے نہ رک سکے اور زبردستی اپنا راستہ پیدا کرے بعینہ یہی حالت صلیبی لڑائی کے شوق مین اُس وقت عوام کی تھی۔ یہی جوش تھا جس کا بخار پطرس اور والٹر کی مہمون نے نکالا۔

راہب اپنے تابعین کے مارے جانے کے بعد زندہ رہا اور بعد کی لڑائیون مین یورپ کی باقاعدہ افواج کے ساتھ کبھی کبھی اُسکی صورت بھی نظر آجاتی تھی لیکن پہلی حرب صلیبی مین اس کی موجودگی کوئی ایسی شان نہین رکھتی تھی جسے کوئی وقعت دی جاسکے۔ تاہم اسکے پہلے جو کچھ کارنامے اُس سے ظہور مین

[1] البرٹس جلد اول باب ۳۱۔ دکیھو لی ملس ٹائی ری آئی جلد اول۔

آئے اُن سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اپنے زمانہ یا کسی دوسرے زمانہ مین بھی اسکی ذات بہت زیادہ غیر معمولی لوگون مین شمار کیے جانے کے قابل تھی۔ اسکے چال چلن کے متعلق مختلف رائین ہین اسکے ہمعصر تو اسے پیغمبر ملہم من اللہ سمجھتے ہین۔ لیکن موجودہ زمانہ کے مورخ مختلف رائین رکھتے ہین بعض کہتے ہین کہ ٹھگ[۱] تھا اور بعض کہتے ہین کہ دیوانہ تھا۔ لیکن اُسے پیغمبر ملہم من اللہ کہنا خدا کی ذات پر دھبہ لگانا ہے۔ اسمین شک نہین کہ اُسکا جوش بعض اوقات دیوانگی کی حد تک پہونچ جاتا لیکن یہ مشکل سے قیاس مین آسکتا ہے کہ ایک دیوانہ اتنی مدت تک اس طرح غیر متلون اور یکسان طریقہ پر اور پولیٹکل دانائی کے ساتھ کام کرتا رہے۔ اُسمین جو کچھ دیوانگی کا حصہ تھا وہ اُس زمانہ کی طبیعت و جوش و خروش کی ترقی کا اثر تھا۔ اس مین شک نہین کہ وہ ٹھگ اور فریبی بھی نہین تھا۔ لیکن یہ کہنا اُسکی حد اعتدال سے زیادہ ثنا کرنا ہے کہ اوسکی طلاقت لسانی اُسکے جذبات قلب کی ہم آہنگ تھی۔ یہ بھی نہین کہا جاسکتا کہ اُس نے کبھی فریب سے کام نہین لیا یا اُسنے اپنے لباس و عادات زندگی مین وہ طریقے نہین اختیار کیے جن کی تلقین سرانجام کار کی غرض سے مکر و فن اور زمانہ سازی نے کی تھی یا جس کی ضرورت خود اسنے اپنے

[۱] پطرس راہب کو خود عیسائی مورخون مین سے بعض نے دیوانہ کہا ہے اور بعض نے جعلساز فریبی ظاہر کیا ہے لیکن ہم صاحب کتاب کے ہم خیال ہین کہ وہ نہ تو بالکل دیوانہ تھا اور نہ بالکل فریبی بلکہ ایک طرح کا جاہ طلب نیم دیوانہ شخص تھا۔ اُسکے دماغ کی حالت ضرور خراب تھی اور مذہبی جوش و خروش نے اُسمین اور آگ لگادی تھی۔ اس سب پر طرہ یہ ہوا کہ وہ عالم خیال مین اکثر زندگی بسر کرنے کا عادی تھا جان سے یہ سب دولتین یکے بعد دیگرے اُسے ملی تھین۔ بیشک اُسکی زبان نے اپنی خداداد طلاقت کی مدد سے اُسکے ہم مذہبون مین اُس کا جوش پیدا کردیا مگر قریب آدمیز طبیعت اور اُس کی جاہ طلبی نے تبعین کے اخلاق پر برا اثر ڈالا اور یہ بُرا اثر اتنا قوی ہوا کہ مذہبی جوش تک اسپر قربان ہوگیا اور بجائے اچھے عیسائیون کی عادتون کے انتہا درجہ کے لچون۔ بدمعاشون اور شہدون کی عادتین پیروان پطرس مین نظر آنے لگین۔ اس مین شک نہین کہ اسکے ساتھ محاربہ صلیب کے لیے آمادہ ہوجانے والے اکثر ادنی درجہ کے پچھے تنگے ہی تھے مگر کیا عمدہ اخلاق نے ادانی واراذل کے اخلاق درست نہین کردیے ہین؟ اور کیا خود حضرت مسیحؑ کے حواری کچھ بڑے طبقہ کے لوگ تھے؟ پطرس کی کوششین جس طرح اکارت ہوگیئن کبھی کسی سچے آدمی کی کوششین ایسا پھیکا رنگ نہین لاسکتین اور جو نتیجہ ہوا وہ خود صاف بتا رہا ہے کہ ان کا محرک نفس رحمانی تھا یا نفس شیطانی؟ مصنف کا یہ لکھنا نہایت درست ہے کہ اسکو پیغمبر ملہم من اللہ کہنا ذات باری تعالیٰ پر دھبہ لگانا ہے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ دجال کا لقب کہان تک موزون ہوگا؟ ایسا نہو کہ کہین دجال کے نام پر بھی دھبہ لگے۔ مترجم

آپ لوگون کی نظرون مین بڑہانے کی نیت سے محسوس کی۔ لیکن یہ بھی نہین کہا جا سکتا کہ اُسکی تمام زندگی ریا و مکر کی زندگی تھی۔ اگر اُسکے جذبات محاربات صلیب کے شوق مین خود سچے نہوتے تو دوسرون کے دلون پر اسقدر کامیابی کے ساتھ اُنکا اثر نہ پڑتا کیونکہ مصنوعی جوش کبھی اسقدر عام طور پر دوسرون مین جوش نہین پیدا کر سکتا۔ حق بات اس مین صرف اسقدر معلوم ہوتی ہے کہ پطرس راہب ایک دلیر و پرجوش آدمی تھا جسکا دل سب سے پہلے باطل پرستی قربانگاہ پر شعلہ گیر ہوا جس مین روانی عمر و مرور ایام نے پختگی پیدا کر دی۔ اس تمام زمانہ مین وہ تیز قوت متخیلہ برابر اُس کی مدد کرتی رہی جو اُس کے مزاج کا خاصہ تھی۔ ان سب پر اُسکی طلاقت لسانی نے اور بھی کام کیا اور جو شعلہ کہ خود اُسکے دل مین بھڑک رہا تھا اوسکی آگ تمام دنیاے مسیحی مین پھیلا دی۔

باب سوم

(محاربہ اول۔ ۱۰۹۶ء لغایت ۱۰۹۹ء)

ایک ایسے بے قاعدہ اور ناشائستہ مجمع کا جوش و خروش جو پطرس اور والٹر وغیرہ کے علم کے ساتھ افتان و خیزان میدان جہاد مین پہونچا تھا موت کے گھونٹ پی کر سرد ہو چکا تھا اور اُنکی ہڈیان یا تو ان ممالک مین منتشر پڑی تھین جہان سے اُنکا گزر ہوا تھا ایشیا کے چٹیل تپتے ہوے میدانون مین خشک ہونے کے لیے بکھری نظر آتی تھین۔ لیکن اب حمایت صلیب مین باقاعدہ فوجون نے نہایت تزک و احتشام کے ساتھ میدان کی جانب رخ کیا اور پہلی صلیبی لڑائی کی ابتدا اُنکے کوچ کی تاریخ سے سمجھی جاتی ہے۔

اس فوج کے چار نہایت مہتم بالشان افسر تھے یعنی گاڈفری امیر بولون۔ ہیوغ اعظم۔ بوہانڈ رئیس طارنطم اور ریمانڈ نواب طولوس۔ ان مین رابرٹ امیر نارمنڈی۔ اسٹیفن امیر بلائی اور رابرٹ امیر فلانڈرس کا نام بھی شامل کیا جا سکتا ہے جنمین سے ہر ایک جدا جدا جماعتون کا سردار تھا لیکن آخر مین ہیوغ اعظم کی فوج کے ساتھ شامل ہو گیا۔

بوہانڈ کے ہمراہ ٹانکریڈ بھی شریک تھا جو اُسکا رشتہ دار تھا۔ اب ہم ان مہتم بالشان افسران فوج کے حالات کو ایک ایک کرکے مختصراً بیان کرتے ہین۔

ریمانڈ ایک نہایت معزز امیر ولیم نواب طولس کا بیٹا تھا۔ گو یہ بہت بہادر سپاہی تھا لیکن اُسکی عمر آوارگی مین گزری تھی جنگجوئی اور آوارگی کی سی دو صفتین ایک ساتھ بہت کم جمع ہوتی ہین لیکن ریمانڈ کی ذات مین اس موقع پر جمع نظر آتی ہین۔ جب اُسکی عمر آخر ہو لی اور بالون کی سیاہی نے

بڑھاپے کی سفیدی کو جگہ دی تو اُسے تلافی مافات کا خیال پیدا ہوا۔ لیکن اس کبر سنی پر کفارۂ خون مسیح کے صحیح مسئلہ سے ابتک ناواقف تھا۔ اُسنے حمایت صلیب مین تلوار اسیلیے اُٹھائی کہ اپنے کیئے کی کچھ تلافی کر سکے اور ترکون سے جنگ کر کے پچھلے گناہون کے بار عظیم سے کچھ تو سبکدوش ہو جائے۔ کیا ہی عجیب خیال خام اور دھوکے مین گرفتار تھا۔ ؟ اسکے جھنڈے کی معیت مین کا تھا اور سکا گین اور تمام باشندگان اقطاع پی رینیز ([illegible]) اور الیس ([illegible]) کی گھار شریک تھی۔

بوہانڈ سکونت کے لحاظ سے ایک اطالی اور نسب کے لحاظ سے ایک نارمن تھا۔ یہ مشہور و معروف رابرٹ گارٹکارڈ کا بیٹا تھا۔ اطالیہ اور سارا صوبہ ٹسکن سے لے کر بحر ایڈریاٹک تک اُسکے ساتھ تھا اسکی فوج مین دس ہزار سوار اور اس سے بھی زیادہ تعداد پیدلون کی تھی۔ بوہانڈ محاصرۂ الملفی مین مصروف کیمپ ہی مین تھا جب کہ جہاد کی خبر اسکے کانون تک پہونچی۔ سنتے ہی بیتاب ہو گیا اور جنگ مین شریک ہونے کے لیے بے چینی ظاہر کرنے لگا۔ کہا جاتا ہے کہ اسی جوش مین اُسنے اپنی عبا کی نشانہائے صلیب قطع کر کے فوج مین تقسیم کر دیے۔ شکل و صورت مین وجیہ اور پختہ سمجھ کا امیر تھا لیکن حرص و خود غرضی طبیعت مین بدرجۂ غایت موجود تھی۔ اپنے تمام سپاہیانہ اوصاف مین بوہانڈ اپنے عزیز ٹانکرڈ سے بہت افضل تھا۔

تمامی رئیسون امیرون سے برتر — قوی بازو دُن تابعدارون سے بہتر
شہنشاہ صورت شہنشاہ ہیبت — جہاندار سطوت جہانگیر حشمت
عزیمت بلند اور خیالات اعلی — زمانے سے لفرت محاسن کا شیدا[1]

ہیوغ اعظم امیر ورمنڈائی فیلفوس بادشاہ فرانس کا بھائی تھا۔ شجاعت سچ دہج اور حسن صورت سب مین اُس شاہی خاندان کا بہترین نمونہ تھا جسمین شامل ہونے کا اسے افتخار حاصل تھا۔ مجاہدین صلیبی کے سب سے دستون کی سرداری اسے دیگئی تھی اور سب سے پہلے اسی نے کوچ کرنا شروع کیا۔ اسٹیفن امیر بلائی بھی جو بعد مین آکر اس سے مل گیا کہا جاتا ہے کہ اتنے شہرون کا مالک تھا جتنے کہ سال مین دن ہوتے ہین[3]

[1] ولیم باشندۂ مامسبری کی کتاب جلد چہارم باب دوم صفحات ۴۱۷ و ۴۳۷۔
[2] ٹیسو کی کتاب جیروسلیم ڈلیورڈ (Jerusalem delivered) جلد اول۔ گوئی برلٹس جلد سوم باب اول رابرٹس مونیکس جلد دوم۔ البرٹس جلد دوم باب پنجم۔ ولیم باشندۂ مامسبری کی کتاب صفحہ ۴۱۷۔
[3] رابرٹس مونیکس جلد دوم۔ گوئی برلٹس جلد دوم ابواب (۱۴) و (۱۵)۔

لیکن حرب اول کے تمام سرداروں مین سب سے زیادہ مشہور گاڈفری امیر بولون تھا۔ یہ یوسٹاس امیر بولون کا بیٹا تھا لیکن مان کی طرف سے اسکا نسب زیادہ معزز تھا اور شارلمین سے جاکر سلسلہ ملتا تھا۔ اسمین شک نہین کہ گاڈفری کی ذات مین کیا بلحاظ جسم اور کیا بلحاظ طبیعت کے اپنے جد شاہنشاہ کے بہت سے اوصاف جمع تھے۔ اُسی کے مانند علوم کا یہ بھی شایق تھا۔ یہ مذاق علم اسے اپنی مان ایڈاہنت گاڈفری امیر لورین سے گویا ورانتہً ملا تھا۔ تمام واقعہ نگاران حروب صلیبیہ سب سے زیادہ اسی کی ثنا وصفت کرتے ہین۔ رابرٹ راہب بیان کرتا ہے کہ وہ خوبصورت۔ دراز قد اور خوش گفتار تھا اور باوجود ان سب اوصاف کے نہایت نیک طینت تھا۔ وہ اپنی خو بو کے لحاظ سے بجاے سپاہی کے زیادہ تر ایک راہب معلوم ہوتا تھا۔ لیکن میدان جنگ مین اس کا دل جرات وتہور سے اُبھر جاتا اور شیر کے مانند حملہ کرتا۔ کوئی ڈھال یا سپر ایسی نہ تھی جو اسکا حملہ برداشت کرتی۔ ولیم باشندہ مامسبری بیان کرتا ہے کہ گاڈفری سپہگری مین کسی سے کم درجہ پر نہ تھا۔ عیسائی شرافت کا وہ ایک مجلا آئینہ تھا جس مین اُسکے اوصاف اس طرح درخشان نظر آتے تھے جس طرح ایک پُر تکلف چھت مین نقش ونگار نظر آتے ہین۔

حروب صلیبیہ کا سب سے زیادہ مختار افسر۔ گاڈفری۔ طیسو کی کتاب خلاصی یروشلیم (جیروسلیم ڈلیورڈ) کا ہیرو بھی ہے۔ باین ہمہ شاعر کی مدح گستری قدیم واقعہ نگارون کی ثنا وصفت سے زیادہ نہین ہے۔ سپہ گری کی تعلیم اسے بچپن سے دی گئی تھی اور اوائل مین اُسنے بادشاہ ہنری چہارم کی خدمت کی تھی اور پاپاے روم کے مقابلہ مین اُسکی حمایت کی تھی حتی کہ محاصرہ رومۃ الکبریٰ مین یہی وہ شخص تھا جس نے سب سے پہلے اُس فصیل مین شگاف کیا جہان اُسے حملہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اور اس طرح پر محاصرین شہر کے اندر داخل ہونے کا راستہ تیار کیا۔ یہان اُسے بخار آنے لگا جس سے اُسے اُس وقت تک نجات نہین ملی جب کہ اُس نے مہم یروشلیم کی خبر سُنی اور یہ عہد کیا کہ اگر خدا (تعالیٰ) نے اُسے تندرستی بخشی تو اس مہم مین شریک ہوگا۔ ولیم باشندہ مامسبری کہتا ہے کہ جس وقت اُس نے یہ عہد کیا اُس کی قوت عود کرنے لگی یہان تک کہ فوراً افاقہ پاکر تمام آلام اسقام کو اسنے اعضا وجوارح سے جھٹک کر دور کر دیا اور سینہ تان کر کھڑا ہو گیا گویا اتنی مدت کی علالت کے بعد اب پھر نئے سر سے اُسے جوانی ملی۔ یہ مہم گویا اُسکی مدتون تمناؤن کی ماحصل تھی۔ ابھی حروب صلیبیہ کا وعظ بھی شروع نہین ہوا تھا کہ مدتون پہلے اس نے زیارت بیت المقدس کی تمنا ظاہر کی تھی لیکن اس طرح پر نہین جیسے معمولی زائر جایا کرتے ہین بلکہ ایک بہت

بڑی فوج کے ساتھ۔

گاڈفری کے نام کے ساتھ اسکے بھائی بالڈون - بالڈون کوہستانی - ہیوغ - کونٹ آف سینٹ پال - کونٹ آف گرے - رینارڈس - کونٹ آف طیولنسس وغیرہ مختار امرا کے نام بھی قابل ذکر ہین جنھون نے خود معہ اپنے ہمراہیون کے ایسے عظیم الشان سپہ سالار کے جھنڈے تلے صف آرا ہوکر لڑائی مین حصہ لیا تھا۔ [۱]

یہ تمام بڑے بڑے سپہ سالار اپنے اپنے راستہ سے کوچ کر گئے تھے یہان تک کہ میدان ہاے بتھینیا (Plains of Bithynia) مین پہونچے جہان اُن سبھون کے ہمراہیون کا ایک بہت بڑا لشکر بن گیا۔ اس کوچ کی ابتدا ۱۵ اگست ۱۰۹۶ء سے شروع ہوئی تھی اور حسن خوبی اور قاعدہ سے اُس زمانہ کی فوجین نقل و حرکت کرتی تھین اس فوج کی نقل و حرکت بھی اسی طرح باضابطہ قائم رہی اس لحاظ سے اگر اسکا مقابلہ ان دیوانی جماعتون سے کیا جائے جو اُنکے پہلے روانہ ہوئی تھین تو زمین آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔

اس مہم کی خبر اُس وقت تک کسی کو نہین ہوئی جب تک گاڈفری کی فوجین بادشاہ ہنگری کی قلمرو تک پہونچ نہ گئین۔ یہان اُنکی نظر ان دیوانی جماعتون کی غیر مدفون لاشون پر پڑی جو مرسبرگ کے قریب قتل ہوئی تھین۔ یہ ایک عجیب خوفناک نظارہ تھا۔ گاڈفری نے نہایت اطمینان سے معاملے کی تحقیقات شروع کی اور فوراً سفیرون کو بادشاہ کے پاس بھیجا کہ اس کی وجہ کیا ہے۔ بادشاہ ہنگری کو یہ یقین دلایا گیا کہ جو سزا ان لوگون کو ملی اگر اسکے وہ درحقیقت مستحق تھے تو بلا اظہار ناخوشی اسکا فات عمل پر صبر کیا جائے گا لیکن اگر یہ بات ظاہر ہوئی کہ معصوم بیگناہون کو بلا وجہ قتل کیا گیا ہے تو حامیان صلیب کسی طرح درگزر نہ کرینگے اور ضرور اپنے بھائیون کے خون کا بدلا لین گے بہرحال جو جوابات کارلومین نے دیے اس سے صلیبیون کا اطمینان ہوگیا اور باہمدگر اظہار وفاداری کرکے بادشاہ ہنگری سے رخصت ہوے اور امن و امان کے ساتھ پھر اپنی راہ اختیار کی۔

یونانی شاہنشاہون کو کبھی ان محاربین صلیبی سے دلی ہمدردی نہ تھی اس مین شک نہین کہ انھون نے اہل مغرب کی مدد کی خواستگاری اپنے اور اُنکے دشمن ترکون کے مقابلہ مین کی تھی لیکن

---

[۱] گیبولی المس ٹائی ری آئی جلد دوم باب اول گووی برٹش جلد دوم باب دوازدہم - رابرٹس مونیکس جلد اول - ولیم اشندہ ما مسبری جلد چہارم صفحات ۷ ۴ - ۴۸ - ۴۷ - طسو کی کتاب خلاصی یروشلیم جلد اول صفحہ ۸ - جلد سوم صفحہ ۵۹

[۲] گیبولی المس ٹائی ری آئی جلد دوم باب اول۔

اُنھین وہم و گمان بھی نہ تھا کہ تمام یورپ ٹڈی دل کیطرح اس جنگ کے واسطے ہتھیار لیکر اُٹھ کھڑا ہوگا اور جب
اُنھون نے اس نقل و حرکت کی وسعت پر نظر کی اور ان بڑی بڑی فوجون کو دیکھا جو اُنکی قلمرو مین سے
گزرین تو اُنھین اپنے ان عیسائی دوستون سے اسیقدر اندیشہ پیدا ہونے لگا جسقدر مسلمان
حملہ آورون سے تھا۔

فولر اپنی سیدھی سادی زبان مین اس طرح تصویر کھینچتا ہے کہ وہ "اُنھین گمان ہوا کہ ان مغربی
عیسائیون نے برائے نام تو یروشلیم پر حملہ آوری کی ہے لیکن درحقیقت مقصود قسطنطنیہ کو چشم
زخم پہونچانا ہے"۔ اس خیال سے الکسیس نے دورنگی حکمت عملی سے کام لینا چاہا یعنی ایک طرف
تو مجاہدین صلیبی کو ہاتھون ہاتھ لیا جاے اور دوسری طرف اُن سے زبردستی اس بات کا
عہد کرالیا جاے کہ اُسکی حکومت کے ساتھ دوستی اور وفاداری ملحوظ رکھی جائیگی جس کام کا اُنھون نے
بیڑا اُٹھایا ہے اُسمین صلیبیون کی بہت ہمت افزائی کیجاے لیکن سرانجام کار مین جہانتک ہوسکے
دراندازی ہوتی رہے۔ شاہنشاہ بظاہر ہر طرح انکی مدد کرتا رہے لیکن ساتھ ہی جہانتک
ہوسکے انکی کامیابی مین مخل بھی ہوتا رہے۔ ایک پُرانا انگریز مذہبی مورخ کیا خوب کہتا ہے
کہ "گو اُسکے دل کے اندر ایک طوفان بپا تھا لیکن چہرہ ایسا بنا رکھا تھا کہ گویا سب طرح امن و عافیت
ہے اور جب اُسنے دیکھا کہ اُسکے مہمان اتنے قوی ہین کہ اپنی خاطر خود کراسکتے ہین تو اُسنے محبت سے
نہین بلکہ زیادہ تر خوف سے اُنکی آو بھگت کرنی شروع کی"[1]

ان چارون کا اثر سب سے پہلے جسپر مترتب ہوا وہ ہیوغ اعظم تھا کیونکہ یہی سب سے پہلے
سلطنت قسطنطنیہ مین پہونچا۔ اُسنے اطالیہ کے راستے سفر کرنا اختیار کیا تھا اور بحر ایڈریاٹک کو
عبور کرکے بمقام ڈیورازو جہاز پر سے اوترا۔ اُسوقت اُسکے ہمراہ صرف تھوڑی سی فوج تھی اور
اُن لوگون کے آنے کا انتظار تھا جو عقب مین آنے والے تھے۔ اس مقام پر ہیوغ کچھ عرصہ تک
نہایت اطمینان کے ساتھ ٹھہرا رہا۔ اُس وقت الکسیس نے خیال کیا کہ اگر اس موقعہ پر ان
بڑے سردارون مین سے جنھون نے اسکے ملک مین قدم رکھا ہے اُسنے سب سے پہلے سردار سے
جو مرتبہ اور اثر کے لحاظ سے سب سے زیادہ ممتاز ہے عہد فرمانبرداری لے لیا تو باقی جو رہ جائینگے
اُنسے بھی ایسا ہی عہد لے لینا اک امر یقینی ہوجائے گا۔ اس بنا پر اُسنے ہیوغ کو گرفتار کرنے کا
حکم دیا چنانچہ اُسکے لوگ ہیوغ اعظم کو قید کرکے قسطنطنیہ لے گئے بعض کہتے ہین کہ پابجولان لیگئے

[1] ولیم باشندہ مامسبری جلد چہارم باب دوم صفحہ ۳۱۸ -

نہ کرے اور نہ کوئی دنیادار بغیر اپنے مادر ۔۔۔

اور بعض کہتے ہین کہ اُسکے اعلیٰ مرتبہ کے موافق پوری عزت و آبروسے لیگئے [1]

ہیوغ کی خوش نصیبی سے اسوقت گاڈفری بھی کوچ کرتا آرہا تھا اور فلی پو پو لا ئی (Philippopolis) تک پہونچ گیا تھا کہ اُسے ہیوغ اعظم کی گرفتاری کی خبر معلوم ہوئی اس خبر کے سُنتے ہی بسرعت تمام اُسنے شاہنشاہ کی خدمت مین پیامبر بھیجے کہ فوراً ہیوغ کو چھوڑ دیا جاے اور خود اپنی فوج لے کر اڈریانوپل کی طرف روانہ ہوا۔ پیامبر انکار کے ساتھ مایوس واپس ہوے۔ یہ دیکھکر گاڈفری نے اپنے سپاہیون کو حکم دیا کہ تمام ضلع لوٹ لین یہ لوٹ مار صرف آٹھ ہی دن تک رہی تھی کہ الکسیس ڈرگیا اور قیدی کے رہائی کی درخواست قبول کرلی۔ ہیوغ کی رہائی کی خبر پاکر گاڈفری نے اپنے سپاہیون کو قتل و غارت سے باز رہنے کا حکم دیا۔ اس حکم کی تعمیل سے معلوم ہوتا تھا کہ اسکا طریقہ کس قدر اعتدال پسند اور اسکی فوج مین پابندی قواعد کس قدر سخت ہے۔ اب گاڈفری بھی اپنی پوری فوج لے کر نہایت تزک و احتشام کے ساتھ قسطنطنیہ کی شہر پناہ تک پہونچ گیا۔

ہیوغ اعظم اپنے نجات دہندہ کے آنے کی خبر سُن کر ملنے کے لیے بے تحاشا باہر نکل آیا۔ شاہنشاہ الکسیس بھی گاڈفری کے آہن پوش سپاہیون کو دیکھکر ہیبت زدہ ہوگیا اور ملاطفت و دوستی کے راستے ڈھونڈنے لگا چنانچہ ابھی مشکل سے ہیوغ و گاڈفری کی باتین ختم ہوئی ہونگی کہ شاہنشاہ کا پیامبر بھی آپہونچا اور سرعسکر اور اُسکے افسرون سے درخواست کی کہ اپنی فوج کو بیرون شہر چھوڑ کر اندر محل مین تشریف لیچلیے۔ گاڈفری نے اس دعوت کو قبول کرنے سے قطعی انکار کردیا اور جبتک کہ الکسیس نے اپنے لڑکے کو یرغمال مین نہین بھیجا کسی طرح اس کی بات تسلیم نہین کی۔ کچھ عرصہ تک بادشاہ یونان کو گاڈفری سے عہد فرمانبرداری کے حصول مین دیر لگی مگر آخر کار اُسے کامیابی ہوئی اور باہم یہ طے پاگیا کہ یروشلیم کو چھوڑ کر محاربین صلیبی جو کوئی ایسا ملک یا شہر ترکون سے فتح کرینگے جو ایک زمانہ مین سلطنت یونان کے قبضہ مین رہا ہو تو وہ الکسیس کو دیا جاے گا اور الکسیس اسکے معاوضہ مین محاربین کو ہتھیار دے گا۔ جہاز پر انکا سامان لا ئے گا اور لیجا ئیگا اور دوسری ضروریات مہم مہیا کرتا رہے گا۔ ان تعلقات مین یہانتک ترقی ہوئی کہ ایک خاص دن گاڈفری کو شاہنشاہ کی فرزندی کا اعزاز عطا ہوا۔ شاہی لباس اس کے زیب بر کیا گیا اور شاہنشاہ نے کھڑے ہو کر اُسے اپنا فرزند کہکر خطاب کیا اور برا ے نام

[1] گیبولی الیس ٹا ئی ری آئی جلد دوم باب چہارم۔ گیبولی بریٹش جلد دوم باب نوزدہم۔

ممالک محروسہ بھی اُسکے قبضۂ اقتدار مین دیدیے جب یہ رسم ختم ہوگئی تو الکسییس نے خزانون کے منھ کھول دیے اور ڈیوک (گاڈفری) اور اُسکے ہمراہیون کو مالا مال کر دیا[1]

اس زمانہ مین قسطنطنیہ عجیب تماشہ گاہ بنا ہوا تھا اور ایسا منظر نظر آتا تھا کہ اتنی قلیل مدت مین دنیا کے کسی شہر مین کبھی نظر نہ آیا ہوگا - مغرب کی ذی جبروت فوجین اُسکے دروازے پر خیمہ زن تھین اور اندرون سلطنت مشرق سے نہایت تزک و احتشام کے ساتھ گزر کر رہی تھین - اس سے زیادہ شان و شوکت کا سین بہت کم فوجون کی نقل و حرکت مین نظر آیا ہوگا - ابھی گاڈفری اور ہیوغ اپنے ہمراہیون کے ساتھ قسطنطنیہ مین رنگ رلیان منا رہے تھے کہ ایک دوسری جماعت محاربین صلیبیہ کی آمد کی خبر پہونچی - یہ سُنکر سب نے فوراً ہی کوچ کی تیاریان شروع کین اور زر و سیم و جواہرات سے لدے پھندے اور ریشمی پارچہ جات بیش قیمت ظروف سے مالا مال جن کی دہات اسی قدر قیمتی تھی جتنی کہ اُن کی دستکاری عمدہ اور نفیس تھی درہیلسپانٹ (Hellespont) کو عبور کرکے میدانہاے بتھینیا (Bithynia) پر خیمہ زن ہوے -

بوہمانڈ اور ٹانکریڈ اسکے بعد قسطنطنیہ پہونچے - انکے بعد ہی ریمانڈ وغیرہ بھی داخل ہوے الکسییس نے اپنی وہی حکمت عملی جاری رکھی اور جس طرح انکے متقدمین کے ساتھ برتاؤ کیا انسے بھی کیا اور تمام محاربین صلیبی نے سواے ٹانکریڈ اور ریمانڈ کے یکے بعد دیگرے وہ حلف لیا جو اُس نے دیا - ٹانکریڈ نے جب دیکھا کہ سب سے حلف لیا جا رہا ہے اور وہ خود حلف لینا نہین چاہتا تو چپکے سے ہیلسپانٹ کو عبور کرکے گاڈفری کی افواج سے جا ملا - مگر ریمانڈ نے بہت شد و مد سے مقابلہ کیا اور کہا کہ ہم یہان سواے حضرت عیسیٰ مسیح کے جنکی راہ مین ہم نے اپنا مالک و وطن ترک کیا ہے اور کسی مالک کی اطاعت کرنے نہین آئے ہین اور اگر شاہنشاہ اس ارض مقدس کی سرداری

---

[1] گیبولی المس تاریخ آلیکر جلد دوم باب پنجم -

یہ رسم فرزندی محض ایک قسم کی رسم قیام اتحاد کہی جا سکتی ہے جو فریقین باہم ایک دوسرے کو باپ اور بیٹا بنا کر ادا کیا کرتے ہین - اس لیے یہ رسم بھی اس موقع پر محض اعزازی تھی - اس سے لڑکے کو باپ کے مال و جائداد مین وراثہ پانے کا کوئی حق حاصل نہین ہوجاتا - رسم مختلف شکلون مین ادا ہوا کرتی تھی بعض صورتون مین جو شخص تبنی کرتا تھا اپنا کُرتا یا چوغہ اس شخص کو اُڑھا دیا کرتا تھا جسے وہ تبنی کرتا تھا اور اس طریقہ پر گویا یہ بات ظاہر کرتا تھا کہ وہ آخر الذکر کو اپنی اولاد کی طرح سمجھتا ہے - ۱۲ ڈوکانجی ان جائن وائل جلد دوم صفحہ ۱۲۸ -

سُنا کرے اور نہ کوئی دنیادار بغیر اپنے مادری

کرنے پر راضی ہوتا ہے تو بسر و چشم اُسکی ماتحتی ہم بھی بہ فوج کرینگے ورنہ اور کسی صورت مین اطاعت قبول نہین کر سکتے - الکسیس نے اس جواب سے اطمینان ظاہر کیا اور ریمانڈ امیر طولوس پر بھی دوسرون کی طرح مراتب خسروانہ اور نوازشات و عنایات کی بھرمار ہونے لگی - تھوڑے عرصے تک وہ بھی محلات شاہی کی اس شان و شوکت اور عیش و عشرت مین مہمان رہا [۵۱]

مجاہدین صلیبی کا قسطنطنیہ مین یہ تھوڑے دن کا قیام بمقابلہ دیگر مصائب مہم کے سب سے زیادہ مصیبت ناک تھا - الکسیس کی سازشانہ طبیعت نے جو اختلافات اور رشک و حسد کے خیالات اُنکے دلون مین پیدا کر دیے تھے اُنسے نجات کبھی نہ مل سکی - اسکے علاوہ لوگون کی ادنی ادنی اغراض - بڑی بڑی بحثون اور تجویزون اور بعض بعض لوگون کی خاص خاص ترقی اور سرفرازی نے رشک و حسد کی آگ بھڑکا کر انکے کام مین سب سے زیادہ رخنہ اندازی کی اور تمام جوش و خروش کو سرد کر دیا اور وہ کمانی جو اسوقت جوش مذہبی سے نہایت زور کے ساتھ حرکت کر رہی تھی ڈھیلی پڑ گئی - دربار یورپ کے سب سے بڑے دربار کا سامان عیش و نشاط اور شاہانہ مہمانداری بھی اپنا اثر کیے بغیر نہ رہی - جو لطف کہ ان مجاہدین صلیبی کو قسطنطنیہ مین حاصل ہوا تھا اسکی یاد فلسطین کے مصائب کے مقابلہ مین نہایت تکلیف دہتی تھی اور خود ان متبرک ممالک کی یاد سے بھی زیادہ جہان سے اُنھون نے سفر کا آغاز کیا تھا تیر و نشتر کا کام دیتی تھی [۵۲]

آخرکار مجاہدین صلیبی کی یہ سب فوج میدان ہاے ایشیا پر جمع ہوئی - اسکی تعداد سات لاکھ تھی اور ایک ایسا نظارہ پیش کرتی تھی جس سے زیادہ زرق برق اور شاندار کہین نہ نظر آیا ہوگا - آسمانی اور طلائی اور دیگر شوخ رنگا رنگی پھریرون نے (کیونکہ ہر والی ریاست کو میدان مین اپنا جھنڈا رکھنے کا حق حاصل تھا) عیسائیون کی قطار در قطار فوج کو ایک ایسا شاندار منظر بنا دیا تھا جس سے زیادہ کبھی نظر نہ آیا ہوگا - نائٹون کی ہتھیارون کی چمک نے اس سین کو اور دوبالا کر دیا تھا - جیسی جیسی مختلف قومین ویسی ویسی مختلف الالوان وردیان تھین بعض چار آئینہ پہنے ہوئے تھے اور بعض کے جسم پر زرہ بکتر تھی - جو لوگ نائٹ تھے انکی زرہین تمام جسم کو ڈھانکے ہوے تھین جنمین فولادی حلقون کا کرتہ - موزے - جوتے اور دستانے بھی شامل تھے -

---

[۵۱] گیبن الکس ثانی رہوڈ آئی لینڈ جلد دوم باب دوازدہم - گزی برٹش جلد دوم باب نہم - ریمانڈ ڈی اگیلیئر ہسٹوریا صفحہ ۱۴۰ - بالڈرک کبس جلد اول - ولیم باشندہ ماسبری کی کتاب صفحہ ۴۱۸ -

[۵۲] ہسٹری آف شیولری مصنفہ جی پی آر جیمس اسکوائر صفحہ ۹۰ -

خودون مین بعض کے حلقہ دار آہنی چادر پشت پر پڑی ہوئی تھی۔ ڈھالین جنپر اگر خاندانی نشانی بنی ہوئی نہین تھی تو کچھ نہ کچھ علامت ضرور موجود تھی۔ نیزے تلوار اور گرز یہ سب ہتھیار حملہ اور دفع حملہ کے ہتھیار تھے[1]

قسطنطنیہ سے یروشلیم تک کوچ نہایت طویل اور پراز دقت تھا۔ انھین بہت ماہ گذر گئے مشرقی آفتاب کی چلچلاتی دھوپ مین یہ تمام سفر کرنا پڑا۔ غنیم بھی برابر بے اندازہ فوج کے ساتھ افواج صلیبی کے مقابلہ کے لیے آتے رہے۔ جتنا زیادہ صلیبی آگے بڑھتے جاتے تھے اتنا ہی زیادہ غنیم کی فوج کی تعداد کثیر اور قوی ہوتی جاتی تھی اور یہ خود اس مقام سے جہان سے سامان و رسد فوج حاصل کرسکتے دور پڑتے جاتے جاتے تھے۔ قحط اور وبا نے بھی انکی فوج مین اپنا عمل غارت گری جاری رکھا۔ یہ واقعی ایک دلچسپ اور سبق آموز طریقہ ہوگا اگر اس مہم کے کل واقعات کو تفصیل وار بیان کیا جاے مگر گنجائش اسقدر کم ہے کہ سواے تین بڑے بڑے واقعات کو مختصراً ذکر کرنیکے زیادہ لکھا نہین جاسکتا۔ یہ واقعات محاصرہ نیقیہ (نائیس) جنگ دوریلیم اور محاصرہ انطاکیہ سے تعلق رکھتے ہین۔

جون کے مہینے مین محاربین صلیبی کی پہلی جماعت نیقیہ (نائیس) پہونچی۔ اس شہر کو قدرت و صنعت دونون نے بہت مضبوط بنادیا تھا اور مہم کے شروع ہی شروع مین اسے فتح کرلینا گویا صلیبیون کی قابلیت اور قوت دونون کا بہت سخت امتحان کرنا تھا۔ یہان کی دقتون نے انھین بتادیا کہ جس مہم پر جارہے ہین کامیابی حاصل کرنے مین کسقدر عملی دقتون کا سامنا پڑیگا۔ شہر کے مضبوط مقامات کو انھون نے حیرت و استعجاب سے دیکھا لیکن انکی ہمت پست نہین ہوئی اور ایکدم سے حملہ کردینے کا ارادہ کیا۔ حملہ آور دیوارون تک پہونچنے پاے تھے کہ دشمنون کے زہر آلود تیرون کی ایسی بارش ہوئی کہ انھون نے اپنی جلد بازی پر افسوس کرکے محاصرہ شہر شروع کردینے کا عزم کیا[2] چند ہفتون محاصرہ رہا۔ ترک بے انتہا زیادہ استقلال اور تحمل سے مقابلہ کرتے رہے۔ باہر سے کمک ملنے کی امید نے ترکون کی امیدون کو اور بڑھا دیا۔ اور اسمین شک نہین کہ انکی امیدون کے موافق سلطان سلیمان ایک بہت بڑی فوج کو لیے ہوے جو بالکل فولاد

[1] ہسٹری آف شیولری مصنفہ جی-پی-آر جیمس اسکوائر صفحہ ۱۸۱- فولر کی تاریخ جنگ مقدس جلد اول باب شانزدہم۔ گیبن کی المسن ٹائی ریجی آئی جلد دوم - البرٹش جلد دوم باب اسم۔

[2] البرٹس جلد دوم - ابواب بست و یکم بست و یکم و سی و دوم۔

بے سے لدی تھی اور جسکے اکثر ممتاز افسر طلائی خود پہنے اور طلائی ڈھالین پس پشت ڈالے تھے پہاڑون سے جلدی جلدی اوترتا نظر آیا۔[51]

دونون فوجون نے ایک دوسرے کو باہم استعجاب و حیرت سے دیکھا۔ ترکون کو پطرس اور والٹر کے ہمراہیون کی گوشمالی خاص طور پر یاد تھی اور انھین خیال نہین تھا کہ اس عمدہ باقاعدہ فوج کے ساتھ صلیبی مقابلہ کے لیے آئینگے۔ جنکی زرہ بکتر اور منقش و مزین ڈھالون پر جو آفتاب کی شعاع مین جگمگا رہی تھین اور لمبے لمبے نیزون پر جو اُنکے ہاتھون مین تھے اُنھین کچھ حیرت سی ہوئی[52]

صلیبیون کی فوج بڑے نازک مقام پر تھی۔ اب سلطان سلیمان نے ایک طرف سے حملہ کیا اور محصورین نے بھی شہر سے نکلکر دوسری طرف سے حملہ کیا۔ لیکن عیسائی شیرون کی طرح جرات سے لڑے اور آخر کار کامیاب ہوے۔

اس فتح کے بعد شہر کا محاصرہ اور زیادہ زور کے ساتھ شروع کیا گیا آخر کار مسلمان تحمل نہ کر سکے اور شہر فتح ہوگیا لیکن مفتوحین نے ان مغربی صلیبیون کے سامنے ہتھیار نہین ڈالے بلکہ شاہنشاہ قسطنطنیہ الکسیس کے سامنے سر جھکایا جسکے جھنڈے کا دیوارون پر لہلہانا اس بات کی علامت تھی کہ اب لڑائی بند ہوگئی ہے۔ اس معرکہ مین سات ہفتہ گزرے اور بہت سخت مقابلے ہوے اور کثرت سے جانین ضائع ہوئین لیکن پھل جو ملا وہ صرف یونانیون نے کھایا۔ صلیبیون کو اس نتیجہ پر ایک طرح کی مایوسی نے آگھیرا لیکن چونکہ کوئی علاج نہ تھا۔ مجبور ہوکر چپ ہو رہے اور جو تحفہ تحائف شاہنشاہ نے بھیجے تھے اُنھین قبول کرکے بظاہر اپنی خدمات کا اعتراف سمجھا لیکن درحقیقت اپنے غصہ کی آگ کو فرو کیا۔[53]

یہان سے اُنھون نے پھر اپنی فوجون کی باقاعدہ صف بندی کرکے کوچ شروع کیا لیکن ایک ساتھ نہین بلکہ جدا جدا جماعتین بناکر تاکہ گزشتہ کارنامون سے زیادہ وسیع پیمانے پر قتل و غارت کرتے چلین۔ سلطان سلیمان پھر اپنی فوجون کو اکٹھا کرکے دو لاکھ کی جمعیت سے عقب مین روانہ ہوا۔ بوہمنڈ کے زیر کمان دستہ سب سے کمزور تھا اسی پر اُسنے حملہ کیا اور ایسا غضب کا مینھ تیرون کا برسایا کہ غنیم کی ایک بہت بڑی تعداد قبل اسکے کہ اُنکے بھائی مدد کے لیے آئین

---

[51] البرٹش جلد دوم باب بست و ہفتم۔ [52] البرٹش جلد چہارم باب ششم۔ [53] گیولی المس ٹائری جلد سوم الهواب سوم و دوازدہم۔ ولیم باشندہ مامسبری کی کتاب جلد چہارم باب دوم صفحہ ۲۲۸۔

قتل ہوکر موت کے گھاٹ لگی - آخر کار گاڈفری - ہیوغ اور ریمانڈ کی شکلین نظر آئین اور ایک سخت خونریز ہنگامہ برپا ہوا - کشتون کے پشتے لگ گئے - کبھی ترک جیتے کبھی عیسائی جیتے مگر انجام کار سپاہیان یورپ کو فتح حاصل ہوئی اور مسلمان اپنے خیمہ وخرگاہ چھوڑکر فرار پہ مجبور ہوئے[۵۱] اس جنگ کو جنگ ڈوری لیوم (Dorylaeum) کہتے ہین - اسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ وادی جہان یہ ہوئی تھی اسی نام سے موسوم تھی - اس مین بے انتہا کشت وخون ہوا - فرانسیسیون کے "ادنیٰ طبقہ" مین سے قریب چار ہزار کے مارے گئے اور قریب قریب اسیقدر ترکون کے "درجہ اعلیٰ" مین سے قتل ہوے کم سے کم لاطینی مورخان جنگہاے صلیبی کا یہ بیان ہے[۵۲] ترکون کا مال واسباب جو غنیمت مین ہاتھ آیا اسنے انکی مشقت ومحنت کی بہت کچھ تلافی کردی - رابرٹ راہب بیان کرتا ہے "اتنا سونا چاندی اور کپڑے ہاتھ آئے کہ بیان نہین کیا جا سکتا - اتنے گھوڑے - خچر اور گدھے کہ شمار سے باہر ہے - غریب چشم زدن مین امیر ہوگئے اور ننگے کپڑے پہنے لگ گئے"[۵۳]

محاربین صلیبی کے کوچ کے ذکر سے ہم قطع نظر کرتے ہین جسمین ہزارہا آدمی اور گھوڑے پیاس کی شدت سے ہلاک ہوگئے اور انھین اب اکتوبر کے مہینے مین شہر انطاکیہ کے سامنے پاتے ہین - بظاہر شہر کو دیکھکر معلوم ہوتا تھا کہ یہ مسخر نہین ہوسکتا[۵۴] اس لیے بعضون نے راے دی کہ موسم بہار تک حملہ کو ملتوی کیا جاے - بعض نے کہا نہین فوراً تسخیر شہر کی کوشش کرنی چاہیے "خدا کی طاقت جسنے اسوقت تک ہمین کامیابی عطا فرمائی ہے اب بھی ہمارے سپرد سنان کا کام دے گی اور جب خدا کی ہم پر یہ مہربانی ہے تو ہمین بادشاہون یا مقامات یا زمانہ کسی سے خوف نہ کرنا چاہیئے"[۵۵]

آخر کار عہدہ داران عساکر نے اُن تمام دقتون کو محسوس کرکے جو حصول فتح مین سامنے آنیوالی تھین اور بعض جماعتون کی بزدلی کا اندازہ کرکے حفظ ماتقدم کے لحاظ سے یہ تدبیر کی کہ ہر ایک سے حلف لیا جاے کہ جبتک طاقت یا مکر کسی صورت سے شہر فتح نہو جاے محاصرہ سے ہاتھ نہ اٹھائینگے

غرض کہ حالات مندرجہ بالا پر نظر کرکے فوراً محاصرہ کی تیاریان شروع ہوگئین قلعہ جات

---

۵۱ گیبولی الملس ثائی ری آئی جلد سوم باب سیزدہم - آلبرٹس جلد دوم ابواب (۲۸) - (۴۱) و (۴۲) - دلیم باشندہ مامسبری کی کتاب صفحہ ۴۲۸ -

۵۲ گیبولی الملس ثائی ری آئی جلد سوم باب پانزدہم - ۵۳ رابرٹس مونکس جلد سوم - ۵۴ دلیم باشندہ مامسبری کی کتاب صفحہ ۴۳۱ گیبولی الملس ثائی ری ری آئی جلد چہارم باب سیزدہم - ۵۵ ہسٹوریا ریانڈیز ڈی ایجیلیز - ۵۶ دلیم باشندہ مامسبری کی کتاب صفحہ ۴۳۱ -

نہ کرے اور نہ کوئی دنیادار بغیر اپنے پادری کے

تعمیر کیے گئے اور لڑائی کے ہتھیار بنائے گئے اور استعمال ہونا شروع ہوئے لیکن یہ سب بے سود ثابت ہوا۔ سات ماہ ہو گئے اور شہر والون کے قدم نہ ڈگے۔ اس زمانہ مین ترکون اور عیسائیون مین چھوٹی موٹی جھڑپ کبھی کبھی ہوتی رہی۔ ترکون نے بھی انتقام و تکلیف دہی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا کہا جاتا ہے کہ عیسائیون نے اس زمانہ مین بہت سے ایسے کام کیے جو انکی فوج کے لیے باعث فخر تھے اور انکے بڑے بڑے سردارون کی قوت کے تو حیرت انگیز افسانے سنے جاتے ہین۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ ایکمرتبہ ڈیوک گاڈفری نے ایک کافر کو جو زرہ بکتر سے آراستہ تھا ایک وار مین دو ٹکڑے کر دیا[۱]

محاصرہ کے مصائب و تکلیفات کا اثر بمقابلہ محصورین کے محاصرین پر زیادہ ظاہر ہونے لگا۔ کھانے پینے کی چیزین سب ختم ہو گئین اور فاقون کی نوبت آگئی۔ امیرون اور غریبون دونون کی ایک خاصی تعداد بھوک کی نذر ہوئی حتی کہ چمڑے کو پانی مین بھگو بھگو کر کھانے کی نوبت آگئی۔ ایک بیل جو ابتداے محاصرہ مین بمشکل پندرہ شلنگ کو ملتا تھا اب اسکی قیمت چار پونڈ تک پہنچ گئی مشکل سے چوبیس ۲۴ شلنگ مین گھوڑے کے لیے صرف ایک رات کا دانہ چارہ مہیا ہو سکتا تھا۔ سوار جنکی تعداد شروع محاصرہ مین ستر ہزار سے زیادہ تھی کرسمس (بڑے دن) کے بعد صرف دو ہزار رہ گئی[۲] ایک مرتبہ بھوک کی شدت سے سپاہیون پر ایسا وقت آگیا تھا کہ مقتولین کی لاشین تک کھا جانے مین اُنھون نے دریغ نہین کیا۔ بیماری نے بھی جو کچھ تو قحط کی وجہ سے اور کچھ پڑوس کی کیچڑ اور دلدل کے زہر آلود بخارات سے پیدا ہو گئی تھی بہت سون پر ہاتھ صاف کیا۔

صلیبیون پر اب قریب قریب مایوسی طاری ہونے لگی اور بہت سے تو چھوڑ کر چل دیے[۳] لیکن آخرکار مکر کام آیا اور وہ کر دکھایا جو زور و طاقت سے کبھی حاصل نہین ہو سکتا تھا قلعہ مین ارمنی نسل کا ایک امیر فیروز نام تھا اسکی اور اسکے دو بھائیون کی نگرانی مین تین قلعہ انطاکیہ کے پھاٹکون سے متصل تھے۔ اس سے بوہمانڈ نے خفیہ خط و کتابت کی صورت نکالی۔ غرض کہ امیر طارنطم (بوہمانڈ) نے اس شخص سے بڑے وعدے دیکر یہ عہد لیا کہ وہ شہر کو اسکے سپرد کر دیگا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنے لڑکے کو بوہمانڈ کے پاس طمانیت کے طور پر اول مین بھیجدیا تھا۔ اس مکر کو نہایت احتیاط کے ساتھ بوہمانڈ نے اپنے ہمراہیون پر ظاہر کیا اور کہا کہ مین صرف اس شرط پر یہ کام انجام دونگا کہ فتح کے بعد شہر کا قبضہ اور حکومت میرے حوالہ کی جاے جس پر

[۱] راہبر لٹس مونیکس۔ [۲] گیبولی الفس ٹائی ری آئی جلد چہارم باب (۱۷)۔ [۳] ایضاً ابواب ۲۰ و ۲۱۔

سب نے رضامندی ظاہر کی [1]

اب نیرونز کو اطلاع دیگئی کہ بوہانڈ وعدے پر آنا چاہتا ہے۔ چنانچہ سات سو نائٹ کا منتخب دستہ تیار کیا گیا اور رات کی سنسان خاموشی میں فصیل شہر کے قریب آہستہ آہستہ روانہ ہوا۔ پہلے ایک تفری سپاہی بھیجا گیا کہ اس نے دغاباز سے بات چیت کر آئے۔ غرض کہ سامان اچھی طرح پہنچنے ہوئی سیان اور سیڑھیاں شہر پناہ سے نیچے لٹکادی گئیں۔ لیکن صلیبیوں کو کچھ دھوکے کی بو معلوم ہوئی اور انھون نے چڑھنے سے انکار کیا۔ مگر خود بوہانڈ چڑھ گیا۔ پھر بھی کسی نے اسوقت تک اسکے پیچھے آنے کی ہمت نہین کی جبتک صحیح سلامت اُسے واپس دیکھ نہ لیا۔ اسکے بعد انکی ہمت بندھی اور سب چڑھنا شروع ہوے اب ایسی بے صبری اور گھبراہٹ پیدا ہوئی کہ صرف سات آدمی فصیل پر چڑھنے پاے تھے کہ سیڑھی ٹوٹ گئی لیکن سیڑھی فوراً درست کرلی گئی اور جو لوگ باقی رہ گئے تھے وہ بھی اوپر چڑھ گئے۔

مشکل سے ابھی یہ لوگ اوپر پہونچے ہونگے کہ طلایہ کی مشعل انکی طرف بڑھتی نظر آئی۔ رات کی تاریکی نے انھین پوشیدہ رہنے مین بہت مدد دی یہ لوگ چپ چاپ اسکے منتظر رہے اور قبل اسکے کہ سپاہی چیخے یا چلاے موت کی خاموشی سے فوراً اسکا مُنھ بند کردیا گیا۔ اسکے بعد فوراً انھون نے مورچہ ہاے مینار پر قبضہ کرکے محافظین کو تہ تیغ کیا۔ بوہانڈ کا سرخ پھریرا فوراً نصب کردیا گیا اور شہر کے دروازے کھول دیے گئے۔ اور صلیبیون کی فوج یہ نعرے لگاتی کہ "خدا کی یہی مرضی ہے"۔ "خدا کی یہی مرضی ہے" شہر مین داخل ہوئی۔ ترک بیخبر پڑے سوتے تھے یہ حالت دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوے لیکن تعاقب کرنے والون کے انتقام سے جان نہ بچا سکے اور صرف ایک شب مین دس ہزار قتل ہوے جنکی لاشین سڑکون پر بے گور و کفن پڑی رہین [2]

مشکل سے ابھی عیسائیون کی خوشی کم ہوئی ہوگی کہ انھون نے اپنے آپ کو اسی حالت مین دیکھا جسمین خود مفتوحین جن پر فتح حاصل کرکے یہ شادمانی کررہے تھے پڑے ہوے تھے انطاکیہ کے باشندون نے یہ دیکھکر کہ محاربین صلیب کی ہمت کسی طرح پست نہین ہوتی۔ محاصرہ ہی کی حالت مین تمام مسلمان رئیسون کے پاس پیغام مدد بھیجے تھے [3]۔ چنانچہ قربوقا ایک ایرانی امیر بسرکردگی ستائیس سپہ سالار تین لاکھ فوج کے ساتھ آپہونچا اور قرب وجوار کے پہاڑون کے

[1] رابرٹس مونیکس جلد پنجم۔ [2] گیوبی المس ٹائر۔ ری آئی جلد پنجم۔ الواب یازدہم تا بست دہم۔
[3] ایضاً جلد پنجم باب اول۔

قریب خیمہ زن ہو کر دیوار ہائے انطاکیہ کے نیچے پہونچا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ جو لوگ پہلے محاصرہ کیے ہوئے پڑے تھے اب خود محصور ہو گئے۔ تمام احتیاطین جو محاربین صلیبی نے غنیم کے مقابلہ مین اختیار کی تھین اب خود انکے مقابلہ مین اختیار کی جانے لگین۔ علاوہ اسکے ترک خود شہر مین اتنی مدت تک محصور رہکر طرح طرح کی تکلیفین برداشت کرتے رہے تھے اور بہت کم اپنے فاتحون کی بھوک کی آگ بجھانے کے لیے چھوڑ گئے تھے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ فوراً ہی قحط شروع ہو گیا اور جو مصائب عیسائیون نے خود محاصرہ کرنے کے زمانہ مین بیرون شہر برداشت کیے تھے وہ اس زمانہ کے مصائب کے مقابلہ مین جب کہ شہر انکے قبضہ مین تھا کچھ نہین تھے۔ انھین مجبوراً اپنے گھوڑون کو مار مار کر کھانا پڑا اور یہی نہین کہ انکا گوشت کھاتے بلکہ انکا خون بھی پیتے تھے۔ فوجی اسلحہ کا چمڑا اور جانورون کی کھالین دم پخت کر کے کھانے کے کام مین لائی جاتی تھین۔ درختون کی پتیان اور سڑی ہوئی بودار ترکاریان اوبالی جاتی تھین اور کھانے کے لیے ایک پر ایک ٹوٹتا تھا۔ جتنے مصائب کہ قحط کے ساتھ ساتھ ہوا کرتے ہین سب ہی موجود تھے۔ لوگون مین کسی قسم کا صحیح امتیاز باقی نہین رہا تھا ضابطہ اور تہذیب بالائے طاق تھی۔ بدکاری۔ شہوت پرستی اور بداعمالیون کا بازار گرم تھا۔ دوشیزہ لڑکیون کا دامن عصمت وحیا اور سن رسیدہ عورتون کی حرمت وعزت کوئی انکی دست تعدی سے محفوظ نہ تھی اور ایک ساتھ دونون کو طاق پر اٹھا کر رکھدیا تھا۔ باستثناء چند جفاکش نائٹون کے جنمین گاڈفری اور ٹانکریڈ کا نام سب سے زیادہ روشن ہے سب پر ایک قسم کی مایوسی چھا گئی تھی۔ سپاہی بکثرت کھسکنے لگے تھے اور ایک مرتبہ تو یہ ہوا کہ خود افسرون کے ایک مجمع مین شہر سے بھاگ جانے کی ضرورت پر نہایت متانت وسنجیدگی کے ساتھ بحث کی گئی تھی [۵۲]

محاصرۂ شہر کے وقت جعل سازی اور مکر نے محاربین صلیبی کی مدد کی تھی جب فتح نصیب ہوئی تھی اسوقت اوہام پرستی نے دستگیری کی۔ لوگون کو سپنے نظر آنے لگے اور آوازین سنائی دینے لگین جنکی اطلاع پادریون وغیرہ سے کی جاتی رہی کہ فاقہ زدون کی ٹمٹماتی ہوئی شمعِ امید کو گل ہونے سے بچایا جائے۔ اس قسم کی سب سے اخیر اور سب سے زیادہ کامیاب کوشش جو کی گئی ہے وہ "بھالے کی ایجاد" کے نام سے مشہور ہے۔ اسکا مکروفریب بعد مین جاکر طشت از بام ہوگا۔ قصہ یون ہے کہ ایک شخص پطرس نام باشندۂ پراونس نے بیان کیا کہ اس نے حواری اندریو کو خواب مین آکر یہ واقعہ ظاہر کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ شہر کے بڑے

---

[۵۱] ولیم باشندہ مامسبری صفحہ ۴۳۱۔ [۵۲] گیبن اٹلس تاریخ آف جلد ششم باب ہفتم۔

گرجے کے ایک خاص مقام پر وہ بھالا مدفون ہے جسے سپاہیون نے حضرت عیسٰی مسیح کے پہلو مین چبھایا تھا۔ یہ بھی اُنھون نے یقین دلایا کہ اگر وہ بھالا کہین ملجاے اور فوج کے ساتھ ساتھ رہے تو غنیم کے حملے دفع ہوجائینگے اور فتح صورت دکھائےگی۔ پہلے تو اس قصہ پر کسی نے اعتماد نہین کیا لیکن آخر کار یہ راے ہوئی کہ جس جگہ کا نشان دیا ہے اُسے آخر کھود کر دیکھا تو جاے۔ اس راے کے قائم ہوتے ہی فوراً ایک جماعت کھڑی ہوگئی اور نہایت متانت و سنجیدگی کے ساتھ تلاش شروع ہوگئی۔ بھالا آخر کار برآمد ہوا اور پطرس کے خواب پر لوگ ایمان لاے۔ اس متبرک ہتھیار کے نکل آنے نے لوگون پر بہت زیادہ اثر کیا۔ اُنکے جوش و خروش کی کوئی انتہا نہ رہی اور اب سب کے سب کامیابی کے یقین سے بھرے ہوے بیچین ہونے لگے کہ کیسے جلدی جائین اور دشمنون کا مقابلہ کرین[۵۰]

پہلے پطرس راہب کو سفیر بنا کر ایرانیون کے کمپ مین بھیجا لیکن قرابوران نے نہایت حقارت کے ساتھ اُس سے برتاؤ کیا۔ واپسی کے بعد اُسنے اس برتاؤ کا جب ذکر کیا تو صلیبیون کے غصہ کی آگ اور بھڑک اوٹھی اور اُنھون نے فوراً شہر سے روانہ ہونے اور غنیم سے مٹ بھیر کرنے کی تیاریان شروع کردین۔ اُنھون نے اپنی ڈھالون کو صاف اور تلوارون کو تیز کرنا شروع کیا اور جو کچھ آذوقہ باقی رہگیا تھا اُس فوج کی زائل شدہ قوت کے درست کرنے مین صرف کیا۔ عشاے خداوندی (یوکیرسٹ یعنی "پربھو بھوج") کی رسم ادا ہوئی۔ نمازین پڑھی گئین۔ اور طرح طرح کے طریقے اختیار کیے گئے کہ سپاہیون مین جرات اور جوش پیدا ہو[۵۱] دوسرے دن صبح کو صلیبی فوج برا جماے میدان کی طرف روانہ ہوئی۔ انکی تعداد بہت گھٹ گئی تھی اور انکی زرد زرد چہرون سے قحط کے ان مصائب کا پتہ لگتا تھا جو اُنھین شہر کے اندر جھیلنے پڑے تھے۔ ہراول مین پادری اور راہب صلیبین ہاتھ مین لیے زور زور خدا سے حفاظت کی دعائین مانگتے ہوے جارہے تھے۔ مقدس بشپ پائی ([illegible]) کے ہاتھ مین مقدس بھالا تھا جو خدا کے فضل و فتح کا یقین دلادلا کر فوج کا دل اور بڑھاتا جاتا تھا[۵۲]

جس غیظ و غضب کے ساتھ عیسائی حملہ کرکے بڑھے ترکون کو یہ دیکھکر بہت حیرت اور اچنبھا ہوا۔ تاہم انکی کثرت تعداد اور عمدہ رسالہ نے بے اندازہ فائدہ دیا اور لاطینیون کا نہایت

---

۵۰ گیبولی الس ثانی ری آئی جلد ششم باب چہاردہم۔ ۵۱ ایضاً جلد ششم ابواب (۱۵) و (۱۶)۔ ۵۲ ایضاً باب (۱۷)۔ سار بلس مونیکس جلد ہفتم۔

انہ کرے اور نہ کوئی دنیادار بغیر اپنے پادری کے ...

سختی سے جم کر مقابلہ کیا۔ لیکن کسی مقابلہ سے صلیبیون کے جوش و خروش مین کمی نہ آئی۔ اکبر تیبہ متخیلہ نے اُنکے سامنے قدیم شہیدون کی صورتین کھڑی کردین جو سپاہی رہ چکے تھے اور اب کوہستانی مقامات سے اپنے اپنے چہرے اوٹھا کر غنیم پر تیر باران کرتے ہوئے جلد جلد کمک کے لیے آتے نظر آتے تھے۔ یہ دیکھ کر عیسائیون نے دوگنے جوش و خروش کے ساتھ حملہ کیا۔ ایرانیون کے دل چھوٹ گئے اور فرار ہونے لگے لاطینی اس فتح سے پھولے نہین سماتے تھے اور ہزیمت خوردہ غنیم کو جہانتک اُنکے پیدل یا سوارون سے ہوسکا قتل کیا[۱]

لڑائی ختم ہوگئی اور صلیبی بہت زیادہ شاداں ہوکر کمپ پر قبضہ کرنے کے لیے واپس ہوئے۔ جو کثرت سے سونے چاندی کے بیش قیمت ظروف۔ بیش بہا کپڑے۔ گھوڑے۔ جانور۔ جنگلی کفار اپنے پیچھے چھوڑ کر گئے تھے کہ دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ گویا ایران کی دولت انکے ساتھ یہان آگئی تھی۔ خیمے شامیانے جنمین ایرانی سردار رہتے تھے نہایت شاندار اور پرتکلف تھے۔ قزل ارسلان کا خیمہ نہایت قیمتی ریشم کا تھا جسمین گرانبہا جواہرات کا کام کیا گیا تھا۔ یہ ایک شہر کی طرح بنایا گیا تھا اسمین گلیاں۔ دور دور درختون کی قطار۔ بیچ بیچ مینار اور فصیل سے شہر سب کچھ موجود تھیں[۲] اس فتح و غنیمت سے زیادہ صلیبیون کے لیے اور کونسی فال نیک ہوسکتی تھی۔ ناامیدی کے بعد اسے مسرت نے مسعود دکھایا۔ افلاس کے بعد دولت ملی۔ قحط کے بعد فراوانی حاصل ہوئی۔ انہون نے انطاکیہ کی طرف مراجعت کی قلعہ والون نے فوراً اطاعت قبول کی اور یہان کی جمعیت کے بہت سپاہیون نے مذہب عیسوی اختیار کرلیا۔ اب جبکہ شہر مین امن و امان ہوگیا تو صلیبی اسے دوبارہ تعمیر کرنے لگے گرجون کی مرمت شروع ہوگئی۔ بت اور تصویرین لگائی گئین اور جو شان و شوکت کہ پہلے انمین تھا وہی پھر پیدا کیا۔ یونانی بطریق کو بھی اپنے قدیم اعزاز و اکرام کے مرتبہ پر پہونچا دیا گیا[۳]

اس بات کی ضرورت اب محسوس ہونے لگی کہ سپاہیون کو دم لینے اور افسرون کے آرام کے لیے کچھ وقفہ دیا جاے۔ اسلیے یروشلیم پر کوچ کرنے مین چند ماہ کی تاخیر ہوئی۔ اس زمانہ مین وبا نے پھر عیسائیون کے کمپ مین اپنا جلوہ دکھایا اور تیس تیس چالیس چالیس روزانہ موت کے شکار ہونے لگے۔ انھین مین مشہور بشپ پائی (Puy) بھی تھا جسکے مرنے کا سب کو افسوس ہوا اور جس مقام پر کہ مقدس بھالا ملا تھا وہین اسے تمام اعزاز و اکرام کے ساتھ جو اسکے مرتبہ کے شایان تھا میت کی رسمین ادا کرکے دفن کیا گیا[۴]

[۱] دیمم باشندہ ماسبری صفحہ ۴۲۱ [۲] گیولی اس ٹائی ری آئی جلد (۶)۔ باب (۲۲) [۳] ایضاً باب (۲۳) [۴] ایضاً جلد (۷) باب (۱)

سات مہینے گزر گئے اور لوگون مین بے چینی کے آثار ظاہر ہونے لگے کہ کیسے جلد مہم کا خاتمہ ہو۔ اس طول طویل زمانہ سے اُکتا کر اور انطاکیہ کو پس پشت ڈال کر بے تحاشا یروشلیم کی طرف روانہ ہوئے۔ ترکون سے کئی ایک مقابلہ ہوئے راہ مین بہت سے خطرے اور حادثے پیش آئے لیکن انکا قدم ارض مقدس سے نزدیک ہی ہوتا گیا۔ جب رات ہو جاتی تو قیام کرنے پر مجبور ہوتے لیکن نیند نہ آتی۔ اس سے زیادہ بھاری راتین کبھی انپر نہین گزرین اور اس سے زیادہ بیچینی کے ساتھ انھین روز روشن کا انتظار کبھی نہین کرنا پڑا۔ آخر کار ایک روز آفتاب عالمتاب بصد کروفر افق مشرق سے ہویدا ہوا اور تھوڑی دور مسافت طے کرنے کے بعد جبکہ مجاہدین صلیب کے پھریرے نسیم سحری سے اٹکھیلیان کرتے بڑی شان سے لہرا رہے تھے بلد مقدس اور دور سے نظر آنے لگا۔ پہلے آدمی نے دیکھکر بے تحاشا دوسرے دن سے چلا کر کہا "یروشلیم۔ یروشلیم" ایک دستے دوسرے دستہ تک سپاہی سے عہدہ دار تک سب کے منھ سے یہی ایک لفظ نکلا۔ ساٹھ ہزار زائرین کے منھ سے نکلکر کوہ زائن اور کوہ زیتون پر سے بلند ہوکر یروشلیم" اور "خدا کی یہی مرضی ہے" کی آوازین گونجنے لگین تمام محاربین صلیبی نے اپنے قدم تیز بڑھائے۔ اس جوش و خروش سے جنون مین نہ تو انھین پرانی مشقتین تکان اور خطرات یاد رہے اور نہ مصائب و تکالیف کا کچھ خیال آیا۔ امامت گھوڑون پر سے اوتر کر برہنہ پا ہو گئے۔ بعض گھٹنون کے بل جھک گئے کبھی آسمان کی طرف دیکھتے اور کبھی بلد مقدس کی طرف نظر کرتے۔ بعض اوندھے منھ زمین پر گر پڑے اور بڑے اعتقاد سے اس خاک کو بوسہ دینے لگے جسے نجات دہندہ عالم نے اپنی قدوم میمنت لزوم سے سرفرازی بخشی تھی۔ مسرت کی اس بیخودی مین کبھی خوشی سے رنج اور کبھی رنج سے خوشی کی طرف انکی حالت منتقل ہوتی کبھی وہ اپنے آپ کو مبارکباد دیتے کہ بارے اپنے سفر کے انتہا تک پہونچ تو گئے۔ اور کبھی اپنے گناہون ۔ کبھی حضرت عیسیٰ مسیح کی وفات پر۔ اور کبھی آپ کی قبر پر جسے کفار نے ناپاک کر دیا تھا آٹھ آٹھ آنسو بہاتے۔ سب نے اس موقع پر اُس قسم کو تازہ کیا جو ایک زمانے مین پہلے کھائی تھی کہ یروشلیم کو مسلمانون کے ناپاک ہاتھون سے خلاصی دینگے۔

فوج کا کوچ بلا تاخیر ختم ہو گیا اور محاربین صلیبی شہر پناہ کے سامنے فروکش ہوئے۔ یہ تاریخ ساتوین جون ۱۰۹۹ء کی تھی جبکہ یروشلیم کا محاصرہ شروع ہوا[۱] اپنے جوش کے زور مین عیسائی برابر بڑھتے چلے گئے اور ایک دم سے حملہ شروع کر دیا۔ پہلے خیال ہوا کہ بس اب فتح ہو گئی لیکن اب ترک کچھ حیرت و استعجاب کی حالت سے سنبھلے اور اپنی فوجین جمع کرکے ایسے تیرون کی بوچھار

[۱] ایبرنش ۔ جلد پنجم ۔ (۱۴۳) ۔ بالڈریکس ۔ جلد چہارم ۔

نہ کرے اور نہ کوئی دنیادار بغیر اپنے پادری کی ... کرے

اور آتش یونانی کی بارش کی کہ محاصرین کو دیواروں کے پاس سے پسپا ہونا پڑا۔ صلیبیوں کو اب معلوم ہوا کہ بغیر معمولی آلات حرب کے استعمال کیے تسخیر شہر ناممکن ہے۔ اس خیال سے اُنھوں نے مینارہائے متحرک اور قلعہ شکن آلے تیار کرنے شروع کیے۔ چند میل کے فاصلہ پر ایک جنگل تھا وہاں سے لکڑی کاٹ کر لائی گئی اور جینیوا (Genoa) کے ملاحوں کی ایک جماعت، جو بندرگاہ یافہ میں موجود تھی کام کرنے کے لیے مجبور کی گئی۔ اس جماعت سے انھیں ان آلات حرب کے استعمال میں بڑی مدد ملی[۵۲]۔

یہ زمانہ نہایت سختی کا زمانہ تھا۔ اسلیے نہیں کہ کھانا میسر نہیں آتا تھا بلکہ پانی نہیں ملتا تھا۔ باوجود اسکے تیاریاں بڑی جلدی جلدی ہوتی گئیں اور جب حملہ کا وقت آیا تو تمام باہمی جھگڑے دبا دیے گئے۔ بہت سے دورنگ ترک کردیے گئے۔ ہر قسم کی بداعمالی سے پرہیز کیا گیا۔ پطرس اور بشپوں کی بڑی منت و سماجت کے بعد کہ اس مہم میں جتنی زیادہ بہادری اور شجاعت کی ضرورت ہے اسیقدر عقیدتمندی اور عبادت و ریاضت کی ضرورت ہے یہ طے پایا کہ شہر پناہ کے گرد نہایت خاموشی کے ساتھ کوچ کیا جائے۔ لوگ جمع ہوے اور محاربین صلیبی نے اس صورت سے کہ آگے آگے پادری تھے جنکے جسم پر سفید کپڑے اور ہاتھوں میں صلیبیں اور بزرگوں کے بت تھے حمد اور مناجاتیں[۵۳] پڑھتے ہوے یروشلیم کا طواف کیا۔ دوسرے دن محاصرہ میں اور سختی شروع کی اور عہد کرلیا کہ یا تو اپنی جانیں حضرت عیسیٰ مسیح کی راہ میں قربان کردینگے یا حضرت کے مقام تربت کو کفار کے پنجہ سے مخلصی دینگے۔ اس جنگ میں عورتیں تک لڑنے کے لیے گھسی جاتی تھیں

[۵۱] یہ ایک شے بارود کا پیش خیمہ تھی۔ چونکہ ایک یونانی نے اسے ایجاد کیا تھا اسلیے اُسکے نام سے موسوم ہوئی۔ قسطنطین پاربطیس شاہنشاہ قسطنطنیہ کے زمانہ میں اسکی ایجاد ہوئی اسکے قبل یونانی جہاز ہاے آتش استعمال کرتے تھے۔ آتش یونانی کی دریافت کے بعد اسکا استعمال خشکی و تری دونوں جگہ کیا جانے لگا جن جہازوں پر اسے لیجاتے اسکے اگلے حصہ پر تانبے کے بڑے بڑے چونگلے لگاے جاتے تھے ان چونگلوں میں سے دشمنوں کے جہازوں پر پھینکی جاتی تھی۔ اسیطرح خشکی پر بھی سپاہیوں کو چونگلے دیے جاتے تھے۔ اس آتش کو شیشیوں اور برتنوں میں بھی رکھتے تھے اور تیرو خدنگ کے سرے پر بھی لگاتے تھے۔ قلعہ کی دیواروں پر سے اسے بڑی بڑی دیگوں میں بھرکر پھینکتے تھے کبھی دہکتے ہوے حقہ ہاے سنگین یا آہنی میں رکھکر مارتے تھے۔ اسکی شکل ایسی معلوم ہوتی تھی کہ گویا ایک لمبی نالی سی تھی جیسکی ایک نیزے کے برابر لانبی دم ہو۔ جب یہ چھوٹتی تو ایسا معلوم ہوتا کہ گویا بادل گرج اُٹھا اور ہوا میں اُڑتی ہوئی اژدہے کی طرح نظر آتی تھی۔ جان ڈاکل بیان کرتا ہے کہ اس آگ میں ایسا شعلہ نکلتا تھا اور ایسی روشنی ہوتی تھی کہ ہمیں اپنے خیمے ایسے ہی صاف نظر آتے تھے جیسے کہ دن کو نظر آتے ہیں اس آگ کی ترکیب میں رال اور دوسری قسم کی ایسی ہی اشیا گندھک کے ساتھ ملی ہوتی تھیں۔ ان سب کو پیس لیا جاتا تھا۔ چار سو برس تک اس ترکیب کو لوگوں پر ظاہر نہیں کیا گیا" از کتاب اسلحہ قدیم مصنفہ کمیورک۔

[۵۲] گیولی المس ٹائی ری آئی جلد (۸) ابواب (۷) الی (۱۰)۔ باڈریکیس جلد (۴)۔ ہسٹوریا ہیریا ڈیز ڈی ڈیجیلیسر

[۵۳] گیولی المس ٹائی ری آئی جلد (۸)۔ ابواب (۱۳) و (۱۴)۔

مینار اور قلعہ شکن ارابے فوراً فصیلون کے محاذی لگا دیے گئے۔ غرضکہ جسقدر دونون سے ہوسکتا تھا ہر ایک نے نہایت درجہ غضبناک جوش انتقام کے ساتھ تمام قسم کے ہولناک ذخائر جنگ استعمال کیے۔ آخرکار رات سرپر آگئی اور جنگ موقوف ہوئی اور نتیجہ اسی طرح حالت تذبذب مین رہا۔

دوسرے دن حملہ اور زیادہ جوش و خروش سے شروع ہوا۔ دوپہر تک مساوی حالت رہی اور نتیجہ کی صورت مشتبہ رہی۔ مسلمان نہایت بہادری سے جان توڑ کر لڑے۔ محاربین صلیب قریب قریب ہمت سے بیدم ہوگئے تھے اور اسپر آمادہ تھے کہ اپنے مقصد کی ناکامیابی پر صبر کرلین۔ اس نازک وقت پر ایک صلیبی سپاہی کوہ زیتون پر کھڑا نظر آیا۔ کم سے کم محاربین صلیبی کے واقعہ نگار یہی بیان کرتے ہین۔ غرضکہ وہ اس پہاڑ پر کھڑا تھا لیکن یہ کوئی نہین جانتا کہ وہ کون تھا یا کیسے وہان پہونچا تھا۔ لیکن یہ سب نے دیکھا کہ ایک سپاہی اُس جگہ کھڑا ایک تابدار سپر ہلا رہا ہے اور ساتھیون کو اپنے پاس پہونچ جانے کا اشارہ کر رہا ہے۔ ڈیوک گاڈفری اور اُسکے بھائی یوسٹاس اس اشارہ پر لپکے۔ اس نظارہ سے نیا جوش پیدا ہوگیا اور حملہ دوگنی قوت کے ساتھ کیا گیا حتی کہ شہر پناہ مین شگاف ہوگیا۔ تقریباً اسی وقت رابرٹ رئیس نارمنڈی اور ٹانکریڈ نے بھی پھاٹک توڑ ڈالا اور اندر گھس گئے۔ اب کل فوج صلیبی اندرون شہر داخل ہونے لگی۔ انکا داخلہ ایسا نہوا جیسا کہ گناہون سے منفعل توبہ کرنے والون۔ عبادت گزارون یا زائرین مقام مقدس کا ہوتا ہے بلکہ دیو بھوت بھی انسے زیادہ بیرحم نہ ہونگے جنھون نے نہ تو کسی کو چھوڑا اور نہ کسی مین تمیز کی۔ باشندگان شہر بھاگنے لگے مگر اُسی گھبراہٹ مین جس سپاہی کے سامنے پڑتے اُسکی سیر نہ ہونے والی نہنگ شمشیر کے شکار ہوتے۔ بہت جلد قتل عام شروع ہوگیا۔ مسلمان سڑکون پر ملے یا مکانون مین ہر جگہ تہ تیغ کیے گئے۔ یروشلیم مین مفتوحین کے لیے کوئی جاے پناہ نہ تھی۔ بعض لوگون کی بھیڑ کی بھیڑ محلات شاہی میناروں اور سب سے زیادہ مسجدون کی طرف دوڑی۔ لیکن مسجد۔ مینار و محلات سب کے سب مسمار کرکے زمین سے لگا دیے گئے سواے مرنے والون کی چیخ و پکار اور نالہ و زاری کی آواز کے اور کوئی آواز[1] نہین سُنائی دیتی تھی فاتحین ان لوگون کے تعاقب مین جو بے سود اُن سے بھاگتے تھے لاشون کو روندتے جاتے تھے۔ شوارع عام جہان دونون طرف درختون کی صفین استادہ تھین کشتون کے پشتون سے گزر کے قابل نہین رہین۔ بلا مبالغہ خون کا سیلاب شوارع عام اور سڑکون پر جاری تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جلوخانے کے نیچے صحن ایوان۔ اور مسجد جامع کے صحن مین گھوڑون کے گھٹنون اور لگامون[2] کے برابر خون ہی بھرا تھا۔ فاتحین کہتے تھے کہ ہم

---

[1] اس مقام مقابلہ کے لیے اُس وقت کی حالت قابل ملاحظہ ہے جبکہ سلطان صلاح الدین نے بیت المقدس کو پھر فتح کیا اور اپنی اسلامی شجاعت بفتوت اور رحم دلی کی نظیر قائم کی۔

خدا کی جانب سے انتقام لینے کے لیے بھیجے گئے ہین - اور اسمین شک نہین کہ انھون نے نہایت حرص کے
ساتھ اس کام کو پورا کیا۔ ۱؎

اور یہ وہ لوگ تھے جو اپنے آپ کو صلیبی سپاہی کہتے تھے اکسقدر عظیم فرق ہے انہین اور اس ذات
پاک مین جسے حصول نجات کے لیئے وہ اپنے دعوے مین پیشوا تسلیم کرتے تھے۔ لیکن ناظرین ان لوگون کو
دیکھ کر غلطی مین نہ پڑینگے۔ نجات دہندہ بنی آدم کا قول ہے کہ "میری سلطنت اس دنیا مین سلطنت نہین ہے۔
اگر اس دنیا کی سلطنت ہوتی تو میرے خادمون کو بیشک لڑنا چاہیے تھا" "ہماری جنگ کے آلات جسمانی
نہین ہین" وہ روحانی ہین۔ جو اللہ کا کلام ہے وہی روح اللہ کی تلوار ہے۔ "چونکہ حق حضرت مسیح کی ذات
پاک مین ودیعت ہے" یہ صرف ایک آلہ ہے جسے خدا نے دنیا مین اپنے حصول منشار کے لیے مقرر کیا ہے۔
جو اسکے سچے خادم ہین وہ بجیشر ([illegible]) کے خون سے فتوحات حاصل کرتے ہین۔ جنگجوؤن کی "تلوار
میدان جنگ اور محاصرہ بلدان سے مذہب عیسوی کو کوئی ہمدردی نہین۔ مگر محاربین صلیبی کے یہ خیالات
نہ تھے۔ عیسائی نام کے پردے مین - اور نجات دینے والے کی صبر کی علامت گلے مین لٹکا کر انھون نے
ایک جوش کے ساتھ دنیاوی سلطنت کے لیے آلات جسمانی سے جنگ آزمائی کی اور اس جوش کو
جھوٹ موٹ مذہبی جوش سمجھتے رہے۔

"انتقام کا کام جب ختم ہو چکا تو حیرت کی بات ہے کہ انکے دلون پر عبادت و بندگی کا خیال
غالب ہوا اور اس خیال کے جوش مین بیخود ہو گئے۔ جو چیز ایسی سامنے آتی جسے دیکھ کر حلیم اور رحیم نجات
دہندہ بنی آدم کی تکلیفین اور وفات کی یاد تازہ ہوتی اسکے سامنے وہ روتے پیٹتے چلاتے۔ انھون نے
اپنا آہنی لباس اُتار ڈالا اور توبہ کرنے والون کا لباس پہن لیا اور اپنے خونچکان ہاتھون کو پشیمانی کے
آنسوؤن سے دھویا۔ سمندر و زمین کو طے کر کے۔ بیماری و قحط کا مقابلہ کر کے۔ وبا و طوفان کو سر کر کے
وہ یہان تک پہونچے تھے اور اب انھین ان تمام طوفانون اور لڑائیون کے صلہ مین یہ انعام ملا کہ
مہم مین کامیابی اور ایمان مین پختگی حاصل ہوئی۔" ۲؎

سر جیمس میکنٹاش کہتے ہین کہ "کبھی کسی اور موقع پر وہ نازک زنجیرین جو بھلے اور برے جذبات
کو باہم ملاتی ہین اس سے زیادہ مضبوط نظر نہین آئین جیسی کہ وہ اُس وقت فتح یروشلیم کے

۱؎ گیبولی ملس، تاریخ آئی - جلد (۸)؛ ابواب (۱۶)؛ (۲۴)

۲؎ ایک فصیح و بلیغ مضمون جو رسالہ "نارتھ برٹش ریویو" کے ابتدائی نمبرون مین نکلا - نیز گیبولی ملس تاریخ آئی جلد (۸) - باب (۲۲)

کے وقت محاربین صلیبی کے سینون مین نظر آتی تھین[1]

باب چہارم

(سلطنت بیت المقدس ۱۰۹۹ء لغایت ۱۱۴۵ء)

---

[1] سٹینلی لین پول (Stanley Lane Poole) اپنی کتاب حیات "صلاح الدین" مین اُس زمانہ کی مسلمان سلطنتون کی پولیٹیکل حالت اس طرح بیان کرتا ہے :- ملک شاہ سلجوقیون کے عظیم الشان سلطان نے ۱۰۹۲ء مین انتقال کیا جسکے بعد ہی اسکی اولاد مین خانہ جنگیان شروع ہوگئین۔ اس حادثہ کے چار برس بعد پہلی جنگ صلیبی کی ابتدا ہوی ۱۰۹۸ء مین اسرودحہ (ایڈیسہ) اور انطاکیہ وغیرہ فتح ہوے ۱۰۹۹ء مین عیسائیون نے خود یروشلیم پر قبضہ کرلیا۔ چند برس بعد فلسطین کے اکثر حصون پر اور ساحل سوریا (شام) طرطوسا عکہ طرابلس اور سیدہ (سیڈان) ۱۱۱۰ء پر صلیبیون کا قبضہ ہوگیا۔ ۱۱۲۴ء مین طائر فتح ہوا جو انکی طاقت کا انتہائی مقام تھا۔ اس سریع کامیابی کا باعث کچھ تو اقوام شمالی کی جسمانی برتری اور ذاتی شجاعت بھی لیکن سب سے زیادہ یہ وجہ تھی کہ کسی منضبط اور مرتب جماعت سے انکا مقابلہ نہین پڑا۔ نظام الملک طوسی کا انتقال اپنے آقا کے پہلے ہی ہوچکا تھا اور کوئی ایسا مدبر موجود نہین تھا جو شہنشاہ کی اولاد کے باہم تفرقے دور کرتا اور ملک کی اصلاح کرتا۔ جب کہ سلجوقی شہزادے بھائیون بھائیون سے لڑ لڑ کر اپنی سلطنتین کھو رہے تھے۔ رئیسان ماتحت کو گو انہین خود مختاری کی بو پیدا ہوچلی تھی ابھی اپنی قوت کا علم نہین ہونے پایا تھا۔ سب کے سب شکستہ تاج کے ٹکڑون کے لیے باہم لڑ جھگڑ رہے تھے۔ ہر رئیس اپنے پڑوسی کو دیکھ دیکھ جلا جاتا تھا لیکن کسی مین اتنی جرات نہ تھی جو افسری اور رہنمائی کرتا۔ خاندان ہاے سلطنت کی نبیاد ڈالنے والے بھی میدان جنگ مین مصروف تھے اور کسی سلطنت کی نبیاد نہین پڑی تھی۔ Mesopotamia میسو پوٹیمیا اور شمالی سوریا (سیریا) مین ابھی تک سلجوقیون کی براے نام حکومت باقی تھی اور شہرون اور حلقہ جات کے بیشمار حاکمون کو اب صرف یہ معلوم ہونے لگا تھا کہ سلجوقیون کی حکومت لپٹے دل خوش نام کی جگہ صرف بمنزلہ آواز بازگشت کے باقی رہگئی ہے اور جو سب سے زیادہ قوی ظاہر ہوگا اُسی کے نام کا سکہ جاری ہوگا۔ یہ وہ وقت تھا جب کہ ہر کوئی ڈبدھے اور گومگو کی حالت مین تھا ایک عظیم الشان سلطنت کی سکرات موت کو گویا ہر شخص اک دم بخود حالت مین دیکھ رہا تھا۔ یہ بدامنی اور بدانتظامی کا وہ درمیانی زمانہ تھا جو ایک سلطنت کے شکست ہونے اور دوسرے کے قائم ہونے کے مابین واقع ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ یہی وہ ٹھیک وقت تھا جب کہ یورپ کو کسی حملہ مین کامیابی ہوسکتی تھی۔ ایک نسل پہلے سلجوقیون کی طاقت غیر قابل ہزیمت تھی اور اگر ایک نسل اور گزرجاتی تو ایک زنگی۔ یا نورالدین سلجوقیون کی جگہ قائم مقام نظر آتا اور شاید حملہ آورون کو شکست دے کر سمندر مین ڈھکیل دیتا۔ وہ ایک مبارک ساعت تھی جب کہ واعظان حرب اول کو ایسا اچھا موقع کامیابی کا ملا جس کی موزونیت اور بہتری کا مشکل سے انھون نے احساس کیا ہوگا ۱۲ صلاح الدین از لین پول باب دوم صفحہ (۲۴)۔

حروب صلیبیہ کی بظاہر جو غایت تھی وہ اب حاصل ہوگئی - بلد مقدس بیدینون (مسلمانون) کے ہاتھ سے نکل کر اب دیندارون کے ہاتھ مین آگیا تھا - اب جبکہ لڑائی کا خاتمہ ہوگیا تھا اور کامیابی حاصل ہوگئی تھی یہ دیکھنا باقی رہا ہے کہ فاتحین کو کیا حاصل ہوا؟ کامیابی کے پہلے جوش وخروش کی یہ حالت تھی کہ اگر تمام دنیا مع ہفت اقلیم کے خزانون کے ہمیشہ کے لیے اُنکے قبضہ مین دیدی جاتی تب بھی شاید اُسکی قدر و قیمت اسیقدر ہوتی جتنی کہ اس فتح کی معلوم ہوتی تھی لیکن سلطنت حاصل کرنا اور بات ہے اور اُسپر تسلط قائم رکھنا دوسری بات ہے - فتح کی خوشی مین متوالے صلیبیون کو کہان علم ہو سکتا تھا کہ آگے چل کر کن کن مصائب سے سامنا کرنا ہے اور یہ بات اُنکے خیال مین بھی نہ آئی ہوگی کہ محنت کی یہ گاڑھی کمائی بہت دنون اُنکا ساتھ دینے والی نہین ہے - عیسائی بادشاہون کی ایک مختصر تعداد تھوڑے تھوڑے عرصہ تک یکے بعد دیگرے بیت المقدس پر حکومت کرکے چلی گئی اور یروشلیم پھر پاؤن تلے روندڈالا گیا - اور روضۂ حضرت مسیح جس پر نئی بہار آئی تھی اور جسکی زیبایش مین نہایت فیاضی سے کام لیا گیا تھا پھر وحشی کافرون کے قبضہ مین آگیا جسے یا تو اُنھون نے قبضہ مین رکھا یا ناپاک کر ڈالا یا ایک مدت کے لیے اجارہ پر دیدیا -

بہر حال لاطینیون کو اپنی سلطنت قائم کرنے مین ایک گونہ کامیابی ضرور ہوی اور چند سال کے لیے مذہب عیسوی نے پھر اُس مقام پر جہان اُسکا نشو ونما ہوا تھا بظاہر مستقل طور پر اپنی حکومت کا علم نصب کردیا - ابتداءً اُنکے دائرہ حکومت مین بیت المقدس اور یافا اور قرب وجوار کے تقریباً بیس دیہات شامل تھے انمین سے اکثر گاؤن ایسی جگہ واقع تھے جہان بیچ بیچ مین کفار کے مقبوضات آگئے تھے اور علم ہاے ہلال وصلیب دوش بدوش لہراتے نظر آتے تھے - ترکون کی حالت یہ تھی کہ عیسائیون کے ان نئے مقبوضات کے لیے ہروقت بر سر پیکار رہتے تھے - رفتہ رفتہ عیسائیون کی سلطنت بڑھتی گئی اور تمام ملک فلسطین جو مابین سواحل وصحاراے عرب واقع تھا اُنکے حدود اراضی مین داخل ہوگیا شمال مین شہر بیری طوس (Berytus) سے لے کر جنوب کی جانب حدود مصر تک جو کوئی ساٹھ فرسخ لمبا اور تیس فرسخ چوڑا حصۂ ملک تھا مع صوبجات انطاکیہ - طرابلس اور رہا (اڈلیسہ) کے اُنکی حکومت مین داخل ہوگیا[1]

پہلا کام جو فاتحین نے کیا وہ یہ تھا کہ اپنی جماعت مین سے ایک شخص کو یروشلیم کی بادشاہی کیلیے انتخاب کیا - حوادث جنگ نے ایسے بڑے بڑے سردارون کی تعداد مین کمی کردی تھی جو اپنے موروثی رتبہ اور اپنے تابعین کی قومی جماعت یا اپنے ذاتی اثر کی وجہ سے اس اعزاز کے مستحق سمجھے جاتے - بومانڈ اور بالڈون صوبجات انطاکیہ اور رہا (اڈلیسہ) پر حکومت کر رہے تھے اور اُنھون نے اس جنگ مقدس کی عظیم

[1] ہسٹوریا جیکوبائی دی وٹریاکو - جلد اول باب اول -

کامیابیون مین شرکت کرنے سے علیحدگی اختیار کرلی تھی - اور گوٹانکریڈ کی شجاعت کا شہرہ ان سے کچھ کم نہ تھا لیکن ایسے رئیس جنھین شاہی مرتبہ حاصل ہوسکتا تھا صرف چارہی باقی رہگئے تھے - رابرٹ امیر نارمنڈی - رابرٹ امیر فلانڈرس - امیر طولوس اور ڈیوک آف برابانٹ - لیکن عوام کی رائے گاڈفری امیر لوین کیطرف تھی انتخاب مین نہایت چھان بین اور آزادی سے کام لیا گیا - گاڈفری کے نوکرون تک سے پوچھا گیا کہ تمھارا آقا کیسا آدمی ہے - اُنھون نے کہا کہ اُسمین صرف ایک عیب ہے جسکو ہم برا سمجھتے ہین وہ یہ کہ گرجے مین نماز کے بعد جب مجمع منتشر ہوجاتا ہے تو گاڈفری پیچھے رہ جاتا ہے اور قدیم مورتون - تصویرون اور آثار مقدسہ کو ٹھہر کر دیکھتا رہتا ہے جسکی وجہ سے کھانے مین دیر ہوجاتی ہے اور اُسکے دوست احباب ناک بھون چڑھاتے ہین - یہ سُن کر تمام امیرون نے اُسے مبارکباد دی کہ تمھارا یہ عیب ایسا ہے جسے دوسرے خوبی سمجھتے ہین اور عام طور پر اظہار کیا کہ صرف گاڈفری ہی یروشلیم کے تاج کو زیب سر کرنے کا اہل ہے - اس انتخاب کے بعد بھجن گاتے ہوئے ایک بہت بڑے جلوس کے ساتھ تربت مقدس پر گئے جہان نہایت خاموشی کے ساتھ رسم تاجپوشی ادا کی گئی - لیکن گاڈفری نے اس عجز و انکسار کے ساتھ جو اُسکی طبیعت کا جزو غالب تھا ایسے مقام پر تاج شاہی پہننے یا شاہانہ لقب اختیار کرنے سے انکار کیا جہان نجات دہندۂ بنی آدم کو کانٹون کا تاج پہنایا گیا تھا اور سولی دی گئی تھی[1]۔

اسکی توقع کبھی نہین کیجاسکتی تھی کہ ترک اپنی سلطنت عیسائیون کے ہاتھون مین دے کر چپ بیٹھے رہین گے اور اُسکو واپس لینے کی کوئی کوشش نہ کرینگے چنانچہ تخت نشینی سے ایک ہی مہینہ کے اندر حامی تابوت مقدس کے گران بہا لقب کو جو گاڈفری نے انکسار کے طور پر خود اپنے نام کے ساتھ لگا لیا تھا نباہنے کے لیے اُسے جنگ عسقلان مین جانا پڑا - خلیفہ کو اس فتح بیت المقدس کی خبر سے نہایت غصہ آیا اور ساتھ ہی طرح طرح کے اندیشے بھی پیدا ہونے لگے چنانچہ اُس نے بھی ایک بہت بڑا لشکر فلسطین کی جانب روانہ کیا اور اتحاد مذہب و نیت نے اُسکے جھنڈے کے نیچے عربون اور ترکون کی بیشمار جماعت کو صف آرا کردیا - دونون فوجون کی مڈبھیر ہوی اور یورپ کے باضابطہ اور زرہ بکتر سے آراستہ سپاہیون کو مصر و شام و عرب کے انبوہ کثیر پر دوسری مرتبہ پھر کامیابی حاصل ہوی - فوج کفار یعنی مسلمین کے تیس ہزار آدمی میدان جنگ مین اور ساٹھ ہزار بنگام تعاقب قتل کیے گئے - بیشمار مال غنیمت جسمین مصری کمپ کی لوٹ بھی شامل تھی فاتحون کے ہاتھ لگا خلیفہ کے علم و شمشیر بھی دستبرد غنیم سے محفوظ نہ رہے اور گاڈفری کے ہاتھون یادگار فتح کے طور پر کلیسیائے مقدس میں تابوت مقدس کے ممبر کے اوپر لٹکائے گئے[2]۔

لیکن قضا و قدر کا منشا نہ تھا کہ گاڈفری کی خوبیون سے اس نئی سلطنت کو کچھ زیادہ عرصہ تک فائدہ پہنچے

---

[1] گیوبلی املس ٹانی ری آئی - جلد نہم ابواب اول و دوم - [2] ایضاً ابواب ۱۰ لغایت ۱۳ -

یا اُسکی قابلیت و ذکاوت کچھ مدت تک اُسکی حفاظت کر سکے۔ جون کے مہینہ مین جب کہ وہ ایک جنگی مہم سے واپس آرہا تھا اُسکی طبیعت خراب ہوی اور صرف چند ہفتون مین فتح بیت المقدس کے صرف ایک سال بعد اُوسکی روح نے قالب عنصری سے مفارقت اختیار کی[۵۱] اُسکی جگہ فوراً ہی دوسر اشخص تخت نشین کر دیا گیا یعنی اُسکا بھائی بالڈون جانشین ہوا۔ اُسکے زمانۂ حکومت اور ابتدا ے محاربۂ ثانی کے درمیان تین عیسائی بادشاہ یکے بعد دیگرے ارض مقدس پر حکمران رہے جنمین سے بالڈون دوم بورگو گاڈفری کا ایک رشتہ دار تھا۔ فوک اول الذکر کا داماد تھا اور بالڈون ثالث آخر الذکر کا بیٹا تھا۔ گاڈفری کو شاہانہ لقب اور شاہی اقتدار کے اختیار کرنے مین جو عذر تھا وہ اُسکے جانشینون کا نہین تھا اور اُنھون نے برابر اپنے آپ کو بادشاہ بیت المقدس مشہور کیا۔

نظام سلطنت کے قواعد گاڈفری نے تیار کیے۔ تمام قلمرو مین محاربین صلیب پھیلے ہوے تھے اسلیے اُس نے فوجی جاگیر دارانہ حکومت (فیوڈل سسٹم) کے اصول پر نظم سلطنت کی بنیاد قائم کی جس مین بہت سے حصے اور حصون کے ٹکڑے کیے گئے تھے اور شرائط جاگیرداری جو اُس فوجی حکمت عملی کے مناسب موزون معلوم ہوے قائم کیے گئے تھے۔ فلسطین کی سلطنت عیسوی کی ضروریات اور خطرات نے اس بات پر مجبور کر دیا تھا کہ اس طرز حکومت کی نہایت سختی کے ساتھ پابندی کی جاے۔ اُس سلطنت کا جو ضابطۂ قانونی اسوقت تک موجود ہے اُسمین نرخنامہ یروشلیم[۵۲] کے زیر عنوان اُن تمام معاہدون اور شرطون کی جامعیت کے ساتھ تعریف کی گئی ہے جس سے اسکا پتہ معلوم ہوتا ہے کہ اُنکی ضروریات کیا تھین اور کیسی تھین۔ جسقدر غیر معمولی طور پر کثیر اور جامع وہ معاہدات اور ذمہ داریان تھین جو شخص ماتحت پر اپنے قید شدہ اعلے افسر کو فدیہ دے کر چھوڑانے کے لیے عاید ہوتی تھین اُنھین اچھی طرح دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانون سے غیر مساوی طور پر جنگ کرنے مین جہان ایسی کمک اور معاونت کے بہت زیادہ موقع تھے کتنی مصیبتون اور بلاؤن کا سامنا کرنا پڑتا ہوگا۔ اس قانون مین اس بات کی قطعی ممانعت تھی کہ نابالغون اور عورتون کو کوئی جائداد منتقل ہو کر پہنچ سکے کیونکہ وہ فوجی خدمات نہین انجام دے سکتے تھے اور اگر اس کی خلاف ورزی کی جاتی تو جاگیر ضبط ہو جاتی۔ اس کے ساتھ ساتھ ریاست ہر وقت بیتاب رہتی تھی

[۵۱] گیوبی املس ثانی ری آئی۔ جلد نہم ابواب ۱۵ و ۱۶۔ عرب مورخ اسکی موت کا حال یون بیان کرتے ہین کہ اُس نے عکہ پر حملہ کیا تھا۔ اس لڑائی مین اسکے ایک تیر لگا جس سے وہ جانبر نہو سکا۔

[۵۲] اس ضابطہ کو پہلے گاڈفری نے تیار کیا تھا۔ اُسکے بعد اُسکے جانشینون نے بہت کچھ بڑھایا تھا۔ اس وقت جو نسخہ موجود ہے وہ وہی ہے جو اضافون اور ترمیمات کے بعد تیار کیا گیا تھا۔

کہ کہین ایک نائٹ کی خدمات بھی ہاتھ سے نہ چلی جائین یہی وجہ تھی کہ اگر عورت کسی جاگیر کی وارث ہوتی تھی تو وہ شادی کرنے کےلیے مجبور کی جاتی تاکہ اُس کا شوہر جنگی خدمات ادا کر سکے جو خود وارثہ ادا کرنے سے قاصر تھی۔

یورپ کی دوسری ریاستون کے مانند سلطنت کے خاص خاص عہدے مثلاً Seneschal سپہ سالار یعنی Constable - سرعسکر اور حاجب (چیمبرلین) کے عہدے موروثی تھے گو بادشاہ کا تقرر ابتداءً محض انتخاب سے ہوا تھا لیکن پہلے گاڈفری نواب بویلون پھر اسکے بھائی بالڈون اول اور پھر اس کے رشتہ دار بالڈون ثانی کی تخت نشینی نے اسی خاندان مین سلطنت باقی رکھنے کے اصول کو قائم کر دیا۔ اس سلطنت کا حق سلسلۂ اناث کے ذریعہ سے بھی پیدا ہو سکتا تھا۔ اس طور پر یہ حکومت ایک قسم کی موروثی فوجی جاگیردارانہ بادشاہت ہو گئی۔[1]

---

[1] سرجارج ڈابو کا کس ایم۔اے اپنی تاریخ (کروسیڈز) مین لکھتے ہین:- "ارض مقدس کی اس سلطنت مین جاگیرداری کی پوری آزادی تھی نتیجہ یہ کہ وہ نشوونما پا سکی اور اس مجموعۂ قوانین مین جو اسائز آف جیروسلم (یعنی ضوابط بیت المقدس) کہلاتا ہے وہی اصول ... جو مغربی ممالک کی ... دنیا کے قوانین تھے تاہم گاڈفری اور اس کے جانشینون کے قوانین ... طرح کی ... ہاتھون سے ... بتاتے ہین کہ ایک ملک کا قانون دوسرے ملک مین کیسی کامیابی کے ساتھ منتقل ہو سکتا ہے بلکہ اُن سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مغربی یورپ کا طریقۂ جاگیرداری شرکت کی قید کے ساتھ کیا چیز ہے اور اُس سے کیا نفع حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ قصہ مشہور ہے کہ وہ قانون ... لاطینی دائرون کے مشورہ سے بنایا گیا تھا روضۂ اقدس مین رکھا ہوا تھا اور جب شہر پر اہل اسلام کا قبضہ ہوا تو غائب ہو گیا مگر یہ روایت خلاف قیاس ہے پہلا مجموعۂ قوانین کوئی ایسا بوجھ نہین ہو سکتا کہ کسی ... کی نظر ... قانون کی ... وقعت نہین ہو سکتی تھی۔ یہ امر بھی قابل تحریر ہے کہ ... مشہور ہے کہ اس ... مجموعۂ قوانین ... مشرق کی لاطینی سلطنتون مین ایک مدت تک عمل درآمد ہوتا رہا یہانتک کہ ۱۳۶۹ء مین تغیر و تبدل کے بعد وہ جزیرہ قبرص کی لاطینی سلطنت کے قانون قرار پائے۔ اس قانون مین جو دفعات ان تعلقات کے بابت تھین جو لاسامیون اور زمینداروں کے درمیان ہونا چاہیے یا جو نابالغون کی جائداد - مقدمات عدالت - ماتحتی کے حقوق اور غلامی کے متعلق تھین شاید بہ نسبت قوانین مغربی یورپ کے زیادہ شرح و بسط کے ساتھ ہون ورنہ اصل مین انمین کوئی نئے اصول نہ تھے۔ انہین کے زیادہ مفید اصول دیوانی عدالتون مین پائے جاتے تھے۔ بیرنس (Barons) کی عدالت مین بادشاہ میر مجلس ہوتا تھا اور معمولی زمینداروں کی عدالت مین ... وائی کاونٹ (Viscount) بادشاہ کا جانشین سمجھا جاتا تھا۔ اور اسی عدالت مین ہمین وہ چیز بھی نظر آتی ہے جو آئندہ چل کر تاریخ یورپ مین ایک نئی بات پیدا کرنے والی تھی - وہ بات یہ تھی کہ باشندون مین سے چند لوگ اپنے اعتبار اور عقل کے لحاظ سے منتخب کر لیے جاتے تھے۔ اور اگرچہ ہمین شک نہین کہ اس وقت تک عام انتخاب کا قاعدہ مروج نہ تھا لیکن چیدہ زمیندارون کا

سب سے زیادہ قابل یادگار جماعتین جو پہلی اور دوسری لڑائیون کے درمیانی زمانہ مین بیت المقدس مین قائم ہوئین فوجی لوگون کی وہ جماعتین ہین جنھون نے جنگی سلاح کے ساتھ پیراہن مذہبی جسم پر برقرار رکھا جنمین سپاہیانہ جنگجوئی کے ساتھ ساتھ راہبون کے سخت قواعد کی پابندی بھی موجود تھی۔ یہ اجتماعی صورت اُن جنگہاے صلیبی کا لازمہ نتیجہ تھی جنمین فوجی اور جنگی جوش وخروش کے ساتھ عبادت مذہبی کا رنگ ملا ہوا تھا۔ ان جماعتون مین سب سے زیادہ ممتاز جماعتین ضیاف الغربا (ہاسپٹلرس) اور ہیکلیین (ٹمپلرس) کی تھین۔ ضیاف الغربا کا دعوی تھا کہ ہم متقدم ہین۔ جنگ ہاے صلیبی کے آغاز سے بہت پہلے بعض اطالی سوداگرون نے مسلمان حکمرانان قدس سے بلدہ طیبہ یروشلیم مین اُس گرجے کے ساتھ جو اُنھون نے سینٹ جان محیر بطرق اسکندریہ کے نام سے منسوب کیا تھا ایک ہسپتال کھولنے کی اجازت محصول ادا کرکے حاصل کی تھی تاکہ وہان بیمار اور غریب زائرون کے آرام و آسایش کا انتظام کیا جائے۔ دولتمند عیسائی زائرین کے صدقات اور اُن خیراتی رقوم پر اُسکا دارومدار تھا جو سوداگران ملفی نے مستعدی کے ساتھ اطالیہ مین جمع کرکے خدمت مذہب کے لیے یروشلیم بھیجی تھین۔ اس ہسپتال کا کام چند بینیڈکٹائن (Samaritans) راہب انجام دیتے تھے جنگی مدد کے لیے بہت سے ایسے یوروپین زائرین موجود تھے جنھون نے کفارۂ معصیات کے لیے ارض مقدس مین زیادہ مدت تک رہنے کا قصد کیا تھا۔[1]

ملکہ قسم کھاتا کہ ہم اپنے برابر والون کے معاملات مین بالکل قانون کے مطابق انصاف کرینگے ایک ایسا تخم تھا جس سے بہت ہی اچھے ثمر حاصل ہونے کی امید کیجا سکتی تھی بشرطیکہ وہ اچھی زمین پر بویا جاتا۔ قیصری عدالت کے قائم کرنے مین بھی اس سے کم لیاقت سے کام نہین لیا گیا تھا جس کا یہ اصول تھا کہ شام کے عیسائیون کے جھگڑے خود اُنھین کے ذریعے سے طے کیے جائین۔ اگرچہ گاڈفری اور اُسکے جانشینون کا ایسے قواعد منضبط کرنا بالکل بے فائدہ نہ تھا لیکن یہ ایک ایسا کام تھا جو اُسی وقت تک باقی رہ سکتا تھا جبتک کہ وہانکی لاطینی سلطنت باقی رہتی۔ یہ تخم خون مین بویا گیا تھا۔ اُسکا نشوونما طوفان مین ہوا تھا اور اُسی طوفان نے اُسے جڑ سے اوکھاڑ کر پھینکدیا۔" (از ترجمہ منشی محمد امیر مرزا صاحب لکھنوی)۔

[1] اہل صلیب کے استیلا کے قبل بیت المقدس مین ضیافت الغربا (ہاسپٹلرس) کے نام سے ایک جماعت تھی جس نے سرائین قیامگاہین بنا رکھی تھین کہ قدس کے غریب زائر یہان آکر قیام کرتے۔ یہان اُنکے کھانے پینے کا بھی انتظام تھا۔ جب بیت المقدس اہل صلیب کے قبضہ مین آگیا تو اس جماعت کا دائرہ وسیع ہوگیا۔ بہت کچھ مال و منال صلیبیون نے اُسے دیا اور اُسکے علاقہ مین مواضعات کا اضافہ کیا گیا۔ بہت سے نوجوان امیرون نے مثلاً ریمانڈ وی لوی اور رودون دی گوسیاس وغیرہ نے اپنی میراثین جماعت کو ہبہ کردین۔ اسکے ساتھ ہی ساتھ ایک بڑا گرجا بھی قدیس یوحنا المعمدان (سینٹ جان) کے نام سے بنایا گیا تھا۔ اور بیمارون اور مجروحون کے لیے مکانات تعمیر کیے گئے تھے اور نیز اس جماعت کے ممبرون کے لیے مکان تیار کیے گئے تھے۔ ان لوگون کا دستور تھا کہ اُن مریضون اور مجروحون کا علاج کرتے جو قدیس یوحنا المعمدان کے رہبان کے نام سے موسوم ہوتے۔ یہ

۵۸۰ءہ

جب یروشلیم محاربین صلیبی کے قبضہ مین آگیا تو یہ ہسپتال زخمی سپاہیون کی تیمارداری اور مرہم پٹی کے لیے نہایت خوشی کے ساتھ کھولے گئے۔ جنگ عسقلان کے بعد خود گاڈفری نے جاکر انکا معائنہ کیا اور بہت سے شرکاء جنگ صلیب کو وہان پایا جنھون نے اس انتظام کو دیکھکر بہت پسند کیا تھا اور اُس تیمارداری کے صلہ مین جو بہان اُنکی ہوئی تھی خود اُنھون نے بھی اس جماعت مین شریک ہوکر خیراتی کامون مین اپنی عمر بسر کرنے کا تہیہ کیا تھا۔ گاڈفری نے اُن خدمات کے معاوضہ مین جو ان مقدس لوگون نے اپنے عیسائی بھائیون کے دردِ دکھ مین کی تھین ہسپتال کے نام خود اپنی موروثی جاگیر واقع براہنت مین سے ایک بہت بڑا حصہ ہبہ کردیا تھا۔ اس ہسپتال کے غیر ملکی مقبوضات مین سب سے پہلی جاگیر گویا یہ تھی۔ اور دوسرے بڑے بڑے رتبہ کے محاربین صلیبی نے انعامات جاگیرین ہبہ کین اور غریب اخوان سینٹ جان ایک اچھی خاصی دولتمند اور مرفہ الحال جماعت بن گئی۔

یہ اخوان ہسپتال یا ضیافت اور بالعمد مین بہادران قدیس یوحنا (نائٹس آف سینٹ جان) کے نام سے موسوم ہوے اور ایک مذہبی لباس اُنھون نے پہنا۔ اس مذہبی لباس مین ایک لمبی سیاہ عبا اور ایک سرخ کمربند تھا اور ایک ہشت پہلو سفید صلیب بھی تھی جو بائین جانب سینہ پر لگائی جاتی تھی اور کلیسا سے *[illegible]* سے ممیز ہونے کے لیے اُنھون نے اپنی جمعیت کو سینٹ جان دی بپٹسٹ کے نام نامی سے موسوم کیا۔ اطاعت رفیقانی ومفلسی کے سہ گانہ یمین الرہبانیہ ان سے بطریق بیت المقدس لیا کرتا تھا لیکن فتح یروشلیم کے چودہ سال بعد پاپا رومہ پاسکل ثانی نے ایک فرمان بھیجا جسکے رو سے اس جماعت کو استحکام حاصل ہوگیا اور پاپا سے روم نے انھیں اپنے دامن محافظت مین لے کر بہت سے بیش قیمت حقوق عطا فرمائے۔

اس جماعت نے مذہبی پہلو کے ساتھ ساتھ جس طور پر سپہگی پہلو اختیار کیا اُسکی کیفیت اتنی صحیح دستیاب نہین ہوئی لیکن عام طور پر یہ تغیر بالڈون ثانی کے زمانہ مین ہونا بیان کیا جاتا ہے کیونکہ اس بادشاہ کے زمانہ مین اس جماعت کے لوگون کی فوجی خدمات کا اعتراف پوپ کے ایک فرمان مین کیا گیا ہے

مع غریب ومحتاج زائرون کو بھی اپنے پاس لاکر رکھتے اور کھانا کپڑا وغیرہ دیتے ۱۱۰۴ء مین جب یہ جماعت ریمانڈ وی لوی کی نگرانی مین آئی تو اس نے اُسکے ارکین پر فوجی خدمت بھی لازمی کردی۔ چنانچہ اس جماعت نے بڑا نام پیدا کیا اور حکومت صلیبی کو بہت مدد دی۔ یہ لوگ وسط صفوف مین ایک خاص قسم کا جھنڈا لے کر لڑا کرتے تھے جس کی ایک شق سفید اور ایک شق سیاہ ہوتی تھی۔ اسکے بعد یہ لوگ ہسپتال کی طرف متوجہ ہوئے اور مریضون کی تیمارداری اور محتاج زائرین کی خدمت کرنے لگے۔ یہ لوگ تمام یورپ مین پھیل گئے بعض وہان سے صدقات و تبرعات لاتے اور بعض ڈگریان حاصل کرتے اور خاص خاص فنون مین کمال حاصل کرتے۔ یہ سب روپیہ اپنی جماعت کے کام اور دیگر مستلزمات مین صرف کرتے۔ ۱۲۔ (دیکھو کتاب اخبار السنیہ فی حروب الصلیبیہ تالیف سید علی الحریری صفحہ ۲۵)

حقیقت یہ ہے کہ کفار کے حملون نے جو اس لاطینی سلطنت کے لیے ایک خطرۂ دائمی کی حالت پیدا کردی تھی ملک محروسہ کے ہر فرقہ کو خواہ مذہبی ہو یا غیر مذہبی بلا استثنا اس بات پر مجبور کیا کہ حفاظت ملکی مین باہم شریک و سہیم بنے رہین اور اُن فوجی بہادرون کی جنگجو طبیعتون نے جو اس جماعت مین شریک تھے خواہ مخواہ اپنے میلان خاص کو خدمت مدنیہ کے مقابلہ مین ترجیح دی - علاوہ برین اس جماعت کی آمدنی بھی اسقدر بڑھ گئی تھی کہ دواخانہ کی ضرورتون سے بہت زیادہ تھی - پس یہ طے پایا کہ یہ سب بچت ملکی حفاظت مین صرف کیجائے - جو شفاکار جماعت کہ پہلے سپاہی تھے اُنھون نے مذہبی لباس و پیشہ کو ترک کیے بغیر اُسکے اوپر اپنا قدیم لباس پھر پہن لیا اور اُس وقت سے بہادران سینٹ جان کا علم کفار کے مقابلہ مین سب سے آگے دکھائی دیتا تھا اور اُنکا نعرۂ جنگ سب سے زیادہ زور کے ساتھ سُنائی دیتا تھا -

اس جماعت کا انتظام گرانڈ ماسٹر اور نائٹس (بہادرون) کی ایک مجلس کے زیر نگرانی تھا جسکے تمام ارکین نہایت شریف امیرزادے تھے - پادریون کی ایک جماعت الگ تھی جو مذہبی رسمین انجام دیتی تھی اور ایک تیسرا یا ادنیٰ درجہ خدامون یا سارجنٹون کا تھا جنھون نے نائٹون کی جماعت کی تعداد بڑھادی تھی - یہ لوگ بھی ہسپتال مین اپنے پیشہ کے علاوہ دوسرے کام انجام دیا کرتے تھے - تمام ارکین پر ہر سال تین بار عشاء ربانی مین شریک ہونا اور اگر ممکن ہو سکے تو روزانہ نماز کی جماعت کرنا لازم قرار دیا گیا تھا اُنھین تجارت کرنے یا روپیہ سود پر چلانے کی ممانعت تھی - خانگی باتون مین لڑائی لڑنے کی بھی ممانعت تھی اور اگر مسیحی بادشاہون مین آپس مین کوئی نزاع واقع ہو تو اُنھین غیر جانب داری کا پہلو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا تھا - اُنکا پیشہ یہ تھا کہ مسلمانون سے لڑائی لڑین اور عیسائی زائرین تابوت مقدس کی حفاظت کرین

اس جماعت مین رتبہ کا عطا کیا جانا بہت مہتم بالشان سمجھا جاتا تھا - مبتدی کو ایک تلوار دیجاتی تھی جس کا قبضہ صلیب نما ہوتا تھا جس کا منشا یہ ہوتا تھا کہ اسی کی حمایت مین بہت بہادری دکھانا ہے - تلوار سے تین مرتبہ اُسکے شانون پر ہلکی سی ضرب لگائی جاتی تھی جس سے مراد یہ تھی کہ جس کام کا اُس نے بیڑا اُٹھایا ہے اُسکی انجام دہی مین مصائب کو صبر کرنا چاہیے - اس بات کی علامت کے طور پر کہ اُسے اپنی زندگی نہایت عصمت و پاکبازی سے بسر کرنا چاہیے وہ اپنی تلوار کو گرد و غبار سے صاف رکھتا تھا - دنیاوی دولت و ثروت کو ہیچ سمجھنے کے لیے اُسکے جوتے کی ایڑی مین طلائی مہمیزین لگادی جاتی تھین ان تمام مراسم کے بعد ایک جلتا ہوا چراغ اُسکے ہاتھ پر رکھا جاتا تھا جسکے معنی یہ تھے کہ تمھارا کام محض حمایت مذہب ہی نہین ہے بلکہ جس طرح یہ چراغ روشن ہے اُسی طرح تم کو دنیا مین نورانی زندگی بسر کرنا چاہیے -

جو شہرت اس جماعت کو میدان ہائے فلسطین کی جنگ مین حاصل ہوئی اُسکا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام

انقطاع یورپ سے امیرزادے ان لوگون مین شریک ہونے کے لیے آنے لگے۔ ان لوگون کے تقدس اور شجاعت کی شہرت نے انعامات اراضی وزر نقد کی تعداد بڑہادی اور انیس ہزار مزارع نے جنکا انتظام مذہبی منتظمون یا ستولیون (کیونکہ انکے بڑے بڑے گھرانے انھین نامون سے موسوم تھے) کے ہاتھ مین تھا اور جنکا یہ سلسلہ تمام ممالک عیسوی مین پھیلا ہوا تھا فلسطین کی رباطون اور دواخانون کے لیے ایک مستقل آمدنی پیدا کردی تھی جسکے باعث باضابطہ فوج بھی قائم رہ سکتی تھی۔ تیرہوین صدی کے آغاز مین یہ لوگ اسقدر قوی اور دولتمند ہوگئے تھے کہ اونھون نے اپنے لیے قلعہ جات اور قصبات خریدنا شروع کردیے تھے اور دیگر حکمرانون کی طرح اونپر حکومت کرتے تھے۔

ہیکلیین (ٹیمپلرس) کی جماعت کی ابتدا چند فرانسیسی نائٹون سے ہوئی جو پہلی جنگ صلیب کے ساتھ آئے تھے اور جنھین وہ مذہبی وجنگی جوش وخروش جس نے اس مہم پر کھڑے ہونے کے لیے انھین آمادہ کیا تھا اپنے دوسرے ساتھیون کے مقابلہ مین بہت زیادہ تھا۔ انکی جماعت کی ابتدائی صورت ضیافت الغربا (ہاسپٹلرس) سے اس امر مین اختلاف رکھتی تھی کہ ان لوگون مین شروع ہی سے جنگ کرنے اور خیر خیرات کرنے کا خیال ملا ہوا پایا جاتا تھا۔ اہل صلیب کی فتح بیت المقدس کے بعد بھی جو سڑکین سرحدات فلسطین سے یروشلیم کی طرف جاتی تھین اونپر ترکون کی جماعتین لوٹ کے لالچ اور عیسائیون کی نفرت کی وجہ سے برابر حملے کیا کرتی تھین اور بکثرت بیچارے نہتے زائرین کو جو یورپ سے آتے تھے قتل اور لوٹا کیا کرتی تھین پس ان خطرات نے جنسے ہر وقت غریب زائرین تربت مقدس کو مقابلہ کرنا پڑتا تھا سینٹ الامار کے گاڈفری۔ ہے نیس کے ہیوغ۔ اور دیگر فرانسیسی نائٹون کی غیرت اور غضب وغصہ کی آگ کو بھڑکا دیا اور ان سبھون نے باہم قسم کھائی کہ اپنی عمران زائرین کی حفاظت وآرام رسانی مین صرف کردینگے چونکہ انکی اس جماعت مین ایک قسم کا مذہبی رنگ پیدا ہوگیا تھا اس لیے اونھون نے بھی جماعت ضیافت الغربا (ہاسپٹلرس) کی تقلید اختیار کی اور راہبانہ زندگی بسر کرنے کی قسم کھائی[1]

چونکہ انکے رہنے کے لیے کوئی خاص مقام نہ تھا اس لیے ہیکل (ٹمپل) کے قریب ہی رہنے کے لیے ایک محل عنایت ہوا۔ ہیکل کے پڑوس کی وجہ سے یہ جماعت ہیکلیین (ٹمپلرس) کی جماعت

[1] جمعیہ ہیکلیین کی بنیاد ۱۱۱۸ء مین نو فرانسیسی اشخاص نے ڈالی۔ ان کی شرائط مین یہ باتین تھین کہ یورپ سے عام آنے والے زائرین کی حمایت کرین اور مسلمانون سے محاربات جاری رکھین۔ اسکے بعد بہت لوگ اس جماعت مین داخل ہوگئے اور امرا وملوک نے مدد کرنا شروع کی اور روحانی اعیان نے بڑے بڑے انعامات ہبہ کردیے۔ یہ جماعت ہی آخر الامر جمعیہ رہبانیہ عسکریہ ہوگئی۔ اسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ بودوین ثانی نے انھین قیام کے لیے ہیکل سلیمانی کے پاس ایک بڑا مکان عطا کیا تھا۔ انکے علم پر حضرت داؤد علیہ السلام کے یہ الفاظ تحریر تھے (۰۰ لا نہا یا رب ۰۰ لا لنا ۰۰ لکن لاسمک اعط المجد)۔ ان کے مسلمانون سے بڑے بڑے معرکے پڑے ہین اور محاربات اسلام مین انھین بہت شہرت نصیب ہوئی ۱۲۔ از کتاب اخبار الہنسیہ فی حروب الصلیبیہ تالیف سید علی الحریری۔

کہی جانے لگی اور اسی نام سے آج تک مشہور ہے۔ اپنی تاریخ کے اس ابتدائی زمانہ مین اس جماعت کے کھانے کپڑے کا انتظام ضیافت الغربا (ہاسپٹلرس) کے ذمہ تھا۔ اُسکے بعد یہ بھی بہت ذی شوکت و دولتمند ہوگئی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ کبھی سست و بیکار نہین بیٹھتے تھے اور جب کوئی کام نہین ہوتا تھا تو اپنے کپڑے لتے درست کیا کرتے تھے۔ شطرنج۔ نرد۔ باز کا شکار۔ اور دوسرے قسم کے شکار۔ غرضکہ تمام مروجہ تفریح کے سامان انپر حرام تھے اپنی فلاکت و انکساری ظاہر کرنے کے لیے انھون نے اپنی مہر اس نشان کی بنائی تھی کہ گویا ایک گھوڑے پر دو آدمی سوار ہین۔ شروع شروع مین ضیافت الغربا (ہاسپٹلرس) کی جماعت نے جو کچھ انکی مدد کی اُسکی بہت جلد تلافی ہوگئی۔ اور زائرین کی اُن اطلاعون کی بنا پر جو انھون نے مسیحی ممالک مین جا کر دین کہ کس طرح یہ لوگ انکی حفاظت کرتے ہین اُنکی ایک وقعت قائم ہوگئی اور اسقدر امداد کی گئی کہ یہ مستغنی ہوگئے۔ اپنی جماعت کے قیام کے ابتدائی نو سال تک انکا کوئی خاص امتیازی لباس مقرر نہ تھا بلکہ جو لباس عوام کا ہے وہی پہنا کرتے تھے لیکن جب پاپاے روم نے اُسکو تسلیم کر لیا اور وثیقہ جمعیت دیا تب ایک قسم کی سپید پوشاک اس جماعت کی لباس کے طور پر مقرر ہوگئی۔ اُنھون نے سرخ رنگ کی ایک صلیب اپنے خاص لباس پر اضافہ کر لی اور اپنا جھنڈا بھی علٰحدہ قائم کیا۔ جیسے جیسے اُنکی تعداد اور آمدنی بڑھتی گئی اُنکی ہمتین بھی بلند ہوتی گئین اور اُنھون نے اپنے کار مفوضہ کے دائرہ کو حفاظت شوارع فلسطین سے وسیع کرکے کفار پر حملہ آوری کی مہمین اختیار کرنا شروع کین۔ اسکے بعد سے حصول دولتمندی حقوق و قوت اور نیز مہمات سپہ گری مین بھی انکی تاریخ اور ضیافت الغربا (ہاسپٹلرس) کی تاریخ مین بہت کم فرق نظر آتا ہے۔

ان دونون جمعیتون کا نظام بالکل یکسان تھا ہیکلیین (ٹمپلرس) کے پاس جس قدر جائداد تھی اور مقطعے یوروپ کے ہر ملک مین تھے اُنکی آمدنی اسقدر زیادہ تھی اور اُنکی وجہ سے اثر اسقدر قوی تھا کہ سواے جماعت ضیافت الغربا (ہاسپٹلرس) کے اور کسی کے مقابلہ مین وہ دوسرے درجہ پر نہین کہے جا سکتے لیکن مرتبہ اعزاز و وجاہت اور فوجی شہرت مین انصاف سے اگر دیکھا جائے تو کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہین دی جا سکتی۔ اور وہ لوگ جو یورپ کی شجاعت اور جوانمردی کے کنول سمجھے جاتے تھے ان دونون جماعتون مین شریک ہونے کے لیے مساوی ذوق و شوق سے خواہش کرتے تھے ان تمام مذہبی جماعتون مین سے ہیکلیین (ٹمپلرس) کی جماعت تھوڑے ہی زمانہ مین سب سے زیادہ دولتمند ہوگئی اور غرور و شوکت ذاتی مین کوئی ایک بھی اُسکے مقابلہ مین نہین رکھی جا سکتی تھی۔ اور بھی بعض دوسری جماعتین قائم ہوئین جنھون نے پیشہ سپہ گری اور مذہبی عبود کو اپنی ذات مین مشترک رکھا لیکن ضیافت الغربا (ہاسپٹلرس) اور ہیکلیین (ٹمپلرس) کے سامنے کسی کو فروغ نصیب ہوا۔ اور یہی دونون جماعتین کیا بلحاظ اپنی تعداد کے

اور کیا بلحاظ اپنے ذاتی اثر کے سب سے زیادہ مہتم بالشان سمجھی جاتی رہین۔

ان دونون جماعتون کا انجام جو ہوا وہ بھی ملاحظہ کے قابل ہے۔ہیکلیین (ٹمپلرس) کی جماعت کو فیلقوس خوبرو (فلپ دی فیر) بادشاہ فرانس نے توڑ دیا۔تخت پر بیٹھنے کے بعد ہی شروع شروع مین فیلقوس انپر بہت مہربان تھا۔لیکن اُس سے اور بانیفیس ہشتم (Boniface VIII) پاپائے روم سے ایک جھگڑا ہو گیا جسمین ہیکلیین (ٹمپلرس) نے پاپائے روم کا ساتھ دیا اور خود اپنے ملک کے بادشاہ کے ساتھ نہایت ذلت وحقارت کا اظہار کیا۔اس طرح پر خود انھین لوگون نے بادشاہ کے غصہ کو مشتعل کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُس نے خفیہ طور پر انھین تباہ کرنے کا ارادہ کیا۔یہ لوگ ارتکاب جرائم مین نہایت دلیر اور مشہور تھے چنانچہ بادشاہ کو اس بنا پر انھین قتل کرنے کا خوب موقع ملا۔جب برطراند پاپائے روم ہوا تو جماعت ہیکلیین (ٹمپلرس) کے نائٹ طرح طرح کے بہانون سے بلائے جاتے تھے اور اُنپر فوراً مقدمہ قائم کرکے یا تو انکو حبس دوام کی سزا دیجاتی تھی یا وہ آگ مین جلا ڈالے جاتے تھے۔اُنکے مقبوضات ضبط کرلیے جاتے تھے اور کینہ ور بادشاہ خود اپنے استعمال کے لیے انکو الگ کرلیتا تھا۔دوسرے ممالک مین بھی اُنکے ساتھ یہی برتاؤ کیا گیا اور انجام یہ ہوا کہ جماعت توڑ دی گئی اور اُنکی معاشین ضیاف الغربا (ہاسپٹلرس) کے نام منتقل کردی گئین۔

انگلستان مین ضیاف الغربا (ہاسپٹلرس) کا قلع ہنری ہشتم کے ہاتھون ہوا جس کی وجہ یہ تھی کہ انگریزی کلیسا کا تعلق رومۃ الکبریٰ سے منقطع ہوجانے کے بعد بھی یہ لوگ پاپائے روم کا دم بھرتے رہتے دیگر ممالک مین یہ جماعت کسی قدر باقی رہی اور کہا جاتا ہے کہ زمانہ حال تک انکا سلسلہ باقی رہا اور اس زمانہ مین دیگر موجودہ جماعتون کے ساتھ اس طرح مل گئے کہ کوئی امتیازی نشان باقی نہ رہا[سلہ]

سلطنت بیت المقدس کے مذہبی معاملات خود اسقدر رہین کہ تاریخ کا ایک معتد بہ حصہ اُنکے لیے چاہیے۔تمام مسیحی دنیا پاپائے روم کی غلامی مین پڑی جھول رہی تھی۔رومۃ الکبریٰ کے ان مقدس حضرات نے اپنی عالمگیر عظمت کی دھاک بھی خوب بٹھا رکھی تھی۔جس بادشاہ یا شاہنشاہ کو چاہتے تخت سے اُتار دیتے مذہب کے دائرہ سے خارج کردیتے۔اسیر ہلدیبراند کی تعلیم نے پادریون کو بہت مغرور و گستاخ کردیا تھا۔اُنھین سکھایا جاتا تھا کہ تم والیان ملک کے مقابلہ مین فیصلہ کرنے والے اور اُنکے معاصی کی شست وشو کرنے والے ہو اس لحاظ سے تمھارا مرتبہ اُنسے برتر واعلےٰ ہے۔رومی پادری اپنے فرائض کو نظر انداز کرکے

[سلہ] فوکر صاحب کی تاریخ حروب مقدسہ جلد دوم۔ابواب (۴) و (۱۶)۔مل صاحب کی تاریخ حروب صلیبیہ جلد اول صفحہ ۲۴۲۔ جیمس صاحب کی تاریخ شجاعت (ہسٹری آف شیولری) صفحات ۱۹۳ و ۳۱۳۔

and. Cycl. Metropolitana

کہ اُنکا کام امن وامان قائم رکھنا ہے خانہ جنگی کے شعلے بھڑکاتے رہتے تھے۔ بادشاہوں کے مقابلے میں اُنکی رعایا کو اُکساتے اور ہتھیار اُٹھانے کی تحریص کرتے تھے۔ غرضکہ ان حضرات نے دنیا بھر کے معاملات میں دخل دے کر تمام یورپ کو ایک پریشانی اور بدامنی کی حالت میں ڈال دیا تھا۔ نہ مذہبی عقیدے باقی رہے تھے کہ جن کی ترجیح ہوا کرتے تھے اور اخلاق حسنہ۔ تہذیب وشائستگی اور قاعدہ قانون کی پابندی رخصت ہو چکی تھی۔

زمانہ کے حالات جبکہ اس طرح کے تھے اور واقعات وکیفیات کا یہ عالم تھا تو کچھ تعجب نہیں کہ بیت المقدس کی خورد سال سلطنت کی ابتدائی مصیبتیں امورات کلیسا اور مذہبی عہدہ داروں کے باعث پیدا ہوئی ہوں۔

گاڈفری نواب بولون جو یہاں کا پہلا بادشاہ تھا باوجود ایک بہادر سپاہی اور دانشمند حکمران ہونے کے مسلک پوپ اور کلیسا کی اس حکومت کا غلام تھا اور اپنی حالت کو خوب جانتا تھا۔ میدان جنگ میں اسکی بہادری بے جھجک تھی لیکن مذہبی حاکموں کے سامنے وہ بدوست بین سے الگ دبک جاتا تھا۔ اُسکے زمانہ حکومت کے سب سے پہلے کاموں میں سے ایک کام یہ بھی تھا کہ عمدہ کلیسا کا انتظام ایک ایسی بنیاد پر رکھا جائے جو اُس زمانہ کے لحاظ سے موزوں ہو اور ساتھ ہی کلیسائی وقار وحقوق کا تحفظ ہو سکے۔ کلیسائی تابوت مقدس اور کلیسا ئے ہیکل سلیمان ؑ کے متعلق اُس نے چند مذہبی عہدے ایجاد کیے اور مدد خرچ کے لیے وظیفے بھی مقرر کیے۔ کہا جاتا ہے کہ اُس نے رہبان کے لیے ایک خانقاہ بھی قائم کی تھی اور اُسکی مدد کے لیے کچھ معاش بھی مقرر کر دی تھی یہ سب کچھ تھا مگر پادریوں کی مغروری اور انکی طبیعت کو کسی طرح تسکین نہ ہوتی تھی۔

پائیسا کے اسقف اعظم ڈالمبرٹ کو پوپ پاسکل ثانی نے بجائے [illegible] ادہار آف پائی کے اپنا وکیل مقرر کیا اور ساتھ ہی بیت المقدس کا بطریق بھی بنایا۔ مشرق میں کلیسائے لاطینی کے ان دو عہدوں پر فائز ہونے کی حیثیت سے وہ تمام مذہبی امور میں سب کا افسر ہو گیا اور یہ دعویٰ پیش کرنے لگا کہ جو پھل بہادران حروب صلیبیہ نے اپنی تلوار کے زور سے حاصل کیا ہے وہ کھانے کے لیے اُسے دیدیا جائے۔ گاڈفری اور بوہمانڈ دونوں نے کلیسا کے ماتحت ہونے کی حیثیت سے یہ گوارا کیا کہ ممالک یروشلیم و انطاکیہ کے عطائے حکومت کی رسم ڈالمبرٹ کے ہاتھ سے ادا ہو لیکن یہ اظہار اطاعت وفرمان برداری بھی پادری کے دامن حرص دراز کو کوتاہ نہ کر سکا اور نتیجہ یہ ہوا کہ ڈالمبرٹ نے یروشلیم اور یافا پر خود قبضہ حاصل کرنے کا دعوےٰ کیا۔

گاڈفری نے جسے بیت المقدس کی حکومت کے واسطے اُن سب نے مل کر انتخاب کیا تھا جنہوں نے لڑ بھڑ کر اس ملک پر قبضہ حاصل کیا تھا یہ خیال کیا کہ یہ کس قدر ناواجب اور بیہودہ بات ہوگی کہ اُسے

کسی قسم کا اختیار باقی نہ رہے چنانچہ اُس نے بطریق کے اس دعوے پر اعتراض کیا۔ لیکن پھر بھی کلیسا سے لڑائی مول لینے کے فضول ڈر سے کانپا جاتا تھا۔ اور نہایت خوشی سے اس بات پر راضی ہو گیا کہ پورا شہر اور مقدس دار السلطنت کا ایک حصہ جسمین تابوت مسیحؑ بھی شامل تھا اس حریص پادری کے حوالہ کر کے صلح کرے لیکن بطریق نے آخر کار یہ ایک بہت بڑی شرط بھی لکھوائی کہ اگر گاڈفری لاولد مر جائے تو بلا استثنا پوری سلطنت یروشلیم اُسکے جبر ملک مین آ جائے گی[۵۱]۔ جیسا کہ خیال کیا جاتا تھا یہ بات حکومتہا ے مابعد مین اور جھگڑون کی بنیاد قرار پائی۔ گاڈفری[۵۲] کی وفات کے بعد امراے سلطنت لاطینی نے اُس وعدہ کو تسلیم کرنے سے انکار کیا جو گاڈفری نے بطریق کے ساتھ کیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حصول سلطنت کے لیے دھینگا مشتی شروع ہوئی۔ ڈائمبرٹ نے بوہانڈ حاکم انطاکیہ کے پاس ایلچی بھیجے کہ بالڈون کے مقابلہ مین جو گاڈفری کا رشتہ دار اور نامزد کردہ تھا اور نیز جسے تمام نائٹون نے پسند کر لیا تھا تمھین تخت پر بٹھائینگے۔ لیکن یہ تدابیر کارگر نہوئین اور بندۂ حرص پادری کو اسی مین نجات کی شکل نظر آئی کہ امن وعافیت کے ساتھ کہین کھسک جائے[۵۳]۔

اسی طرح ایک اور موقعہ پر بادشاہ یروشلیم اور رومی پیشواے دین ایک دوسرے کی مخالفت پر کمربستہ نظر آتے تھے۔ جس شخص کو بادشاہ نے بطریق بنایا تھا اُسکو پوپ نے موقوف کر دیا۔ بقول فولر کے محض بادشاہ کا مقرر کرنا اس بات کے لیے کافی تھا کہ وہ برطرف کر دیا جائے[۵۴]۔ قریب قریب اُسی زمانہ مین یروشلیم کے بطریق اور انطاکیہ کے بطریق مین جھگڑا ہو گیا اسلیے کہ اول الذکر سے بادشاہ نے وعدہ کر لیا تھا کہ تمام مقامات جو خود وہ یا اُسکے جانشین فتح کرینگے اُسکے (بطریق یروشلیم کے) قبضہ مین رہین گے

---

[۵۱] گیبولی املس ٹائیری آئی جلد نہم۔ ابواب (۱۵) و (۱۶)۔ [۵۲] عرب مورخین گاڈفری کی موت کا حال اس طرح لکھتے ہین کہ اُس نے بڑھ کر شہر عکہ پر حملہ کیا جو سواحل شام پر ہے۔ ایک لڑائی مین اُسکے ایک تیر ایسا لگا کہ وہ جانبر نہو سکا اور اُسی کی تکلیف سے مر گیا مگر بعض عیسائی مورخین لکھتے ہین کہ بخار سے مرا۔ [۵۳] گیبولی املس ٹائیری آئی جلد دہم۔ ابواب (۴ و ۷)۔ سر جارج ڈبلو کاکس اپنی کتاب حروب صلیبیہ مین اس واقعہ کو اس طرح لکھتے ہین کہ "گاڈفری کی وفات کے بعد ڈائمبرٹ کے دل مین وہ امیدین پیدا ہوئین جو پوری نہو سکتی تھین۔ گاڈفری کی رعایا ایک پادری کی رعایا بننا نہین پسند کرتی تھی۔ لہذا ٹانکرڈ نے چاہا کہ تخت وتاج بوہیمانڈ کو دیدے لیکن بوہیمانڈ اُس زمانہ مین قید تھا اور لوگون کی نظرین بالڈون کی طرف لگی ہوئی تھین جو گاڈفری کا بھائی اور عرق کے شہر رہا (ایڈیسا) کا مالک تھا۔ وہ اپنے شہر رہا کی حکومت اپنے ایک ہمنام عزیز کو دے کر بعجلت تمام بیت المقدس مین آیا اور وہان کا بادشاہ قرار پایا۔ ڈائمبرٹ ناراضی کی وجہ سے پہلے تو الگ تھلگ رہا لیکن چند روز بعد اُسکی مخالفت دفع ہو گئی اور اُس نے بالڈون سے اتفاق کر لیا۔"

[۵۴] گیبولی املس ٹائیری آئی جلد یازدہم۔ باب چہارم۔

ثانی الذکر نے یہ خیال کیا کہ اس طور پر اُسکے حقوق پامال ہوئے جاتے ہین - یہ جھگڑا اتنا بڑھا کہ آخر کار پوپ کو دخل دینا پڑا اور بقول اُس بذلہ سنج مصنف کے جس کی کتاب سے اوپر انتخاب کیا گیا ہے پاپاے روم نے اپنی عادت کے موافق داؤن پیچ چلنا شروع کیے تا کہ "انطاکیہ کا غصہ ور بطریق پھسلا کر منا لیا جائے"۔ [۵۱]

ایک زمانہ ایسا گزرا کہ بیت المقدس کا سردار پادری ایک نہایت بدمعاش اور بدنام شخص مقرر ہوا - اور وہ بادشاہ کے ہاتھ مین صرف ایک آلہ کی طرح رہا - اور کبھی ایسا ہوا کہ بطریق کی موت پر لوگون کو یہ سخت شبہہ پیدا ہوا کہ کسی تنازعہ کی وجہ سے جو اُسمین اور بادشاہ مین تھا آخر الذکر نے اُسے زہر دیدیا۔ [۵۲]

غرضکہ یروشلیم کے کلیساے لاطینی کی یہ ایسی حالت تھی جو سلطنت لاطینی کے مختصر زمانہ کے ایک بہت بڑے حصہ تک قائم رہی - یہ وہ سلطنت تھی جسے قائم کرنے کے لیے اسقدر عام جوش پھیلا یا گیا تھا اور اسقدر خون اور کثیر التعداد روپیہ صرف کیا گیا تھا - اُس مذہب کے لیے جو ایسی سرزمین سے نکلا ہو جہان کی یادگارین ایسی پاک و مقدس ہون یہ کس قدر ہتک اور توہین کی بات ہے ؟ اور یہ کس قدر بڑا اختلاف ہے اُس کلیساے بیت المقدس کے مقابلہ مین جسکی بنا پیغمبرون نے ڈالی تھی اور جہان سے (Emmanuel) استیفن شہید اور دوسرے بزرگون کی روحین آسمان پر گئین ! حقیقت مین پوپ ہی دجال ہے اور جو کلیسا کہ اُسکی سرپرستی مین قائم ہوئی ہین اُنمین اور اُس کلیسا مین جو ایک روز مسیحی تقدس کے صفات سے آراستہ ہوکر ایسی نظر آئے گی جیسی کہ "وہ دولہن جو شوہر کے گھر جانے کے لیے بنائی سنواری گئی ہو" نظر آتی ہے وہی نسبت ہے جو نور کو ظلمت کے ساتھ ہے -

---

[۵۱] گیولی المس ٹائی ری آئی جلد یازدہم - باب (۲۸) - [۵۲] ایضاً جلد سیزدہم - باب (۲۵) - [۵۳] ان صلیبی مہمات سے جس شخص کو مستقل فائدہ پہونچا وہ وہی شخص تھا جسکی بابت خیال کیا جاتا ہے کہ اُسے ان مہمون کی بدولت بہت سے نقصانون اور تکلیفون سے سابقہ پڑا - قسطنطنیہ کی یونانی سلطنت کے خطرون سے بچنے اور اطمینان حاصل کرنے کے لیے سب سے زیادہ اس بات کی ضرورت تھی کہ قرب وجوار کے علاقون سبتینیہ اور فراغیہ سے ترک نکال دیے جائین - یہ مطلب صلیبی لڑائیون سے حاصل ہوگیا ترکی سلطان روم کا دار السلطنت نیقیہ سے ہٹ کر قونیہ مین منتقل ہوگیا - ایشیاے کوچک کے کل بحری مقامات شہنشاہ مشرق یعنی دولت مسیحی یونان کے قبضہ مین آگئے اور اُسکی سلطنت کو ایسا استحکام ہوگیا کہ اُسکے بعد وہ تقریباً ساڑھے تین سو برس تک قائم رہی - لیکن الکزیوس کی طینت مین مکر و فریب تھا اور اُن بڑے اور چھوٹے کامون نے جنمین وہ مشغول رہا کرتا تھا اُسکے مزاج مین خود داری پیدا کردی تھی ورنہ اُسکی نظر زیادہ تر چھوٹی باتون ہی پر رہا کرتی تھی - لہذا اس امر سے اُسکی سوح کو صدمہ پہونچا کہ لاطینی سردارون نے وہ دور دراز کے مقامات جنکے قبضہ مین آنے سے اُسے درحقیقت کوئی فائدہ نہین ہو سکتا تھا فتح کرلیے اور اُنہین سے اُسکو کچھ نہ دیا - ۱۲ (کتاب حروب صلیبیہ مصنفہ سر جارج ڈبلو کاکس و مترجمہ منشی محمد امیر مرزا صاحب) -

سلطان صلاح الدین کا خاندان

شادی ابن مروان
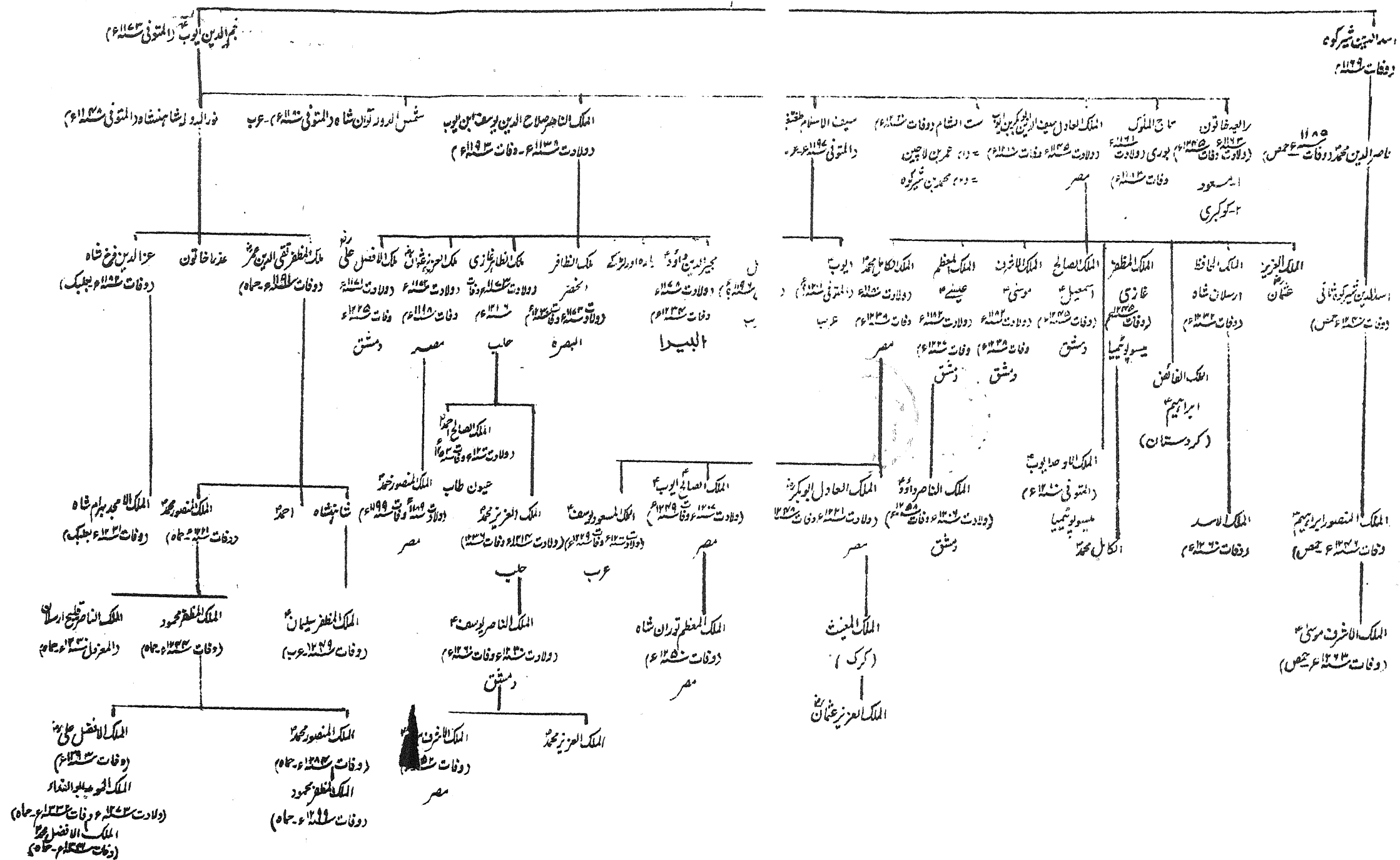
بیت المقدس کی فتح اور مشرق مین سلطنت لاطینی[۱] کا قیام اس بات کا باعث ہوا کہ مسیحی جنگجویون کی نئی

[۱] سلطان صلاح الدین کے پیدا ہونے کو ابھی سات برس باقی تھے کہ فوک امیر انجو کے زمانہ مین (۱۱۳۱ء) لاطینی سلطنت شباب پر پہونچگئی۔ شام اور بالائی حصۂ جزیرہ (میسوپوٹیمیا) صلیبیون کا جولانگاہ بنا ہوا تھا جنکے قریب قریب روزانہ حملے دیار بکر کے مقامات مردین (Maridin) اور عامد (Amid) سے لے کر "العرش" اور "نہر المصر" تک ہوتے رہتے تھے باوجود اسکے ملک در حقیقت فتح نہو سکا تھا۔ صلیبیون نے صرف برائے نام قبضہ ہی پر اکتفا کر لیا تھا اور گو کہ جارڈن (Jordan) اور لبنان تک اندرون ملک مین بہت سے قلعہ جات اور ساحلی مقامات اُنکے قبضہ مین آ گئے تھے لیکن اُنھون نے کبھی کامل طور پر فتح حاصل کرنے کا قصد نہین کیا تھا۔ بڑے بڑے شہر مثلاً حلب۔ دمشق۔ حماۃ (ایپی فینیا) اور حمص ابھی تک مسلمانون ہی کے ہاتھون مین تھے اور کبھی عیسائیون کے قبضہ مین نہین آئے حالانکہ بارہا ایسا نازک موقعہ آیا کہ اُنکا فتح ہو جانا بہت ممکن تھا۔ اندرون ملک مین یروشلیم کے علاوہ عیسائیون کے ہاتھ مین صرف ایک شہر آیا یعنی مدینۃ الرہا (ایڈیسا) لیکن یہ بھی تھوڑے عرصہ کے بعد اُنکے قبضہ سے نکل گیا۔ سلطنت معہ اپنی باجگذار ریاستون۔ صوبون۔ جاگیرون اور مقبوضات کے بجائے ایک باقاعدہ فتح و تسلط کے محض ایک فوجی قبضہ کی شکل مین تھی اور یہ حالت بھی ایک ناکمل حالت تھی۔

جس زمانہ مین اُسکی وسعت منتہائے کمال تک پہونچ چکی تھی اُسکے حدود ارضی طول مین شمال سے جنوب تک پانسو میل کے فاصلہ پر واقع تھے لیکن عرض مین پچاس میل سے اکثر کم ہی تھے۔ شاذونادر ہی کہین زیادہ ہونگے۔ شمال مین صوبۂ رہا (ایڈیسا) اور فا کے حدود دیار بکر کی سرحد سے لے کر ایک مقام تک جو حلب کے شمال مین کچھ زیادہ دور نہین واقع تھا چلے گئے تھے۔ اسمین بڑی جاگیرات مثلاً سروج۔ تل بشیر۔ سمیساط اور عین تاب شامل تھین۔ صوبہ رہا کے مغرب و جنوب مین ریاست انطاکیہ واقع تھی جسمین ایک زمانہ مین سلیشیا کے متعلق طارس اور ادانا بھی تھین۔ یہ ریاست عام طور پر ہیراس سے ساحل کے کنارے کنارے مرقاب (مرگاٹ) کے کسی قدر شمال تک پھیلی ہوئی تھی اور اندرون ملک مین مسلمانون کے شہر حلب اور حماۃ تک پہونچگئی تھی۔ اسکے بڑے بڑے مقبوضات مین اثارب (سیرپ)۔ معرا۔ فامیا (ایپی میا) معہ بندرگاہ لاذقیہ (لیوڈیشیا) کے داخل تھے۔ انطاکیہ کے جنوب مین صوبۂ طرابلس واقع تھا جو لبنان اور بحر قلزم کے مابین ایک تنگ اور پتلا قطعۂ ارض تھا۔ اس صوبہ مین مرقاب (مرگاٹ)۔ طرطوسہ۔ حصین الاکراد (کریک دی شویلیارس)۔ طرابلس اور جبیل شامل تھے۔ ان تمام ریاستون پر اعلےٰ ترین حاکم بادشاہ یروشلیم سمجھا جاتا تھا۔ جسکی اپنی حکومت کے حدود بیروت سے لیکر صیدا (سیڈون)۔ صور (ٹائر)۔ عکہ۔ قیصریہ۔ ارسوف اور یافا سے گزرتے ہوئے مصری سرحد کے قلعہ عسقلان تک چلے گئے تھے۔ اور مشرق کی طرف وادی جارڈن اور سمندر (ڈیڈ سی) تک پہونچتے تھے۔ اسکے بڑے بڑے حصے یہ تھے:۔ اول صوبۂ یافا و عسقلان جسمین قلعہ جات ابیلن۔ بلانش۔ گارد اور مرابل اور قصبات غزا۔ لدّہ اور رملہ شامل تھے۔ دوم صوبہ کرک (کریک)، اور شوبک (مانٹ ریل)، کی حکومت۔ یہ دونون قلعے سمندر کے پرے تھے اور دمشق سے

نئی جماعتین یورپ سے ارض مقدس کی طرف روانہ ہون اور حروب صلیبیہ کے تتمہ کے طور پر کچھ معرکہ آرائیان کرین

(سلسلۂ نوٹ صفحہ ۵۵) مصر جانے والے کاروان کے راستہ مین حائل تھے۔ سوم صوبہ غلیلی (ارض الجلیل) جسمین طبریہ (ٹائبریس) صفید۔ کوکاب (بلوائر) وغیرہ قلعہ جات تھے۔ چہارم صوبۂ سیدا (سڈون) تھا۔ (انکے علاوہ اور بہت سے چھوٹے چھوٹے مقبوضات تھے مثلاً تبنین (ٹورون)۔ بیسان (تبشان) اور نابلس (نیپولس) وغیرہ۔

ان تمام عیسائی مقبوضات کا اکثر حصہ مسلمانون کے شہرون یا قلعون سے زیادہ سے زیادہ دو منزل پر واقع تھا جہان سے مسلمان اکثر حملے بھی کیا کرتے تھے۔ صلاح الدین کے ایک ہمعصر اسامہ ابن منقذ نے اس زمانہ کے حالات خوب لکھے ہین کہ مسلمانون اور عیسائیون مین ہمیشہ جدال وپیکار رہا کرتی تھی اور بیچ بیچ مین کبھی کبھی دوستی اور امن وامان کی حالت بھی ہوجایا کرتی تھی۔ محاربہ اول کے لوگون کی طبیعتون کا عام میلان یہ تھا کہ مسلمان پڑوسیون سے اچھے تعلقات رکھے جائین عیسائی دائرۂ حکومت مین بھی کاشتکار زیادہ تر مسلمان ہی تھے اور انسے میل جول اور گہرے خانگی وتمدنی تعلقات نے آپس کے اختلافات کو کم اور مشترکہ منافع اور محاسن کو قوی کردیا تھا...... اسامہ ابن منقذ والی شیزر نے اُن عیسائیون مین جو یہان بس گئے تھے محاربۂ جنگ اول کے خاندانون مین جو مشرقی زندگی کے عادی ہوگئے تھے اور اپنے مسلمان پڑوسیون سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے اور نووارد عیسائیون مین جو سخت متعصب ہوتے تھے اور جنکے بے موقع جوش وخروش اور ہوس غارتگری نے فلسطین کے ان پیروان ہر دو مذہب کے درمیان نفاق پیدا کردیا تھا خوب امتیاز قائم کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ "یہ فرنگی جو یہان آکر ہمارے ساتھ بس گئے ہین اور مسلمانون کی صحبتون مین رہ چکے ہین اُن سے بہت اعلیٰ ہین جو حال مین آکر انکے شریک ہوئے ہین...... یہ نووارد قدیم لوگون کے مقابلہ مین جو مسلمانون سے مانوس ہوگئے ہین ہمیشہ زیادہ وحشی ہوتے ہین" ان صلیبیون مین جنھون نے یہان بودوباش اختیار کرلی تھی اور مسلمان پڑوسیون مین دوستانہ تعلقات قائم ہوگئے تھے اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ ایک مسلمان عیسائی نائٹ کے یہان جاکر مہمان ہوتا تھا۔ ہیکلیین (ٹمپلرس) مین خود اسامہ کے اکثر ملاقاتی تھے جنھین اُس نے اپنا "دوست" بیان کیا ہے۔ جب وہ بیت المقدس گیا تھا تو اُسکو مسجد اقصےٰ کے قریب ایک مقام پر نماز پڑھنے کی جگہ دیگئی تھی۔ وہ اُنکے ساتھ راہبون کی خانقاہون مین پھرتا تھا اور گنبد صخرا و بیت السلسلہ مین بھی اُسکے دوست لیگئے تھے۔ سینٹ جان (یوحنا قدیس) کے نائٹون کی خود اُس نے تعریف کی ہے لیکن وہ نہ تو انکے مسیحی قانون کی عظمت کرتا ہے اور نہ عیسائیون کی عہد شکنیون پر اپنا غصہ ظاہر کرنے سے باز رہتا ہے۔ کیونکہ صلیبی "کفار" کے ساتھ عہد وپیمان پر شاذ ونادر ہی قائم رہتے تھے...... ایک متین باشندۂ مشرق کی طرح وہ اُنکی جمہوری ہنسی ہنسی ٹھٹھے اور عیش ونشاط مین دیوانون کی طرح سرگرمی کو جو بعض درجے کے فرنگیون مین اُسے نظر آئی بالکل پسند نہین کرتا بڑی بڑی سمجھ والے آدمیون کو بچون کی طرح سوانگ بھرتے ہوئے یا کھلنڈراپن ظاہر کرتے ہوئے دیکھنا ایک مشرقی باشندہ کی سمجھ مین نہین آسکتا۔ اُسامہ اس بات کو بالکل نہین برداشت کرسکتا تھا کہ اُن نازک جذبات کا جنھین وہ ایک سچے

جو لوگ فرانس۔ اٹلی اور جرمنی سے روانہ ہوئے اُنمین سب سے زیادہ ممتاز افسر امرائے بلائی و ورمنڈا تھے۔ ابتدائی سہم حروب صلیبیہ کو چھوڑ کر چلے جانے کی وجہ سے انکی نیک نامی کو سخت صدمہ پہونچا تھا جسکی تلافی کے لیے اب پھر اُس میدان جنگ کی طرف جا رہے تھے جسے اُنھون نے نہایت ذلت کے ساتھ پہلی دفعہ چھوڑا تھا۔ انکے علاوہ امرائے برگنڈی۔ نیورس۔ آکزیری وکانراد شاہنشاہ ہنری چہارم کا کانسٹبل اور امیر الامرا ایکوٹین ولویریا بھی جنگ کے لیے روانہ ہوئے۔ اس فوج کی مجموعی تعداد پانچ لاکھ تھی جنمین سے صرف ایک مختصر تعداد کو ارض مقدس مین آباد ہونے اور اُسکی حفاظت کرنے کی اجازت دیگئی۔ باقی ماندہ یا تو قحط زدہ باکے پنجہ مین گرفتار ہوئے یا تلوار کے گھاٹ اوترے۔ جو گھار کہ لمبارڈی سے آئی تھی اُسکو ترکون نے ایسا فنا کر دیا کہ بمشکل اُنکے وجود کا پتہ لگتا تھا۔[1]

بالڈون ثالث کے زمانہ مین وہ نازک وقت آگیا جس کا نتیجہ دوسری جنگ صلیبی کی شکل مین ظاہر ہوا۔ چار عیسائی بادشاہ یروشلیم کے تخت پر بیٹھ چکے تھے۔ اس سلطنت کی تاریخ فولر نے نہایت مختصر طور پر عجیب طرح سے یون بیان کی ہے کہ "گاڈفری اور پہلے دو بالڈون کے زمانہ مین اُسمین توسیع ہوتی رہی۔ فوک کے زمانہ مین وہ محفوظ رہی لیکن بادشاہان مابعد کے عہد مین کچھ نہ کچھ وہ کھوتی رہی حتی کہ بالکل نیست و نابود ہوگئی"۔[2]

فوک کو بالڈون ثانی نے فرانس سے فلسطین اس وعدہ پر بلایا تھا کہ اُسکے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کر دے گا۔ شاہی خاندان سے تعلق پیدا کرنے اور بعد مین مالک تخت وتاج ہونے کی امید نے فوک کے چشم تصور کو خیرہ کر دیا۔ اُس نے اپنی بہت بڑی فرانسیسی جاگیر اپنے بیٹے کے حوالہ کی اور ارض مقدس کیطرف چل کھڑا ہوا۔ یہان شاہزادی میلیسنڈا سے اُسکی شادی ہوئی اور ساتھ ہی وہ وارث تخت وتاج تسلیم کر لیا گیا۔ اسکے تھوڑے ہی عرصہ بعد بالڈون کا انتقال ہوگیا اور وہ بلا مزاحمت تخت پر بیٹھ گیا۔ فوک نے

(بسلسلہ نوٹ صفحہ (۵۶) مسلمان کی طرح زنانہ کے اندر ہی محدود رکھنا چاہتا ہے خفیف طور پر بھی علانیہ اظہار کیا جائے اور صلیبیون کی اس آزادی کو دیکھکر جو وہ اپنی بی بیون کے ساتھ برتتے تھے اُسکے صبر و استقلال کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے اور وہ لکھتا ہے کہ "یہ لوگ نہین جانتے کہ عزت و آبرو یا غیرت کسے کہتے ہین۔ اگر وہ اپنی بی بیون کو باہر لیجا رہے ہون اور راستہ مین کوئی شخص مل جائے تو وہ اُسکو اجازت دینگے کہ اُسکی بی بی کا ہاتھ پکڑ کے الگ لیجائے اور جبتک بات چیت ختم نہو جائے شوہر الگ کھڑا رہتا ہے۔ اور اگر عورت نے باتون مین طوالت کو دخل دیا تو شوہر اُسکو اپنے دوست کے ساتھ چھوڑ کر چلا جاتا ہے"
(سیرت صلاح الدین از لین پول۔ باب دوم) [1] گیولی املس ٹائی ری آئی جلد ہم ابواب (۱۲) و (۱۴)۔

[2] فولر کی تاریخ جنگ مقدس جلد دوم باب (۲۷)۔

اپنی سیزدہ سالہ حکومت مین کوئی بڑی مہم نہین سرکی بلکہ صرف اپنی سلطنت کی حفاظت کرتا رہا۔ اُسکی وفات کے بعد ملک و مال اُسکی بیوہ اور لڑکے کے قبضہ مین آیا جو بالڈون ثالث کے نام سے تخت نشین ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ سلطنت لاطینی معرض زوال مین آنا شروع ہوئی۔ مدینۃ الرہا (ایڈیسا) جو سرحد پر واقع تھا ہمیشہ سلطنت کے لیے باعث امن و امان و محافظت سمجھا جاتا تھا لیکن کچھ عرصہ سے اُسکی حفاظت نہایت ضعف کے ساتھ کی جاتی تھی اور یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ حاکم انطاکیہ نے اُسکی حفاظت کے بارہ مین ترکون سے کچھ معاملہ کرلیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ترکی امیر حلب عماد الدین[1] زنگی یکایک مدینۃ الرہا (اڈیسا) مین داخل ہوگیا اور قلعہ کا محاصرہ کرکے قبل اسکے کہ یروشلیم سے کمک پہونچے بزبردستی فتح کرلیا۔

۱؎ عماد الدین زنگی ملک شاہ کے ذی مرتبت غلام آقسنقر کا بیٹا تھا۔ سنہ ۱۰۹۴ء مین جب آقسنقر کا انتقال ہوا تو زنگی کی عمر دس برس کی تھی۔ الجزیرہ مین اس زمانہ مین سب سے بڑا حاکم کربغا (Kurbagha) امیر موصل تھا جو خود ملک شاہ کے لڑکے اور جانشین کا باج گزار تھا اور اپنے پُرانے دوست آقسنقر کو بھولا نہ تھا۔ اسلیے اُس نے زنگی کو معہ مملوکون کے اپنے دربار مین یہ کہکر بلا لیا کہ "لڑکے کو میرے پاس لاؤ کیونکہ وہ میرے جنگ کے ساتھی کا بیٹا ہے اور مجھے لازم ہے کہ مین اُسکی پرورش کرون"۔ موصل مین زنگی کربغا کے ساتھ ساتھ رہا۔ ایک مرتبہ عامد (Amid) کے قریب ایک جنگ مین جب کہ فتح و شکست کا پلہ کسی طرف جھکتا نظر نہین آتا تھا کربغا نے تمام فوج کے روبرو زنگی کو اپنے سینہ سے لگا کر اُسکے مملوکون سے یون خطاب کیا۔ "دیکھو یہ تمھارے پُرانے آقا کا لڑکا ہے۔ اسکے لیے لڑو"۔ وہ سب یہ سُن کر لڑکے کے گرد جمع ہوگئے اور مل کر ایک ایسا حملہ کیا کہ فتح ہوگئی۔ یہ زنگی کی پہلی جنگ تھی اور اس وقت اُسکی عمر پندرہ سال کی تھی اسی طرح ایک عرصہ تک وہ دربار موصل مین رہا۔

اٹھتیس برس کی عمر تک وہ الجزیرے (میسوپوٹیمیا) کی جنگون اور وہانکی سیاسی حالت مین دوسرے امیرون کے ساتھ شریک ہوکر حصہ لیتا رہا۔ ایک بار محاصرہ طبریہ (ٹائی بیریس) مین اُس نے محصورین کے ایک زبردست حملہ کا مقابلہ کیا اور اُنھین ہٹا کر پسپا کردیا۔ اور خود تعاقب کرتا ہوا دروازۂ شہر تک چلا گیا۔ یہان پہونچکر اُس نے اپنا نیزہ دروازہ پر مارا لیکن پیچھے مُڑکر جو دیکھا تو کوئی شخص ہمراہ نہ تھا اور اُسکی تمام فوج لڑائی ختم ہونے کے بعد ٹھہر گئی تھی اور خود وہی تنہا غنیم کا تعاقب کرتا ہوا چلا آیا تھا۔ تھوڑی دیر تک اس حال مین بھی وہ لڑتا رہا لیکن جب دیکھا کہ کوئی ساتھ نہین دیتا ہے تو آہستہ آہستہ واپس ہوا۔ اس حملہ کی شہرت اسقدر ہوئی کہ لوگ خصوصیت کے ساتھ اُسکو "الشامی" پکارنے لگے سنہ ۱۱۲۲ء مین پہلی مرتبہ اُسکو سلجوقی سلطان نے حکومت عطا کی۔ سنہ ۱۱۲۳ء مین عربون اور ترکون مین جنگ ہوئی اور عربون کو اسکے ہاتھ سے سخت ہزیمت ہوئی۔ اس فتح کے بعد زنگی سلجوقی سلطان کے دربار مین گیا جہان اُسے خلیفۂ بغداد کے مقابلہ مین مدد کرنے کے صلہ مین سنہ ۱۱۲۷ء مین ولایت موصل عطا ہوئی اور سلطان کے دو بچون کی اتالیقی کی عزت

مدینۃ الرہا[5] (اڈیسیا) کے ہاتھ سے نکل جانے نے سلطنت لاطینی کو بیخ و بن سے ہلا دیا۔ اور یہان کے

(بسلسلہ نوٹ صفحہ ۵۸) نصیب ہوئی جسکی وجہ سے اُسکا لقب اتابک پڑا۔ زنگی رفتہ رفتہ خود مختار ہوگیا۔ اور قریب قریب کل جزیرہ (میسوپوٹیمیا) پر تسلط کرلیا۔ اُسکے زمانہ مین انصاف اور دادرسی خوب ہوئی تھی۔ لین پول صاحب لکھتے ہین کہ کسی سپاہی کی یہ مجال نہ تھی کہ گھاس کا ایک تنکا بھی بغیر قیمت ادا کیے لے لے۔ غریبون پر وہ ٹیکس کم لگاتا تھا مگر امیرون سے اپنے اخراجات جنگ خوب وصول کرتا تھا۔ صاحب موصوف ایک اور مقام پر لکھتے ہین کہ اُسکے افسرون مین ظلم و اوباشی مطلق نہ تھی اور عورتون پر دست تعدی دراز کرنے کے جرم مین زنگی سے زیادہ اُس زمانہ مین کوئی سزا نہ دیدیتا تھا۔ اُسکے سپاہیون کی بی بیان اُسکی خاص نگرانی مین سمجھی جاتی تھین اور کسی کی مجال نہ تھی کہ اُنکے شوہرون کی غیبت مین اُنھین نظر بد سے دیکھے تو اسکے انتظام اور قاعدہ قانون مین وہ بہت سخت تھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر طرف فراغبالی و سرسبزی کے آثار نظر آنے لگے موصل مین اُس نے المیدا کے محاذی ایک گورنمنٹ ہاؤس تیار کیا۔ شہر پناہ کی دیوارین دوگنی بلند کردین۔ خندق زیادہ گہری کردی اور ایک پھاٹک تعمیر کیا جو باب العمادی کے نام سے مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اُسکے زمانہ سے پہلے موصل مین میوہ جات اسقدر کم ملتے تھے کہ سوداگر جب انگور بیچا کرتے تھے تو وزن پورا کرنے کے لیے خوشہ جات انگور کو قینچی سے کاٹنا پڑتا تھا لیکن جب زنگی کی حکومت نے ہر طرف سرسبزی اور فراغبالی پیدا کردی تو اسقدر میوون کی یہان افراط ہوئی کہ انار و ناشپاتی اور سیب و انگور سال بھر تک نہین چکتے تھے اور دوسری فصل تک بکثرت باقی رہتے تھے۔ اُسکے زمانہ کا سب سے بڑا کارنامہ فتح مدینۃ الرہا (اڈیسیا) ہے جس سے فتح بیت المقدس کا باب وا ہوگیا۔ ۱۴ ستمبر ۱۱۴۶ء کو جبکہ وہ دریاے فرات کے کنارے قلعہ الجعبر کا محاصرہ کیے ہوے تھا اُسکے بعض غلامون نے جنمین یرکتاش سب سے زیادہ ممتاز تھا رات کے وقت اُسکو شہید کردیا۔ ابوالحکم المغربی نے اُسکے ماتم مین ایک مرثیہ لکھا ہے جسکے چند اشعار یہ ہین۔

عین لاتذخری المدامع وابکی واستهلی دمعاً علی فقد زنگی ۔۔۔ لم یهب شخصه الردی بعد ان کانت له هیبة علی کل ترکی

خیر ملک ذی هیبة وبهاء وعظیم بین الانام بترک ۔۔۔ یهب المال والجیاد لمن یمسه مادحا بغیر تلکی

ای فتک جری له فی الاعادی بعد ما استفتح الرها ای فتک ۔۔۔ بعد ما کادت تدین له الروم و ی البلاد من غیر شک

زنگی کی لاش میدان صفین مین دفن ہوئی اور اُس نے اپنے بعد سیف الدین غازی۔ نور الدین محمود الملک العادل و قطب الدین مودود اور نصرۃ الدین اور چند لڑکیان چھوڑین۔ کہا جاتا ہے کہ ایک بزرگ نے شہادت کے بعد اُسکو خواب مین دیکھا تو پوچھا کہ خداے بزرگ و برتر نے تمھارے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ اُس نے کہا "بخشدیا" اُس نے پوچھا "کس صلہ مین"؟ اُس نے کہا "مدینۃ الرہا (اڈیسیا) کے صلہ مین" (ماخوذ از لین پول و اخبار السنیہ فی حروب الصلیبیہ از سید علی الحریری)۔

[5] جبتک جاسلین دی کورٹنی زندہ رہا زنگی نے مدینۃ الرہا کی فتح کا قصد نہین کیا لیکن اُسکی وفات کے بعد ہی جاسلین ثانی کے زمانہ مین اُس نے برائے نام حامد کا محاصرہ شروع کردیا تاکہ غنیم کی توجہ ادہر پھر جائے۔ جاسلین ثانی کسی قدر آرام طلب شخص تھا

لوگون کی وحشت و پریشانی بہت بڑھ گئی۔ اسمین شک نہین کہ گو ابھی تک سحارین صلیبی کی سلطنت کا زوال امر یقینی کی حالت تک نہین پہونچا تھا تاہم یہ صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسقدر کمزور ہوگئی ہے اور کس درجہ معرض خطر مین ہے

(بسلسلہ نوٹ صفحہ ۵۹) اور اُسکی تقلید مین لاطینی امرا بھی کسی قدر آرام طلب ہوگئے تھے۔ مدینۃ الرہا کالدی اور ارمنی سوداگرون کی نگرانی مین ڈالدیا گیا تھا جنھین اچھی طرح ہتھیار چلانا بھی نہین آتے تھے اور جنکا دارومدار محض اُس فوج پر تھا جو کرایہ کے ٹٹوؤن کی طرح نوکر رکھ لی گئی تھی اور جسکی اکثر سال بھر یا اُس سے زیادہ مدت کی تنخواہ چڑھی رہتی تھی۔ زنگی کے لیے یہ بہت اچھا موقع تھا۔ اُس نے فوراً عامد کا محاصرہ چھوڑکر مدینۃ الرہا کا محاصرہ شروع کردیا۔ ابتداءً اُس نے فوج سے اطاعت قبول کرنے کو کہا اور نہین چاہتا تھا کہ اس ملکہ امصار کو اُسکے ہاتھ سے چشم زخم پہونچے لیکن قلعہ والون نے انکار کیا۔ زنگی نے حملہ بعلبک کی طرح اس موقع پر بھی قرآن پاک سے فال لی* اور اسی کے مطابق اُسنے حملہ کا قصد مصمم کرلیا۔ کئی جماعتین فتح قلعہ کے لیے بھیجی گیئن لیکن سب بیکار ثابت ہوئین۔ آخر کار انجنیرون نے سرنگین لگانا شروع کین۔ زنگی نے خود مورچون کو جاکر دیکھا اور کہا کہ "کوئی شخص آج شب کو میرے ساتھ کھانا نہ کھائے جبتک وہ یہ عہد نہ کرلے کہ صبح میرے ہمراہ مدینۃ الرہا مین داخل ہوگا" ایک ماہ کے محاصرہ کے بعد دیوار مین شگاف ہوگیا اور ۲۳ ستمبر ۱۱۴۴ء کو ترکمانی فوج شہر مین داخل ہوئی۔ فتح کی خوشی سے وہ دیوانی ہورہی تھی اور اُن گستاخیون کا بدلہ لینے کے لیے آمادہ تھی جو امراے مدینۃ الرہا نے مسلمانون کے ساتھ کی تھین۔ اب وقت تھا کہ بالڈون اور جاسلین کے حملون اور قتل عامون۔ غارتگریون اور آتش زنیون کو جنکی وجہ سے سب مین اُنکی ہیبت پھیل گئی تھی خون کے سیلاب سے دھوڈالا جائے۔ غیض و غضب کے پہلے ہلہ مین اُنھون نے کسی کو بھی نہ چھوڑا۔ بوڑھون اور اجنبیون کو قتل کرتا اور کفار کو موت کے گھاٹ اوتارتا شروع کیا۔ صلیبیون کے اولٹ دیا۔ راہبون اور پادریون کو تہ تیغ کرڈالا۔ اور آہوتمثال لڑکیون کے سوا جو لونڈی بننے کے لایق تھین کسی کو نہ چھوڑا . . . . . لیکن جب زنگی نے شہر مین قدم رکھا تو اُسکے حُسن اور شان و شوکت کو دیکھکر حیران رہگیا۔ اسکا بہت دل دُکھا کہ ایسے شہر کو اُسکے ہاتھون نقصان پہونچا۔ اس لیے اس نے فوراً اپنے سپاہیون کو قتل و غارت سے منع کردیا تمام قیدی آزاد کرادیے اور تمام مال و اسباب اور روپیہ پیسہ اصلی مالکون کو واپس کرادیا اور باشندگان شہر کو واپس بلاکر اپنے اپنے گھرون کو جانے کی اجازت دی تاکہ شہر کی رونق پھر تازہ ہوجائے۔ غرض کہ اُس نے اُس نقصان کی تلافی مین جو شروع مین کسیقدر ہوگیا تھا حتی المقدور کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھا . . . اس فتح کا تمام مہذب دنیا مین چرچا ہوگیا۔

جس روز یہ فتح ہوئی اُسی دن ایک دور دراز شہر مین ایک بزرگ جنھون نے بہت کچھ ریاضات کی تھین خوشی سے باغ باغ ہوکر اپنے حجرے سے باہر تشریف لاتے اور یہ کہتے ہوے نظر آئے کہ "ایک بھائی نے مجھ سے بیان کیا کہ آج زنگی نے مدینۃ الرہا کو فتح کرلیا" جب ایک مدت کے بعد فاتح کی فوج کے لوگ اس شہر مین آئے تو ان بزرگ کو دیکھکر کہنے لگے "اے ہمارے سردار جس وقت ہم نے آپ کو قلعہ کی دیوار پر اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے دیکھا تھا اُسی وقت ہم سمجھ گئے تھے

* فال برین آیہ برآمد حتی اذا ضاقت علیھم الارض بما رحبت وضاقت علیھم انفسھم

اس واقعہ کے بعد سے اس سلطنت کی تاریخ ترکی حملوں کے مقابلہ میں تنازع للبقا کی ایک مسلسل تاریخ ہے جس میں درجہ بدرجہ اضمحلال و انحطاط بڑھتا جاتا ہے اور رفتہ رفتہ یہ نوبت آجاتی ہے کہ سلطنت لاطینی کا شائبہ بھی باقی نہیں رہتا اور بلد مقدس کی دیواروں پر مسرت و کامیابی کے ساتھ پھر ہلال اُڑتا نظر آتا ہے[۱]۔

باب پنجم

محاربات دوم و سوم۔ (۱۱۴۵ء لغایت ۱۱۹۲ء)

مدینۃ[۲] الرہا کی فتح نے جس قدر اضطراب اور ہلچل یورپ میں پیدا کی اُسی قدر ہیبت اور پریشانی

(بسلسلۂ نوٹ صفحہ ۶۰) کہ ہمیں کامیابی ہوگی"۔ اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز یہ واقعہ ہے کہ جب صقلیہ کا بادشاہ راجر پالرمو میں اپنی فوج کی کامیابیوں پر خوش ہو رہا تھا تو اُس نے ایک مسلمان درویش سے کہا کہ "تمہارے پیغمبر صاحب کہاں گئے تھے جو اس وقت مسلمانوں کی مدد کے لیے نہ آئے"؟ درویش نے جواب دیا کہ "وہ مدینۃ الرہا کی فتح میں مدد دے رہے تھے"۔ یہ سن کر تمام درباروالے قہقہہ مار کر ہنس پڑے لیکن بادشاہ خود اس سے ایسا متاثر ہوا کہ اُس نے لوگوں کو سختی سے ڈانٹا۔ اس واقعہ کو کچھ زیادہ دن نہیں گذرنے پائے تھے کہ فتح کی خبر وہاں پہونچ گئی اور حقیقت حال سب پر منکشف ہوگئی۔ (ماخوذ از سیرۃ صلاح الدین مصنفہ لین پول حصہ اول باب چہارم)۔

[۱] گبونی السس ٹائی رری آئی جلد شانزدہم۔ ابواب (۴)۔(۵) و (۱۵)۔

[۲] یہ شہر جیسا کہ اوپر بیان ہوا اتابک اعظم عماد الدین زنگی کے زمانہ میں فتح ہوا تھا۔ مسٹر لین پول اپنی کتاب حیات صلاح الدین میں لکھتے ہیں کہ زنگی کی وفات کے بعد بڑا بیٹا سیف الدین غازی موصل کا اور چھوٹا بیٹا نورالدین محمود صوبجات شام کا حکمران ہوا۔ مشکل سے ابھی نورالدین تخت حلب پر بیٹھنے پایا تھا کہ اُسے مدینۃ الرہا (اڈیسہ) کی حفاظت کے لیے جانا پڑا۔ زنگی کی وفات کے بعد وہاں کے ارمنی باشندوں نے امیر جوسلین دی کورٹنی کو دعوت دی اور نومبر ۱۱۴۶ء میں امیر موصوف نے ترکمان گارد کو سوتے میں گرفتار کرکے شہر پر قبضہ کر لیا۔ لیکن قلعہ والے نورالدین کی آمد تک مقابلہ کرتے رہے۔ نورالدین کی آمد دیکھ کر جوسلین اور اُسکے ہمراہی دانشمندی کرکے کھسک گئے وہ ارمنی باشندے جنھوں نے اُسکی حفاظت و حمایت میں بھاگنے کی کوشش کی تھی قلعہ اور نورالدین کی فوج دونوں کے بیچ میں گھر گئے اور قتل کر دیے گئے۔ ولیم باشندۂ طائر (صور) لکھتا ہے کہ "یہ عجیب سین تھا جسے دیکھنے سے دُکھ معلوم ہوتا تھا اور بیان کرنے میں آنسو نکل آتے تھے۔ بے یار و مددگار لوگوں کا ہجوم۔ اس پسندرعایا۔ بوڑھے مرد بیمار مائیں اور نازک نازک دوشیزہ لڑکیاں۔ بوڑھی نانیاں اور دادیاں۔ اور چھوٹے چھوٹے دودھ پیتے بچے سواروں کے گھوڑوں کے تلے کچل کچل جاتے تھے بعض بھیڑ میں دب کر مرجاتے تھے اور بعض دشمنوں کی بیرحم تلوار کے گھاٹ اُترتے تھے"۔ بہت کم ارمنی ایسے بچے جو اس ہزیمت یافتہ فوج کے ساتھ بھاگ سکے جسکا تعاقب اور قتل کرتا ہوا نورالدین دریائے فرات تک برابر چلا گیا۔ بعد میں خود جوسلین گرفتار ہوگیا اور نابینا کرکے حلب کے قید خانہ میں ڈالدیا گیا جہاں نو برس تک مصیبت کی گھڑیاں کاٹ کر آخرکار اُسنے عالم جاودانی کا قصد کیا۔ اُسکی ناکامیابی نے صوبہ رہا (اڈیسہ) اور شمالی سرحد کے عیسائیوں کا کامل استیصال کر دیا۔ (صلاح الدین مصنفہ لین پول باب (۵) صفحہ ۶.۴۹)

اہل فلسطین پر طاری کر دی۔ اس حادثہ کی اطلاع کے ساتھ ساتھ نہایت منت وسماجت کے لہجہ مین تمام ریاستون اور دربارہاے یورپ سے تازہ کمک مانگی گئی۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ یوجینیس (Eugenius) سوم پاپاے روم تھا۔ جرمنی کا بادشاہ کانریڈ (Conrad) ثالث امیر الامراے فرنکونیا (Franconia) تھا اور فرانس کے تخت پر نوجوان لوئی ہفتم حکمران تھا جسے اُس کے باپ نے اپنی حین حیات مین تخت پر بٹھا دیا تھا۔

سلطنت لاطینی کی مدد کے لیے سب سے پہلے لوئی کھڑا ہوا۔ ایک مذہبی تنازعہ مین اُس سے ایک ایسا سنگدلی کا جرم سرزد ہوا تھا جو کسی طرح معاف نہین ہو سکتا تھا اور جسے یاد کرکے اُسے سخت اندوہ و ندامت ہوتی تھی۔ تنازعہ کی ابتدا اسقف اعظم بورجیز (Bourges) کے انتخاب پر ہوئی تھی جو بادشاہ کی بلا رضامندی عمل مین آیا تھا۔ اس امر مین پاپاے روم نے جو حکم نافذ فرمایا تھا اُسکی تعمیل وحمایت مین تھیبالٹ (Thibault) امیر شیمپین (Champagne) نے تلوار اُٹھائی۔ اس طرف سے لوئی اپنی فوج کو آراستہ کرکے اپنے باغی امیر کو مطیع کرنے کے لیے بڑھا اور اُسے گرفتار کر لیا۔ باوجودیکہ امیر کو شکست ہو گئی تھی اور اُس نے اطاعت منظور کر لی تھی لیکن بادشاہ کا غصہ ٹھنڈا نہین ہوا تھا۔ اسی حالت غیض مین بادشاہ نے کلیساے وٹری (Vitry) کو آگ لگا دینے کا حکم دیا جسمین تقریباً تیرہ ہزار آدمیون نے

سنہ ۵۴۲ھ مین ملک العادل نور الدین محمود ابن اتابک زنگی نے ارتاج کو فتح کرکے عیسائیون کے ہاتھ سے چھین لیا۔ عیسائیون کا خیال تھا کہ زنگی اب دنیا مین نہین ہے اور جتنے مقامات اُس نے فتح کیے تھے سب یکے بعد دیگرے اُنکے قبضہ مین واپس آ جائینگے۔ لیکن نور الدین کی قوت وشوکت نے اُنکی آنکھون پر سے پردے اُٹھا دیے اور اُنھین معلوم ہونے لگا کہ فاتح مدینۃ الرہا کا بیٹا سپوتون کا سپوت ہے۔ کہین ایسا نہو کہ جمیع بلاد مسیحی پر قبضہ کر لے۔ اس گھبراہٹ مین اُنھون نے مدینۃ القدس مین تمام رؤسا کو جمع کرکے ایک کمیٹی کی اور پوپ اور بادشاہان یورپ سے مدد طلب کرنے کا فیصلہ کیا۔ غرض کہ قدس سے ایک وفد پاپاے روم یوجینیس ثالث کے پاس بھیجا گیا جو مدینۃ فیتاربو مین مقیم تھا۔ جب وفد اُسکے پاس آیا تو اُس نے سامنے بلایا اور مسیحیین شام کی حالت کما حقہ معلوم کی کہ اگر نور الدین نے لڑائی جاری رکھی تو اُنکا بیج باقی نہ رہے گا۔ خاصکر مسلمانون کا مدینۃ الرہا کو فتح کر لینا ایک بہت عظیم امر ہے۔ پوپ صاحب یہ سُن کر روئے اور اپنے اسلاف مین سے اوربانوس ثانی کی حرکات کو یاد کرکے کہنے لگے کہ یہ سب اُسی کے ثمرات مین اسکے بعد یورپ کے تمام بادشاہون کے نام خطوط لکھے کہ اپنے مشرقی برادران مسیحی کی مدد کرنا چاہیے جنکی حالت مسلمانون کے استیلا کی وجہ سے معرض خطر مین ہے۔ پوپ کا خط جب لوئی سابع بادشاہ فرانس کے پاس پہونچا تو اُس نے فوراً مدینہ بورغاس مین رؤسا و کتاسٹین اور شرفاے مملکت کی ایک مجلس منعقد کی اور بیان کیا کہ میرا ارادہ اہل قدس کی مدد کرنے کا ہے۔ اسکے بعد برمزدوس کے مشورہ سے اُس نے پاپاے روم کے پاس ایک وفد بھیجا۔ پاپا نے بادشاہ کو فتح ونصرت کی دعا دی۔ اس طرح پر دوسری جنگ صلیبی کا سامان شروع ہوا۔ (از کتاب اخبار سنیہ فی حروب الصلیبیہ تالیف سید علی حریری صفحہ ٦١)۔

جاکر پناہ لی تھی۔ اس ظالمانہ حرکت کے تھوڑے ہی عرصہ بعد بادشاہ سخت بیمار پڑا اور جرم کے خیال نے اُسکے دل کو دکھانا شروع کیا۔ یہی وقت تھا جبکہ مدینۃ الرہا کی فتح کی خبر یورپ مین مشہور ہو رہی تھی۔ لوئی نے کفارہ معصیت کی بیہودہ امید مین (بیہودہ اسلیے کہ گناہ کو صرف عیسیٰ مسیح[۱] ابن اللہ کا لہو دھو سکتا ہے) یہ قصد کیا کہ صلیب کی حمایت مین لڑائی لڑنے کے لیے بنفس نفیس یروشلیم کی مدد کے واسطے فوجین لے چلے۔

فوراً ہی سفرا پاپاے روم کی خدمت مین بھیجے گئے جس نے بہت خوشی کے ساتھ بادشاہ کے قصد کی تائید کی۔ یوجینیس نے دیر کلیرواڑ[۲] (Clairvaux) کے سجادہ نشین برنارڈ کو جس کے مشورہ سے

---

[۱] استغفر اللہ۔ سبحان اللہ تعالیٰ عما یصفون ۱۲ مترجم [۲] سر جارج ڈبلیو کاکس ایم اے اپنی تاریخ جنگہاے صلیبی مین برنارڈ اور اسکے مساعی جمیلہ کو اس طرح بیان کرتے مین۔ "جو کام پطرس راہب نے پہلی صلیبی لڑائی مین کیا تھا وہی کام مقدس برنارڈ نے دوسری صلیبی لڑائی مین کیا۔ پطرس کو برنارڈ نہایت ہی حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اُس بہی عظیم الشان مہم مین جو ناکامی ہوئی اُس کا ذمہ دار وہ اس مجنون رہنما کے متعصبانہ مشورون کو قرار دیتا ہے وہ پاک لڑائی جس کا جوش پھیلانا وہ اپنا فرض سمجھتا تھا اُسکے کامیاب ہونے پر اُسے پورا وثوق تھا۔ اپنی مقصد وری کا اُسے جسقدر یقین تھا اور جس کا اظہار وہ ہر جگہ کرتا پھرتا تھا اُس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کی سرسبزی کے زمانہ مین مغربی دنیا پر گوشہ نشین راہبون کا کس قدر اثر پڑا ہوا تھا۔ اسکے مقابل مشرق کے گوشہ نشین راہبون کے اثر پر اُن دنون روز بروز پانی پڑتا جاتا تھا۔ مغربی خانقاہون کے حجرے ایسے شاہی دیوان خانے بنے ہوے تھے کہ اُنھین سے خطوط حکمنامون کی شان سے نکل نکل کے مسیح کے جانشین (پوپ) کو بصیرت یا مشورت دیتے تھے بادشاہون اور مدبران مملکت کو لعنت ملامت کرتے تھے۔ دنیدارون کو حیا دلاتے اور اُنکی رہنمائی کرتے تھے گمراہون کو راہ پر لاتے تھے اور بے دینون کو درہم و برہم کرتے تھے۔ ان اعلےٰ عہدون پر اُسے (مقدس برنارڈ کو) ایسا اختیار حاصل تھا کہ کسی بڑی سی بڑی دنیاوی قوت کی اُسکے سامنے اصل و حقیقت نہ تھی۔ بحیثیت کسی جماعت کے رکن اور کسی فوج کے سپاہی کے جو ایک شہنشاہ کی طرف سے معرکہ آرائیان دکھانے کے لیے ہو یہ تمام امور اُس کے فرائض مین داخل تھے۔ وہ ایک ایسا نائٹ تھا جو روحانی زرہ بکتر پہنے ہوے تھا۔ اعتقاد کی زبردست اور نہ مغلوب ہونے والی تلوار ہاتھ مین تھی اُس نے تعلقدارون اور نوابون کی زبان حاصل کرلی تھی اور ریاست نوابی کی علامتون اور اصطلاحون کو اُن سے اخذ کرکے رہبانیت سے مقدس بنا لیا اور گوشہ نشینی مین بسر کرنے والون مین منتقل کرلیا تھا۔ اُسکی راے مین کچھ کرنا سب سے مقدس تھا جس کے مقابل ایک گوشہ عزلت مین تنہا بیٹھے رہنے کو وہ کوئی چیز نہ سمجھتا تھا۔ وہ اپنے گھر سے بھاگ کے خانقاہ مین بیٹھا بھی تھا تو اس وجہ سے کہ یہان اُسے نفسانی مادے اور روحانی خرابیون پر غالب ہونے کا اچھا موقع حاصل تھا۔ نفس کشی کے واسطے جو سخت سے سخت طریقہ نظر آتا اُسے وہ اختیار کرتا تھا۔ اور اگر اُس طریقہ سے بھی نفس کشی مین کامیابی نہ ہوتی تو کسی اور طریقۂ ریاضت کا جویان ہوتا۔ مذہبی قواعد مین اگر اُسے ذرا بھی نقص یا بدی نظر آتی تو اُنکی اصلاح کی کوشش کرتا۔ الغرض سینٹ برنارڈ کی ایسی زندگی تھی کہ وہ اول سے آخر تک

(بسلسلۂ نوٹ صفحہ ۶۳) ایک صلیبی مجاہد رہا۔ مگر جس جہاد مین اُسے سب سے زیادہ جفاکشی کرنی پڑی اور جس مین اُسے کامیابی حاصل ہوئی وہ وہ جہاد تھا جو اُسے خود اپنے خاندان کے مقابلہ مین کرنا پڑا۔ اُسکی ماں نے منت مانی تھی کہ اپنے تمام بچون کو خدا کی نذر کردونگی اور برنارڈ اس بات کو اپنا سب سے پہلا فرض سمجھتا تھا کہ اپنی ماں کی منت پوری کرے۔ دنیاوی قوت۔ دولت وحشمت اور عزت وحرمت اُسکے قبضے مین تھین مگر اُس نے ان سب کو الگ ڈال دیا۔ مولیزم کے متبرک گھرانے نے اپنے چند پرجوش ارکان ایک انگریز مسمی اسٹیفن ہارڈنگ کی ماتحتی مین بھیجے تھے۔ انھون نے مقام سیٹو مین آکے جہان سے سسٹرفیان فرقہ پیدا ہوا تھا۔ علاقہ شامپین اور برگنڈی کی سرحد پر اپنی خانقاہ بنائی۔ برنارڈ اپنے عنفوان شباب مین یہین آکے رہا چند روز بعد اس خانقاہ کو چھوڑ کے کسی نئے گھرانے کی تلاش مین روانہ ہوا اور اُس تاریک اور بدنام گھاٹی مین جاکے وہ خانقاہ بنائی جو ہمیشہ اُسکے نام کی یادگار رہے گی اور جسے اُس نے کلیرووڈ کے نام سے موسوم کیا۔ یہین اسکے باپ نے راہبانہ زندگی اختیار کی اور اسی کے آغوش مین بیٹھ کے جان دی۔ اُسکے بھائی اور اُسکی بہن اُس سے پیشتر ہی خانقاہ مین داخل ہو چکے تھے مگر سب نے کوئی نہ کوئی دشواری اُٹھا ہی کے یہ ترک دنیا کی زندگی اختیار کی تھی۔ سچ ہے کہ مشیت ایزدی مین کسی کو دخل نہین۔ اور اسکے ایک بھائی کی بی بی نے اپنے شوہر کی محبت کو کلیسا کی نذر کرنے سے انکار کیا تھا۔ مگر دفعتاً وہ ایک مرض مین مبتلا ہوئی جس سے اُسے نافرمانی کی سزا ملنے کا یقین آگیا اور فوراً اپنے خاوند کی طرح ایک خانقاہ رہبان مین داخل ہوگئی۔ برنارڈ ہی وہ شخص تھا جس کے دل مین یہ سُن کے کہ اڈیسہ کو مسلمانون نے پھر فتح کر لیا بے انتہا جوش پیدا ہوا جس طرح وہ کفر اور گناہ کا مقابلہ کرنا ضروری سمجھتا تھا اُسی طرح اس بات کو بھی اپنا فرض خیال کرتا تھا کہ ارض مقدس کو اسلامیون (مسلمانون) سے پاک صاف کردے۔ اگر بے دینون کے ہاتھ سے روضۂ اقدس کا چھیننا فرض تھا تو یہ بھی ضروری تھا کہ ایسے تدابیر عمل مین لائے جائین کہ وہ پاک اور مقدس مقام اور وہ سرزمین جس مین وہ واقع تھا پھر ظالمون کے قبضے مین نہ آسکے۔ برنارڈ جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ کر لیتا تو پھر بے کیے قرار نہ لیتا تھا۔ اسی طرح جب وہ کسی امر پر تقریر کرنا شروع کردیتا تو پھر کسی بات کا لحاظ نہین کرتا تھا۔ پوپ انوسنٹ دوم کی طرفداری مین ایک ہمعصر مدعی پاپائیت کے خلاف اُس نے اس سرگرمی سے کوشش کی تھی کہ اُسکی وجہ سے لوگون پر اُسکا اسقدر اثر ہوگیا تھا کہ ہمعصرون مین سے کسی کا نہ تھا۔ اسی اثر سے اُس نے ابی لارڈ کے مقابلہ مین بھی جو لاطینی مسیحی دنیا کا ایک بہت ہی باریک بین دوراندیش اور جبری فلسفی تھا بہت کچھ کام لیا تھا۔

سان کی کونسل سے تین برس پیشتر جس مین برنارڈ کی تجویز کے مطابق ابیلارڈ کے خیالات کی نسبت کفر کا فتوے دیا گیا تھا۔ لوئی ششم فرانس کا بادشاہ تھا اور وہ بڑے بڑے بادشاہون کے یہان شادیان کرنے کے ذریعے سے اپنی قلمرو کو وسیع کرنا چاہتا تھا۔ اسی قسم کا ایک موقع اُسے اُس وقت ملا جب ایک حکمران ولیم نے جو پواٹو اور گیئنس پر حکومت کرتا تھا اپنی اکلوتی ولیٔ عہد بیٹی کا دولہا فرانس کے ولیعہد یعنی لوئی فربہ کے بیٹے کو تجویز کیا۔ لوئی نے یہ درخواست منظور کی

وعظ کہتا پھرے اور یورپ کے سورماؤن کو آواز دے کہ آؤ اور اُس ملک کو جسے تمھاری تلوارون نے مسلمانون سے چھینا ہے بچاؤ۔ اس کام کے لیے اس شخص سے زیادہ موزون کوئی دوسرا آدمی نہین مل سکتا تھا[۵۱]۔ اُس نے اپنا کام فرانس کے شہر ویسر لی سے شروع کیا جہان بادشاہ نے اپنے امرا وغیرہ کی جماعت کو طلب کرکے ایک جلسہ کیا تھا۔ اس موقع پر مجمع کی یہ حالت تھی کہ نہ تو خانقاہ مین کوئی جگہ باقی رہی تھی اور نہ شہر کے بڑے بڑے چوک مین جگہ باقی تھی۔ شہر کے گرد و نواح تک آدمی بھرے پڑے تھے۔ مشتاق فقیرون اور امیتون نے پڑوس کی پہاڑی کے دامن مین قیام کیا تھا اور اُسکی چوٹی پر ہلال آسا ایستادہ ہوکر یہ سین دیکھ رہے تھے۔ یوجینس سے درخواست کی گئی تھی کہ خود تشریف لاکر اس جلسہ[۵۲] کو اعزاز بخشین لیکن اُنھون نے اپنی جانب سے برنارڈ ہی کو وکیل مقرر کردیا

(بسلسلہ نوٹ صفحہ ۶۴) جس کی برکت سے لوئی ہفتم (اُسکے بیٹے) نے باپ اور سسر کے مرنے کے بعد اپنے تئین موروثی جائداد سے بدرجہا زیادہ مملکت کا مالک پایا اور شاید وہ اپنی زندگی انھین کامون مین صرف کرتا کہ گھر مین بیٹھا ہوا ملک کی حفاظت و توسیع کیا کرے مگر دفعتاً ضرورت پیش آئی کہ صلیب ہاتھ مین لے گر وہ اپنے دادا کے بھائی ہیوغ آف ورمانڈوا کی پیروی کرتے۔ ایک لڑائی مین جو شمپین کے نواب تھیبالٹ سے ہوئی تھی اُس نے وٹری کے قصر پر دھاوا کرکے آگ لگادی تھی۔ آخر لوگون نے اُسکے سپاہیون سے جان بچانے کے لیے قریب کے ایک گرجے مین پناہ لی مگر آگ اس عمارت تک پہونچ گئی اور اسمین جتنے لوگ تھے یعنی تیرہ سو[۱۳۰۰] مرد عورتین اور بچے سب جل کے خاک سیاہ ہوگئے جلی ہوئی اور بدہیئت لاشین دیکھ کے اُسے سقدر صدمہ ہوا اور ایسی غیرت آئی کہ بیمار ہوگیا اور اپنے اس ظلم کے کفارے مین اُس نے عہد کیا کہ فوج لے کر ارض پاک کو روانہ ہوگا۔ برنارڈ کی طلاقت لسانی نے اسکی مدافعت کو اور بھی بڑھادیا اور آخرکار وزتے کی کونسل مین خون کی ارغوانی رنگ کی صلیب کا معرکہ اُس نے اختیار ہی کرلیا۔ (منقول از ترجمہ منشی محمد امیر مرزا صاحب لکھنوی باب پنجم)۔

[۵۱] گیوبلی ملس شائی ری آئی جلد (۱۶) باب (۱۶) ۔ [۵۲] اس کونسل مین پوپ یوجینس سوم موجود نہ تھا مگر اوس کی قائم مقامی مین اُسکا ایک دوست اور مشیر شریک تھا جس کی تقریر سے لوگون کے دل ہلے جاتے تھے۔ اس قائم مقام کے علاوہ یوجینس کا ایک خط بھی کونسل مین پیش ہوا جس مین صلیبی مجاہدون سے از سر نو وہی سب وعدے لیے گئے تھے جن کا پوپ اربن نے کلرمانٹ کی کونسل مین یقین دلایا تھا اور اُنھین ان بدکاریون سے بچنے کی تنبیہ کی گئی تھی جو مسیحی نائٹون کی مصیبت و ذلت کی باعث ہوئی تھین، مگر اُسوقت برنارڈ کی پرزور اور موثر تقریر نے ایسا جوش پیدا کردیا تھا کہ سوا اس کے کہ چلیے اور جہاد کیجیے، کسی کے دل مین اور کوئی خیال نہ تھا۔ جماعت نائٹس ٹمپلرز کے ارکان جنھون نے اپنی بہادری و شجاعت سے اُن دنون دنیا کو مسخر کر رکھا تھا۔ اُنھین کی طرف خطاب کرکے برنارڈ نے تقریر کی تھی۔ ان لوگون نے پہلے تو بیت المقدس کے راستے مین قیام اختیار کیا تھا تاکہ زائرون کی حفاظت کرین پھر جاکے خاص شہر مقدس مین متمکن ہوے تھے۔ بالڈون دوم نے روضہ کے مشرق مین انھین کچھ زمین بھی دی تھی اور ان لوگون نے مسجد اقصیٰ کو اپنے مذاق کے موافق

اس مقرر کا جسم جس قدر نحیف و نزار تھا اُسی قدر زیادہ آتش بیز اُسکا جوش تقریر تھا۔ اُسکی تقریر مین جوش تو پطرس راہب کے مانند نہ تھا لیکن فصاحت و بلاغت اُس سے بدرجہا زیادہ بڑھی ہوئی تھی جسکی مدد سے اُس نے فلسطین کے عیسائیون کے مصائب و تکالیف کو خوب خوب بیان کیا۔ اور ظالمون سے انتقام لینے کی تحریص کی۔ اس نے بتایا کہ بلد المقدس خطرہ کی حالت مین ہے اور تمام مسیحیان عالم پر مذہب و شجاعت غرض کہ ہر پہلو سے یہ فرض ہے کہ تابوت مقدس کی حفاظت کے لیے جس پر پہلے اسقدر قربانی کی جا چکی ہو جلد ہی کرین۔ قبل اسکے کہ وہ اپنی تقریر ختم کرے لوگون نے "صلیب" "صلیب" کے نعرے بلند کرنا شروع کیے۔ جو صلیبین اس موقع کے لیے ظاہر کی گئی تھین وہ تقسیم کی گئین لیکن بہت جلد سب ختم ہو گئین۔ پرجوش پادری نے یہ دیکھ کر اپنے کپڑون کی چندیان پھاڑنی شروع کین اور اُس سے بھدی بھدی صلیبین بنا بنا کر تقسیم کرنا شروع کین [51]۔ اس موقع پر لوئی نے مع اپنی ملکہ ایلینور ا (Elonora) کے جس کے [52]

(بسلسلۂ نوٹ صفحہ ٦٥) پاک و صاف کر کے اپنا گرجا قرار دیا تھا۔ ان تند خو بہادرون کے دل مین جوش پیدا کرنے کے لیے جو اپنے تئین روضۂ اقدس کا متولی کہتے تھے زیادہ طلاقت لسانی کی ضرورت نہ تھی اور برنارڈ کی فصاحت و بلاغت تو صلح جو سے صلح جو شخص کے دل مین بھی جوش کی آگ بھڑکا دینے کے واسطے کافی تھی اس نئے مذہبی فلسفہ مین قصائی پن سب سے بہتر ذریعہ خوشنودی خدا خیال کیا جاتا اور خونریزی بہترین عبادت قرار دیگئی تھی۔ کہا جاتا تھا کہ اس پاک لڑائی مین جو مسیحی بے دینون کو قتل کریگا اُسے ضرور بالضرور اجر آخرت ملے گا۔ خاصتہً اُس صورت مین جبکہ وہ لڑتے لڑتے شہید بھی ہو جائے۔ بے دینون کے مرنے پر مسرور بھی ہونا چاہیے کیونکہ اُس سے حضرت مسیح بھی خوش ہوتے ہین اسی طرح ہر مسیحی کی شہادت پر خود وہ مسیحی بھی زیادہ محظوظ ہوتا ہے اور جناب مسیح بھی بہت زیادہ خوش ہوتے ہین۔ اب پھر جوش کے دریا کے دہانے کھُل گئے اور وہ کلرمانٹ کی کونسل کا سمان کسی قدر تغیر کے ساتھ پھر نظر آنے لگا۔ برنارڈ فرانس کے بادشاہ کو ساتھ لے کر جو صلیب کا تمغہ اپنے سینہ پر لگائے ہوے تھا ایک چوبی ممبر پر چڑھا اور پرجوش مجمع کی طرف مخاطب ہو کے جوہر فصاحت دکھانے لگا اسکے الفاظ مین اس بلا کا جوش تھا کہ تقریر ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ سب نے یک زبان ہو کے صلیب کا معرکہ مانگا اور برنارڈ نے وہ معرکے تقسیم کرنے شروع کیے جو وہان موجود تھے جب موجودہ معرکے ختم ہو گئے تو اُس نے اپنے کپڑے پھاڑ دیے اور اُنکی دھجیون کی صلیبیں بنا بنا کے بانٹنی شروع کر دین۔ (از جنگہاے صلیبی مصنفہ سر جارج کاکس ترجمہ محمد امیر مرزا صاحب)

[51] دیکھو کتاب اڈورڈ ڈیلوگاوری لیوڈوری سی آئی باب (٧) و کتاب پروفیکشیان ان اورینٹم" جلد اول صفحہ ۱۲۔

[52] جوزف فرانسوا میتنو صاحب اپنی کتاب تاریخ جنگہاے صلیب مین اس عورت کے چال چلن کے متعلق لکھتے ہین کہ جسقدر یہ معزز و تمند اور صاحب جمال تھی اُسی قدر زیادہ فاحشہ تھی اوسکی آشنائی صلیبی فوجون کے بعض سردارون ہی تک محدود نہ تھی بلکہ انطاکیہ کے بعض ترکون سے بھی ناجائز تعلقات تھے حتی کہ ایک نوجوان ترک صلاح الدین نامی پر جسے بعض مصنفون نے ہمنام ہونے کی وجہ سے صلاح الدین اعظم فاتح بیت المقدس سمجھا ہے اسقدر فریفتہ ہو گئی تھی کہ اُسکے ساتھ بھاگ جانے کو آمادہ تھی ۱۲۔

چال چلن نے اس قدر شرمناک طور پر بادشاہ کو فضیحت اور مہم کو ذلیل کیا تھا آگے بڑھ کر مقدس علامت اپنے ہاتھ مین لی - آخرالذکر کو بعد مین کلیسائے سینٹ ڈینیس (Dames پیرس) مین سپاہیون کی طرح مقدس علم بھی عطا کیا گیا تھا[۵۱]

فرانس سے برنارڈ جرمنی پہونچا - کچھ عرصہ تک تو کانراڈ بادشاہ جرمنی نے برنارڈ کو صرف اپنی رعایا مین دعوت جہاد کرنے کی اجازت دی اور خود اس کام مین کوئی مستعدانہ حصہ نہین لیا لیکن آخرکار دیر کلیروا کے پادری کی فصاحت بیانی و طلاقت لسانی کا اثر بادشاہ کے دل تک پہونچا اور اُس نے حمایت صلیب مین بنفس نفیس قدم بڑھانے کا ارادہ ظاہر کیا[۵۲] فرانس اور جرمنی مین برنارڈ کو ویسی قدر کامیابی ہوئی جس قدر پطرس راہب کو ہوئی تھی جس نے یہی کام محاربہ اول کے زمانہ مین اپنے ذمہ لیا تھا - جہان کہین اسکا گزر ہوتا تھا اُسکی موجودگی جادو کا اثر رکھتی تھی - اُسکے ایک ہاتھ کے مس سے بیمار شفا پاتے تھے اور دیوبھوتون کی تمام فوج کی فوج جن سے پوپ کی اوہام پرستی نے تمام جوف سما کو آباد کر رکھا تھا اُس کے قدم آتے ہی بھاگ کھڑی ہوتی تھی -

شاہنشاہ جرمنی نے گو صلیب کو سب کے بعد ہاتھ مین لیا تھا لیکن سب سے پہلے اس مہم پر روانہ ہونے کے لیے اُسی نے قدم بڑھایا - ستر ہزار سوار (نائٹ) زرہ بکتر سے آراستہ اُسکے ہمراہ رکاب تھے جن کے علاوہ پیدل سپاہیون اور عورتون کی ایک خارج از شمار گُہار رہبر کے طور پر ساتھ تھی - آخرکار یہ حامیان صلیب مقدس و رہ نوردان بیت المقدس بعافیت تمام خدا خدا کر کے قسطنطنیہ تک پہونچے - یہان اہل جرمنی اور یونانیون مین باہم جھگڑے اور مناقشے کے بعض اسباب پیدا ہو گئے - قصہ یہ ہوا کہ دارالسلطنت سے متصل ایک نہایت عالیشان باغ تھا جہان طرح طرح کے موسمی فواکہات و لقبولات پیدا ہوتے تھے - اسکے متعلق بڑے بڑے میدان جنگل کی طرح چھوڑ دیے گئے تھے جہان پالو جانورون کے گلے کے گلے اپنی فطرتی آزادی کے ساتھ ادہر اُدہر چرتے پھرتے تھے - علاوہ برین بڑے بڑے غار بھی کھودے گئے تھے اور جھیلین بنائی گئین تھین اور مناسب و موزون مکان بھی طیار کیے گئے تھے - غرضکہ یہ وسیع عشرت گاہ بادشاہان مشرق کے لیے نہایت اعلیٰ درجہ کی تفریح گاہ تھی - اس مقام پر کانراڈ نے قیام کیا اور نہایت بے احتیاطی اور وحشیانہ طریقہ سے اس سب کو ویران کر دیا - مینوئل کمنینس (Manuel Comnenus) جو اس زمانہ مین سریر آرائے قسطنطنیہ تھا[۵۳] اس وحشیانہ حرکت پر نہایت غضبناک ہوا اور کانراڈ کو جوابدہی کے لیے دارالسلطنت

---

[۵۱] کتاب پروفیکشیان ان اورینٹم جلد اول صفحہ ۱۶ - [۵۲] ببیائے کنڈیا باب دہم صفحہ (۱۰۰ ۱) - اوتھو فریزنگ ان میور ٹیوراٹی جلد ششم صفحہ (۶۷۲) - [۵۳] اس زمانہ مین مملکت روم کا بادشاہ جس کا دارالسلطنت قسطنطنیہ تھا ملک عمانویل الشاب این

مین طلب کیا لیکن آخرالذکر نے اس ڈر سے کہ معلوم نہین بادشاہ کے قبضہ مین جانے سے کیا نتیجہ پیدا ہوتا ہے اُس
اذارہ نبیدی رشتہ کا بھی لحاظ نہ کیا جو ان دونون شاہنشاہون مین تھا اور پیام و سلام کے سلسلہ کو مختصر
کر کے جلدی سے ہیلسپانٹ (درۂ دانیال) کو عبور کر گیا۔ کانراڈ نے گو اندرون ملبدہ جانے سے انکار
کیا تھا لیکن شاہنشاہ قسطنطنیہ کی طرف سے اُن راہ تبانے والون کو ہمراہ لینے مین کوئی تامل نہین کیا
جو ایشیاے کوچک مین اُسکی رہبری کرنے کے لیے ساتھ کر دیے گئے تھے۔ ان رہبرون نے دھوکا دے کر
اُسے ترکون کے قبضہ مین دیدیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُس کی فوج منتشر ہو گئی اور نیقیہ تک پہونچتے پہونچتے
مشکل سے کانراڈ کے ساتھ فوج کا دسوان حصہ باقی رہا [^١]

(بسلسلۂ نوٹ صفحہ ٦٧) المالک الکسیوس اول تھا۔ اُسے معلوم ہوا کہ صلیبیون کی فوج اس طرف آئی ہے۔ اس ہنگامہ کو دیکھ کر
خود اُسے اپنی سلطنت کا خوف ہوا۔ لیکن مقابلہ کی قوت نہ تھی اتنے مین ملک کانراڈ جرمنی کا بادشاہ مع اپنی فوج اور دیگر مجاہدین کے
پہونچ گیا۔ عمانویل نے طرح طرح کے حیلے حوالے اُسے روکنے کے لیے کیے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونون مین چل گئی اور نکولوپلی اور ایڈریانوپل کے مابین لڑائی ہوئی۔ اسکے بعد آپس مین معتمدین کے ذریعہ سے رسل و رسائل شروع ہوے لیکن عمانویل کو صلیبیون سے
برابر خوف باقی رہا اور خود کانراڈ اُسکی بدخباثت دیکھ کر سخت ملدر ہوا۔ اور زیادہ رسل و رسائل کو فضول سمجھ کر تقاضاے وقت
کے لحاظ سے صلح کر لی۔ ملک عمانویل نے یہ تدبیرین سوچنی شروع کین کہ کس حیلہ سے صلیبیون کو ہلاک کیا جائے۔ کچھ سوچ کر
اس نے حکم دیا کہ آٹے مین سفید چونا ملا کر صلیبیون کے ہاتھ بیچین اور کھوٹے سکے مسکوک کیے جو بظاہر سونے چاندی کے معلوم
ہوتے تھے اور حکم دیا کہ ان سکون سے صلیبیون کے ساتھ خرید و فروخت کی جائے۔ اس مصیبت پر طرہ یہ ہوا کہ صلیبی سالیفریا
کے میدانون مین خیمہ زن تھے جو قسطنطنیہ سے بالکل قریب ہے۔ یہان بہت تیز آندھی چلنا شروع ہوئی اور موسلادھار پانی
برسنے لگا اور تمام قرب و جوار کے پہاڑون سے پانی کی ندیان بہتی ہوئی اُن کے خیمہ و خرگاہ پر حملہ آور ہوئین اور اُنکے تمام مال و
اسباب و خیمہ جات کو بہا لے گئین۔ ان آفات ارضی و سماوی سے گھبرا کر کانراڈ نے چند رومی رہبر لیے اور ایشیا کا رخ کیا۔ ١٢ (الاخبار
السنیہ فی حروب الصلیبیہ صفحہ ٦٣)۔ [^١] بادشاہ کانراڈ اور اُسکے ہمراہیون نے قسطنطنیہ سے چند رومی ساتھ لیے کہ ایشیا کا
راستہ تبانے جائین لیکن اُنھون نے اُن لوگون کو سیدھے راستہ سے ہٹا کر پہاڑون مین لے جا ڈالا۔ اور اتنی مدت تک بھٹکا کا
رکھا کہ تمام زاد راہ ختم ہو گیا۔ یہان افرنجیون کو معلوم ہوا کہ رومیون نے اُنھین دھوکا دیا ہے اور ٹھیک راستہ سے بھٹکا دیا ہے
اور جبل طاورس تک پہونچا کر رومی صلیبیون کو ایسی حالت مین چھوڑ کر بھاگ گئے کہ نہ تو اُنکے پاس کھانے کو کچھ باقی رہا تھا
اور نہ پینے کو پانی مل سکتا تھا۔ اور تین دن تک عیسائی ایسی ناگفتہ بہ حالت مین مبتلا رہے کہ بیان نہین کیا جا سکتا۔ ایک تو
سفر کی صعوبات اور مشقتون کا سامنا تھا اور دوسری طرف خورد و نوش کے لیے کچھ نہ ملنے کی وجہ سے عجیب مصیبت تھی۔
ایسی حالت مین عساکر اسلامی جو پہاڑون کی آڑ مین پوشیدہ تھین اُنکے سرون پر آ پہونچین اور بجلی کی طرح چارون طرف

شاہنشاہ جرمنی کی روانگی کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد شاہنشاہ فرانس بھی روانہ ہوا۔ اُسکی روانگی مین دیر ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اُسے اپنی مملکت کے بعض ضروری انتظامات کرنا تھے جسے وہ اپنے معتبر اور دانشمند وزیر سوجر (Suger) کے سپرد کرکے چل کھڑا ہوا ہنگری (Hungary) کے راستہ سے یہ فرانسیسی بھی یونان پہونچے۔ دارالسلطنت قسطنطنیہ مین مینویل نے بڑے تپاک کے ساتھ لوئی کا خیر مقدم کیا اور بظاہر ہر قسم کا اعزاز برتا۔ شاہنشاہ قسطنطنیہ کی دعوت پر لوئی ہمراہیون کی ایک قلیل جماعت کے ساتھ شہر مین داخل ہوا جہان خود شاہنشاہ اپنے شاہی مہمان کو دروازہ تک لینے آیا۔ لیکن تھوڑے عرصہ مین فرانسیسیون پر اُسکی دغابازی ظاہر ہوگئی اور اُنھون نے بغیر اسکے کہ انتقام لینے کے لیے کچھ قیام کرین فوراً دریا کے کنارہ کشتی کرکے آبناے باسفورس کو عبور کیا اور (Nicomedia) نیکومیڈیا کے راستہ نیقیہ پہونچ گئے۔ یہان کانراڈ اور اُسکی بقیہ ماندہ فوج سے ملاقات ہوئی اور دونون ساتھ مل کر افیسوس (Ephesus) تک سفر کرتے گئے۔ لیکن شاہنشاہ جرمنی نے اپنی ابتر وادنے حالت مین حقارت کی بو پاکر لوئی سے علٰحدگی اختیار کرلی اور اس امید مین قسطنطنیہ کی طرف مراجعت کی کہ وہان پہونچکر پہلے اپنی زائل شدہ طاقت کو پورا کرلینا چاہیے[۵۱]۔ مگر فرانسیسی نہایت جوانمردی کے ساتھ برابر بڑھتے چلے گئے یہان تک کہ دریاے میانڈر[۵۲] کے کنارہ پہونچے جہان پہلی مرتبہ ترکون سے مڈبھیر ہوئی جبکہ ترک اپنے مال غنیمت کو بحفاظت تمام رکھ اور نہر کا راستہ روک کر لاطینیون کے سامنے کھڑے ہوگئے۔ یہ لڑائی گو زیادہ دیر تک نہین ہوئی مگر نہایت شدت کے ساتھ ہوئی۔ فرانسیسیون نے اس قدر عظیم قتل وخون کیا کہ کہا جاتا ہے کہ مسلمانون کی ہڈیان مدتون تک اس مقام پر پڑی نظر آئین[۵۳] فرانسیسی اس فتح کے غرور مین اب آگے بڑھے لیکن ترک برابر اُنکی حرکات وسکنات کو دیکھتے رہے۔ کمک

(بسلسلۂ نوٹ صفحہ ۶۵) لوٹ پڑین۔ ان غریبون مین نہ تو آگے بڑھنے کی طاقت باقی رہی تھی اور نہ لوٹ جانے ہی کا دم تھا غرضکہ خوب قتال ہوا اور بہت سے کٹ گئے تو بادشاہ کانراڈ نے باقی ماندہ فوج کے ساتھ نیقیہ کی طرف ہزیمت اختیار کی مسلمانون نے پیچھا کیا اور بھاگتے مین اکثر کو قتل کیا۔ نیقیہ پہونچکر کانراڈ اور لوئی شاہ فرانس سے ملاقات ہوئی اور دونون نے مسلمانون سے لڑنے کا عہد وپیمان کیا۔ لیکن چونکہ شاہنشاہ کانراڈ مین لوئی کے ساتھ کوچ کرنے کی قوت باقی نہین رہی تھی اس لیے اُس نے قسطنطنیہ کی طرف مراجعت کی اور ملک الروم سے مدد کی خواہش کی (الاخبار السنیہ فی الحروب الصلیبیہ صفحہ ۶۶)۔

[۵۱] گیبولی الس ٹائی ری آئی جلد (۱۶) باب (۲۳)۔

[۵۲] صاحب اخبار السنیہ فی حروب الصلیبیہ نے اس نہر کو نہر لیکوس لکھا ہے ۱۲

[۵۳] گیبولی الس ٹائی ری آئی جلد (۱۶) باب (۲۴)۔

طلب کرکے اپنی حالت سنبھالی اور سوچ سمجھ کر دوبارا حملہ کیا۔ اس جنگ کا نتیجہ برعکس ہوا حتی کہ خود بادشاہ کی جان کے لالے پڑ گئے اور بہت دقت کے ساتھ اُس نے اپنی باقی ماندہ فوج کو جمع کرکے رات کے اندھیرے مین بے رحم دشمن کے مقابلہ سے بچ کر راہ فرار اختیار کی۔

اب لوئی نے سمندر کے راستہ اپنی فوج انطاکیہ پر روانہ کی۔ ریمانڈ والی انطاکیہ نے مہمانداری کی رسم ادا کی اور بہت عزت و آبرو سے پیش آیا۔ انطاکیہ کو چھوڑ کر لوئی یروشلیم کی طرف روانہ ہوا جہان باشندگان شہر نے اُسکی آمد آمد کی خبر کو نہایت مسرت کے ساتھ سُنا اور مذہبی طمطراق کے ساتھ خیر مقدم کے طور پر سفیر روانہ کیے۔ کانراڈ اپنی باقی ماندہ فوج کے ساتھ اُس سے پہلے ہی پہونچ گیا تھا[۱] بلد مقدس مین پہونچ کر تینون بادشاہون (شاہنشاہ جرمنی۔ شاہ فرانس اور شاہ یروشلیم) اور دیگر شاہی روساء نوابون اور پیشوایان مذہب مین اس بات پر مشورہ ہوا کہ آیندہ کیا کرنا چاہیے۔ اور بالآخر یہ طے پایا کہ مدینۃ الرہا کی واپس لینے کا قصد ترک کر دینا چاہیے اور دمشق پر حملہ آور ہونا چاہیے۔ غرضکہ حامیان ملت مسیحی اس شوق مین کہ اس قدیم شہر کو اُن ظالمون کے قبضہ سے نجات دلانا چاہیے جنکی ماتحتی مین وہ تقریباً پانچ سو برس سے گھوڑون کی طرح بندھا ہوا ہے بسرعت تمام فصیلہائے دمشق کے نیچے خیمہ زن نظر آئے۔ حملہ اس سختی کے ساتھ کیا گیا کہ تھوڑے ہی عرصہ مین دمشق کے مقامات حفاظت سب بالکل منہدم ہو گئے اور شہر کی ایسی ردی حالت ہو گئی کہ زیادہ دن تک مقابلہ نہین کر سکتا تھا۔ صرف اخیر حملہ کا انتظار تھا جسکے بعد اُسکے دروازے سب یہان صلیبی کے لیے وا ہو جاتے۔

لیکن اس اخیر حملہ کی نوبت ہی نہ آئی صلیبیون کی فوج مین خود پھوٹ پڑ گئی اور یہ بحث ہونے لگی کہ اس شہر کا جس کے ہاتھ آنے مین اب کچھ باقی نہین رہا ہے کون بادشاہ ہوگا۔ جلسہ مین ہر ایک دوسرے کے مقابلہ مین اپنا دعویٰ پیش کرتا تھا جس سے کھلم کھلا پھوٹ پیدا ہو گئی اور فوج کے ٹکڑے ہو گئے۔ حملہ کی وہ ابتدائی جگہ جہان شہر فتح ہونے کے قریب ہو گیا تھا ترک کر دی گئی اور ایسے مقام پر حملہ شروع کیا گیا جسے قدرت و صنعت دونون نے مل کر غیر قابل فتح بنا دیا تھا۔ باشندگان شہر کو موقع مل گیا اور فصیل مین جہان جہان شگاف پڑ گئے تھے اُنکی فوراً مرمت کر دی گئی اس طور پر دمشق صلیبیون کے ہاتھ سے نکل گیا[۲]

---

[۱] گیبولی ملس ثانی کی ری آئی جلد (۲) باب (۲۶۔۲۷۔۲۹)

[۲] ۵۴۳ھ مین صلیبیون نے شہر دمشق کا محاصرہ کیا۔ اُن دنون مجیر الدین ابق بن محمد بن بوری بن طغتگین حاکم دمشق تھا مگر اُسنے کوئی اختیار نہ تھا شہر پر درحقیقت حکومت اُسکے دادا طغتگین کے غلام معین الدین انز کی تھی جو ایک نہایت عالی حوصلہ حاکم صاحب تدبیر عقلمند دیندار اور نیک سیرت حکمران تھا۔ اُس نے فوجین جمع کرکے شہر کی حفاظت کا انتظام کیا۔ اہل صلیب جنھون نے

اور آپس کی مخالفت۔ حرص اور طمع کے ہاتھوں اس ہزیمت کو پہونچے اور وہ لوگ جو سردار لشکر تھے کچھ

(بسلسلہ نوٹ صفحہ ماسبق) شہر کو آکر گھیر لیا تھا ۶ ربیع الاول کو حملہ آور ہوے۔ فوج اور اہل شہر بھی مقابلہ کے لیے نکلے اُنکے ساتھ شیخ حجۃ الدین ابو الحجاج یوسف بن دوناس المغربی الفندلاوی (جو مالکی مسلک کے بہت بڑے شیخ تھے) بھی قتال کے لیے باہر تشریف لائے آپ نہایت بوڑھے اور زاہد و عابد تھے لیکن محض جہاد اور شہادت کے شوق مین پا پیادہ میدان جنگ مین چلے آئے۔ معین الدین اُنھین دیکھ کر سامنے گیا اور سلام کر کے کہنے لگا کہ حضرت آپ معذور ہین اور ہم سب آپ کی خدمت کے لیے کافی ہین۔ آپ مین جہاد کی قوت نہین ہے مگر اُنھون نے جواب دیا کہ مین نے سودا کر لیا ہے۔ اب نہ اس مین کمی کرون گا اور نہ کمی چاہون گا۔ یعنی اللہ جل شانہ فرماتا ہے "ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ" (بالتحقیق اللہ نے مومنین کے نفسون اور جائدادون کو مول لے لیا ہے اس بات پر کہ اُنکے لیے جنت ہے)۔ یہ ارشاد فرما کے آگے بڑھے اور آپکے ہمراہ شیخ الزاہد عبد الرحمن الحلحول بھی تھے۔ دونون بزرگ اُس وقت تک برابر لڑتے رہے جب تک شہید نہوے۔ اس لڑائی مین عیسائیون کو غلبہ حاصل ہونے لگا اور مسلمانون کی طرف مقابلہ مین ضعف نظر آنے لگا۔ ملک کانراڈ شاہنشاہ جرمنی آگے بڑھا اور اُسی میدان مین خیمہ زن ہوا جو میدان الاخضر کے نام سے مشہور تھا۔ یہ دیکھ کر لوگون کو یقین ہوا کہ شہر پر اُنکا قبضہ ہو جائے گا اسی اثنا مین معین الدین نے یہ کیا کہ عماد الدین زنگی کے بیٹے سیف الدین غازی سے مدد کی استدعا کی۔ سیف الدین غازی یہ سُن کر اپنی فوجین جمع کر کے شام کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ مین حلب سے اُسکا بھائی نور الدین محمود بن زنگی بھی ہمراہ ہو گیا۔ دونون بھائی شہر حمص مین آکر پہونچے جہان سے سیف الدین نے معین الدین کو اپنے آنے کی اطلاع دی اور کہلا بھیجا کہ مین اپنے تمام لوگون کو جو ہتھیار اُٹھا سکتے تھے لیکر آیا ہون۔ میرا منشا یہ ہے کہ میرے نائب شہر دمشق مین موجود رہین۔ اس شرط پر مین آکر عیسائیون سے مقابلہ کرونگا۔ اس صورت مین اگر مجھے ہزیمت ہوئی تو مین اور میری فوج شہر مین داخل ہو کر پناہ گزین ہوگی اور اگر وہ مغلوب ہو گئے تو تمھارا شہر تمھین مبارک رہے مجھے اُس سے کچھ سروکار نہوگا۔ اس وقت عیسائیون کی حالت ایسی تھی کہ خود انمین نااتفاقی پیدا ہو گئی تھی۔ اور شہر کو یہ سمجھ کر کہ جاتا کہان ہے اس بات پر جھگڑا شروع ہو گیا تھا کہ فتح کے بعد اُسکا مالک کون ہوگا۔ یہ لوگ اسی حیص بیص مین تھے کہ سیف الدین کی آمد آمد کی خبر نے دل کمزور کر دیے۔ اسی اثنا مین معین الدین نے بھی دھمکی دی کہ مشرق کا بادشاہ آگیا ہے خیریت اسی مین ہے کہ شہر چھوڑ کر چلے جاؤ۔ ورنہ مین شہر کو اُسکے حوالہ کر دون گا اور تمھین سوائے ندامت کے اور کچھ حاصل نہوگا۔ ساتھ ہی شام کے عیسائیون کے پاس یہ کہلا بھیجا کہ تمھاری عقل کہان گئی ہے جو ان پردیسی صلیبیون کے پیچھے اپنی جانین گنواتے ہو۔ تم جانتے ہو کہ اگر یہ لوگ دمشق کے مالک ہوے تو جتنے بلاد تمھارے ساحل پر ہین وہ سب یہ چھین لینگے۔ اور میری حالت کیا پوچھتے ہو۔ مین اگر یہ دیکھون گا کہ شہر کی حفاظت نہین کر سکتا تو سیف الدین کے حوالہ کر دونگا اور تم خوب جانتے ہو کہ مشرق کا بادشاہ اپنے سامنے ایک مقام بھی تمھارے قبضہ مین نہ جانے دے گا۔ اسکے جواب مین اُنھون نے کہلا بھیجا کہ اچھا ہم صلیبیون کا ساتھ چھوڑے دیتے ہین جس کے صلہ مین معین الدین نے حصن بانیاس اُنھین دیدیا۔ اسکے بعد بادشاہ بالڈون اور اُسکے ارباب مملکت کانراڈ اور لوئی کے پاس آئے

اپنے آپ سے اور کچھ ایک دوسرے سے ناخوش و غیر مطمئن اپنا سا منہ لیے ہوئے یروشلیم کی طرف۔

(بسلسلہ نوٹ صفحہ ماسبق) اور سیف الدین اور اُسکے لشکر کی کثرت سے خوف دلانے اور کہنے لگے کہ علاوہ اس فوج کے اُسکے پاس برابر کمک پہونچتی رہے گی اور ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ دمشق کو لے لیگا اور ہم لوگ ضعیف و کمزور پڑ جائینگے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانون کی شکست بڑھ گئی اور جو خوف اُنپر غالب ہو گیا تھا وہ دور ہو گیا اور دفع غنیم کی تدبیرین ہونے لگین۔ دوسرے دن یہ ہوا کہ خود عیسائی اپنے خیمہ گاہ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ مسلمانون نے پہلے خیال کیا کہ یہ بھی کوئی مکر ہوگا لیکن تھوڑی دیر مین یہ خیال جاتا رہا اور سوائے معدودے چند کے کوئی سپاہی باقی نہ رہا یہ بھی طلایہ کے طور پر رہ گئے کہ شاید مسلمان حملہ آور ہون تو اسکی اطلاع افسرون کو کردین۔ بعض متقدمین لکھتے ہین کہ یہان سے اُٹھکر اہل صلیب نے عسقلان پر قبضہ کر لیا مگر اسمین کچھ شک نہین کہ اُنکے دل پست ہو گئے تھے اور ہمت باقی نہین رہی تھی اور تھوڑے دنون مین سب کے سب اپنے ملکون کو لوٹ گئے (اخبار السنیہ فی الحروب الصلیبیہ مصنفۂ سید علی الحریری صفحہ ۶۸ و ۶۹)۔

انگریز مورخ بھی اسی واقعہ کو اس طرح بیان کرتے ہین کہ "طائیبریس (Tiberius) مین سب اہل صلیب جمع ہوئے جہان سے اُنکی فوج جسکے آگے آگے صلیب مقدس تھی مارچ کرتی ہوئی دریائے جیحون (Jordan) کو عبور کرنے لگی۔ سب سے آگے ان ممالک کے امرا بادشاہ بالڈون کی سرکردگی مین مارچ کر رہے تھے۔ اُنکے بعد فرانسیسی تھے اور سب کے آخر مین جرمنی تھے۔ مٹی کی کچی دیوار جو مشہور و معروف بستان ہائے دمشق کے گرداگرد محیط تھی فوج کے اس ریلے کو نہ روک سکی لیکن گھنے درختون کے جھنڈ حائل ہو کر راستے بہت تنگ جاتے تھے اور پھل پھلاری اور گھاس پھوس نے جو بہت بڑھ گئی تھی شہر کی اس سے زیادہ حفاظت کی۔ اس وسیع سبزہ زار اور درختون کے جھنڈون کے وسیع طول و عرض مین مسلمان کمین گاہ مین بیٹھے ہوئے مقابلہ کر رہے تھے۔ بعض جگہ یہ تھا کہ عالیشان و بلند مکانات مین جو ادھر اُدھر اس ہریری کے سمندر مین تیم کے ٹاپوؤن کی طرح نظر آتے تھے پناہ گزین ہو کر اوپر سے تیر باری کر رہے تھے۔ آخر کار بہزار خرابی بہت طویل لڑائی کے بعد درخت صاف کیے گئے اور عیسائی حرارت اور تشنگی سے خستہ دریا کی طرف روانہ ہوئے جہان اُنھین ایک تازہ دم فوج سے مقابلہ کرنا پڑا۔ اسکا نزاد نے عقب فوج سے نکل کر کہا کہ "کیون نہ ہم آگے بڑھین" اور یہ معلوم کرکے کہ کس وجہ سے تامل کیا جا رہا ہے فرانسیسی فوجون کے بیچ مین سے گزر کر آگے بڑھ گیا خاص طوطانی ڈھنگ سے اس نے اور اُسکے تمام ساتھی نائٹون نے گھوڑون سے کود کود کر ڈھالون کی آڑ مین آگے بڑھنا شروع کیا اور دشمن کو ہٹا کر شہر کے اندر محصور رہنے پر مجبور کیا۔ ولیم باشندۂ طائر (Tyre) لکھتا ہے کہ "درحقیقت اسکے بعد سے محاصرہ شروع ہوا اور کامیابی ضرور حاصل ہوتی اگر اُن بڑے بڑے امرا کا دامن آز و حرص کوتاہ ہوتا جنھون نے باشندگان شہر سے خفیہ ساز باز کرنا شروع کی"۔ چند غدارون کے کہنے پر فوجی کمپ جنوب و مغرب کی جانب منتقل کر دیا گیا جہان بیان کیا جاتا ہے کہ دیوار زیادہ کمزور ہے اور حملہ نہ برداشت کر سکے گی۔ لیکن یہان آکر اہل صلیب کو مضبوط قلعون سے بھی زیادہ سخت دشمن سے سامنا کرنا پڑا کیونکہ اس جگہ دریا سے اُنکا سلسلہ منقطع ہو گیا اور وہ درختون کے میوہ جات سے محروم ہو گئے

جادہ پیما نظر آئے۔ مہم دمشق کی اس ناکامی کے ساتھ دوسری حرب صلیبی کا بھی گویا خاتمہ ہوگیا۔

(بسلسلۂ نوٹ صفحۂ ماسبق) سامان خورد و نوش کے باقی نہ رہنے اور لائق افسر کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے فوج مین مایوسی پھیل گئی اور
لوگ واپس جانے کا ذکر کرنے لگے۔ خود شامی عیسائی اور مغربی عیسائیون مین بھی حسد و رقابت پیدا ہوگئی اور ایسے اعلیٰ درجہ کے
مخالفانہ سامان کی موجودگی مین آنر وزیر دمشق ایسا غافل نہ تھا کہ موقع کو ہاتھ سے جانے دیتا۔ اُس نے شامی عیسائیون کو جتایا کہ وہ
حماقت کر رہے ہین جو تسخیر دمشق مین اپنے بھائیون کی مدد کر رہے ہین۔ اگر یہ فتح ہوگیا تو سمجھو بیت المقدس بھی اُنکے ہاتھ سے نکل جائیگا
اُسکے وجوہات جن کے ساتھ ساتھ رشوت بھی موجود تھی ایسے قوی ثابت ہوئے کہ تھوڑے ہی عرصہ مین محاصرہ اُٹھا دیا گیا۔
جنگہائے صلیبی مصنفۂ آرچر و کنگسفورڈ (Archer & Kingsford) صفحات ۲۱۷ تا ۲۱۹)۔

(نوٹ متعلق صفحہ ۷۱ سطر ۱) ۵ بہرحال یون محض ندامت و رسوائی پر دوسری صلیبی مہم کا خاتمہ ہوا۔ سینٹ برنارڈ نے جو
سبز باغ دکھائے تھے اور جو جو پیشین گوئیان کی تھین اُنکی بظاہر اسباب اس لڑائی کے واقعات سے تکذیب ہوگئی۔ اس مقدس لڑائی
کی آگ کا ایندھن بننے کے لیے اتنی کثیر خلقت نکل گئی تھی کہ ایک راوی کا چشم دید بیان ہے کہ شہر اور قلعے خالی اور سنسان پڑے
ہوئے تھے اور یہ بھی مشکل سے کہا جا سکتا ہے کہ سات سات عورتون کے مقابل مین ایک ایک مرد بھی باقی رہگیا تھا اب
انجام مین جب لوگون کو یہ معلوم ہوا کہ ان مصیبت زدہ عورتون کے باپ شوہر بیٹے یا بھائی جو جہاد پر گئے ہوئے تھے انھین پھر
اپنے ان دنیاوی گھرون کو دیکھنا کبھی نصیب نہ ہوگا تو آہ و زاری کی آوازین بلند ہوئین اور اس عام نالہ و فریاد نے برنارڈ
کو اس جرم کا ملزم ٹھیرایا کہ اُنھین اُس نے ایک ایسی مہم پر روانہ کر دیا جس مین انھون نے کیا تو کچھ بھی نہین اور جو کچھ حاصل
ہوا وہ سوا تباہی و رسوائی کے کچھ نہ تھا۔ کچھ زمانے تک تو برنارڈ گم صم رہا لیکن چند ہی روز مین اُسے یاد آگیا کہ مین نے
جو کچھ کیا خداوند تعالیٰ کے حکم کے مطابق اور اُسی کی جانب سے کیا تھا۔ ناکامی کا الزام زائرون ہی کی گردن پر ہے۔ پہلے
مجاہدین صلیب کی طرح ان لوگون نے بھی اپنے نفسانی جذبات کو مطلق العنان کر دیا۔ انکی لشکرگاہین شہوت پرستی و بدعملی سے
بھری ہوئی تھین اور ربانی سچائی ایسے قابل نفرت کامون کو ہرگز برداشت نہین کر سکتی تھی۔ اتنا ہی نہین اب برنارڈ کو
یہ لغویت بھی نظر آئی کہ جس مہم مین شریک ہونے کے صرف دیندار اور ایماندار ہی لوگ مجاز تھے اس مین شریک ہونے کی
اجازت چورون اور خونی لوگون کو بھی دیدی گئی مگر طبیعتون کو ایسے نازک وقت مین مستقل طور پر مطمئن کر دینے کے لحاظ سے
دیکھے تو ایسے من سمجھونے کی باتین بہت بے اثر تھین۔ پھر جب راہب جان نے دعویٰ کیا کہ جو زائرین قتل کیے گئے وہ اس پرفتن
دنیا سے نجات پانے کے خیال سے شہیدون کی سی بے انتہا مسرت حاصل کر کے مرے اور خود سینٹ پیٹر اور سینٹ جان نے
خاص اپنی زبان سے مجھے یقین دلایا ہے کہ جو فرشتے اپنے درجہ سے گر گئے ہین اُنکی جگہین ان لوگون کی روحون سے بھری گئین
جو صلیب کے زائرون یا حامیون کی حیثیت سے مرے ہین عام اس سے کہ ارض مقدس مین پہنچ کے مرے ہون یا دریائی
ممالک مین سفر کرتے ہوئے تو بہتون کے خیالات پھر اُسی پرانے دھرے کی طرف مائل ہوگئے یعنی مذہبی خاطر جمعی نے

کا نراڈ فوراً یورپ واپس چلا گیا جس کے چند ماہ بعد کوئی نے بھی رخت سفر باندھا[۱]۔

یہ دوسری جنگ صلیبی بعض اہم باتون کے لحاظ سے پہلی جنگ سے ممتاز کی جاتی ہے۔ ان دونون مین صرف پچاس برس کا وقفہ تھا۔ یورپ کی حالت کے لحاظ سے یہ تمام ایام ترقی کے سمجھے جاتے ہین۔ بلکہ اب موجودہ تہذیب کی صبح کاذب نمودار ہو چلی تھی اور ابھی گو صبح صادق کا نور افق پر پھیلنا شروع نہین ہوا تھا تاہم رات بہت کٹ گئی تھی اور روز روشن کی آمد آمد تھی۔ دوسری جنگ کی عام خصوصیات پر نظر ڈالنے سے زمانہ کی ترقی کا پتہ چلتا ہے۔ اس آگ کا بھڑکانے والا اس مرتبہ پطرس راہب کی طرح کوئی مجہول الحال الجھی ہوئی طبیعت والا۔ بے علم و گمنام شخص نہ تھا جس نے شہاب ثاقب کی طرح دنیائے عیسوی کی آنکھ کو خیرہ کر دیا ہو بلکہ دیر کلیرواکا مشہور و معروف رئیس اس جنگ کا رہنما تھا جسکی ذکاوت طبعی۔ فصاحت لسانی اور مختلف قسم کی لیاقت اور قابلیتون نے عوام کے قلوب کو پہلے ہی سے مسخر کر رکھا تھا اور جسے یہ مرتبہ حاصل تھا کہ دنیائے مسیحی کے مہمات امور مذہبی یا غیر مذہبی سب مین انفصال فیصلہ کے لیے لوگ اُسکے پاس رجوع کرتے تھے۔

پہلی جنگ پاپائے روم کی دعوت اور امرائے مسیحی کی مرضی اور تائید کی بنا پر عوام کی جانب سے شروع ہوئی تھی جس مین لاکھون آدمی گروہ در گروہ ایک غیر منتظم اور بے ترتیب جمعیت کی صورت مین یروشلم کی جانب جادہ پیمائی کرتے نظر آتے تھے اُنکے پیچھے بڑے بڑے امراء اپنے بیشمار رفیقون اور ملازمون کے روانہ ہوئے تھے لیکن بادشاہون نے اس مہم مین کوئی حصہ نہین لیا تھا۔ جو زمانہ اُسکے بعد وقفہ اور فرصت کا گزرا اُس مین یورپ کے نظام تمدن مین ایک تغیر کامل کے آثار پیدا ہونے لگے تھے۔ وہ اصول سلطنت جنکے رو سے خدمات فوجی کے عوض جاگیرین عطا کی جاتی تھین اب قابل عمل نہین سمجھے جاتے تھے اور حکمرانی کی بہتر اور زیادہ منتظم صورتین ظاہر ہو چلی تھین۔ بادشاہ کی مرضی تمام فرقون کی مرضی سمجھی جاتی تھی اور اُس حیثیت سے

(بسلسلۂ نوٹ صفحہ ۷۲) دنیاوی صدمات بھلا دیے۔ اس نے یہ بھی بیان کیا کہ دلی اور فرشتے بے صبری کے ساتھ برنارڈ کا انتظار کر رہے ہین۔ (منقول از "کروسیڈز" مصنفۂ سر جارج ڈبلیو کاکس ایم۔اے مترجمہ محمد امیر مرزا صاحب لکھنوی۔ صفحہ ۱۱۴)

(نوٹ متعلق صفحہ ۷۳، سطر ۱) [۱] گیبن۔ السن تاریخ آئی جلد (۱۴) ابواب (۴۲ لغایت ۶) [۲] دوسری جنگ صلیبی جسکا انجام اس قدر مصیبت ناک ہوا شاہنشاہ کانراڈ اور لوئی ہفتم کی سرکردگی مین لڑی گئی تھی۔ اس نے عیسائیون کی شجاعت و دلاوری پر ٹھنڈا پانی ڈال دیا۔ جناب برنارڈ کے وعظ و موعظت کا یہ جنگ نتیجہ تھی۔ غرض یہ تھی کہ مدینۃ الرہا (ایڈیسہ) کو ہاتھون سے کھو دینے مین جو ذلت ہوئی ہے اُسکی تلافی کی جائے مگر بجائے تلافی کرنے کے ۱۱۴۸ء مین دیوار ہائے دمشق کے سامنے عیسائیون نے اپنے آپ کو اور زیادہ ذلیل کیا۔ (لین پول "صلاح الدین" صفحہ ۶۹)

[۱] اوتھو فریزنگ۔

اُسکے اقتدارات مین بڑی ترقی ہونے لگی تھی۔لیکن دوسری جنگ مین بجاے ایک بے قاعدہ گروہ کے باقاعدہ فوجین نظر آتی ہین جن کی کمان یورپ کے بڑے بڑے بادشاہون کے ہاتھ مین تھی۔اسی کا نتیجہ تھا کہ اس مرتبہ اُس قدر دھینگا دھینگی اور جبر و تشدد کی مثالین کم نظر آئین۔اس دوسری لڑائی مین جانیوالون کو پوپ یوجینس نے خاص طور پر نصیحت کی تھی کہ تمام قسم کی بے اعتدالیون سے اجتناب کرتے رہین۔ پوپ نے یہ یاد دلادیا کہ پہلی لڑائی مین مجاہدین کی آوارگی اور غلط کاریون کی وجہ سے خدا کا عذاب نازل ہوا تھا اس لیے ان نئے مجاہدین کو چاہیے کہ اُنکی مثال سے سبق حاصل کرین اور سادے سودے لباس مین سفر کرین۔ باز اور کتون کے شکار سے پرہیز کرتے رہین اور جن بے اعتدالیون کا دوسرون نے ارتکاب کیا تھا اُن سے بچتے رہین[1]

پہلی جنگ کو یونانیون کے تذبذب اور غدارانہ حکمت عملی سے بہت صدمہ پہونچا تھا لیکن دوسری کو اُس سے بھی زیادہ پہونچا۔الکسیوس (Alexius) کی جو حکمت عملی تھی بالکل وہی طرز بلکہ اُس سے کسی قدر وسیع پیمانہ پر اُسکے پوتے مینوال کامینس (Manual Comminus) نے اختیار کیا۔اس مین کوئی شک نہین کہ عیسائیون سے اظہار محبت کے ساتھ ہی ساتھ وہ ترکون سے بھی ساز باز رکھتا تھا۔ہم نے دیکھا ہے کہ کس طرح کانراڈ کو شاہنشاہ یونان کے جھوٹے رہبرون نے ڈانوا ڈول پھرایا ہے۔خود اُسکے مورخ نہایت دیدہ دلیری سے اقرار کرتے ہین کہ کامینس نے یہی نہین کیا کہ جھوٹے سکے بناکر اپنی رعایا کے ذریعہ سے اہل صلیب کے ساتھ لین دین کی تھی بلکہ یہ بھی حکم دیا تھا کہ صلیبیون کے ہاتھ کھانا زہر ملاکر فروخت کیا جایا کرے[2] اسی دغابازانہ طرز عمل اور نیز عیسائی سرداران فوج کی باہم نااتفاقی کا نتیجہ تھا جو دوسری حرب صلیبی مین یورپ کو ناکامی سے سامنا کرنا پڑا۔جب مینوال کی دغابازی صلیبیون کو معلوم ہوئی تو اُنھون نے لوئی کو سزا دینے ہی پر مجبور نہین کیا بلکہ اس بات پر اصرار کیا کہ قسطنطنیہ پر قبضہ کرلیا جائے اور اس ہمیشہ کے سنگ راہ کو جو اہل صلیب کی تمام کوششون مین مزاحم رہا ہے سرے سے دور کردینا چاہیے۔اگر فرانسیسی بادشاہ اس بات پر راضی ہوجاتا تو نہ معلوم کیسا نتیجہ ہوتا۔شاید اس طور سے ارض مقدس پر دولت مسیحی کا ہمیشہ کے لیے قبضہ باقی رہ سکتا۔لیکن وہ ذات پاک جس کے ہاتھون مین تمام قومون کی باگ ہے اُسکا حکم کچھ اور ہی تھا۔

دوسری جنگ صلیبی کے اس نتیجہ سے یہی نہین ہوا کہ یورپ کے سر غرور کو بہت صدمہ پہونچا ہو اور جن بادشاہون نے اسکی سرکردگی اختیار کی تھی اُنکی ذلت ہوئی ہو بلکہ اُسکی وجہ سے یروشلیم کی لاطینی سلطنت کی

[1] اوبھو فریزنگ جلد (۱) باب (۴۴)۔ [2] ٹالی سی ناس جلد اول باب پنجم

حالت پہلے سے بھی زیادہ خراب ہو گئی۔ اس شکست فاش نے دشمن کو اور جری کر دیا اور ہمت دلائی کہ ممالک مسیحی پر اور زیادہ حملے کرے۔ اور یہی نتیجہ دیکھنے مین بھی آیا۔ یعنی شاہ بالڈون کی حکومت کے آخری آٹھ سال تک بہت کم ایسا ہوا کہ فلسطین جنگ کے مصائب سے آزاد رہی ہو۔ تاہم بالڈون نے اپنی سلطنت کو خوب بچائے رکھا۔ یہی نہین بلکہ مدینۃ الرہا (ایڈیسہ) کے نقصان کے معاوضہ مین اُس نے عسقلان کو فتح کر کے اپنی حکومت مین شامل کر لیا۔ جب وہ مرا تو اُسکے لیے سب نے ماتم کیا اور اب اُسکا ذکر بڑے بڑے لاطینی سلاطین کے ساتھ کیا جاتا ہے[51]

بالڈون کے بعد اُسکا بھائی المریق تخت نشین ہوا جسکی طبیعت مین حرص و ہوا غالب تھی اور اتفاق سے اس حرص کی آگ کو مشتعل کرنے کے سامانون کی بھی کوئی کمی نہ تھی[52]

مصر اس زمانہ مین ایک عرصہ سے بدامنی و فساد کی حالت مین تھا۔ المریق نے اسکی کمزوری پر نظر ڈال کر کچھ دنون پکانا شروع کی کہ کس طرح اُسپر قبضہ کرنا چاہیے لیکن زمانہ نے اُسکی تمام تدبیرون پر پانی پھیر دیا اور انجام کار مصری و شامی متحدہ افواج کے مقابلہ مین بہت سخت شکست کھا کر فلسطین کی جانب راہ فرار اختیار کرنا پڑی[53] یہ لڑائیان خاص کر اسلیے اور قابل یادگار ہین کہ انکی بدولت سلطان صلاح الدین[54] کی قوت بڑھتی گئی اور

---

[51] گبن ڈکلائن اینڈ فال آف دی رومن ایمپائر جلد (۱۸) باب (۲۴) [52] ایضاً جلد (۱۹) [53] ایضاً جلد (۱۹) باب (۵)۔

[54] الملک الناصر صلاح الدین ابن ایوب اس کا پورا نام ہے۔ اسلام و مسلمانان عالم کا چشم و چراغ اور اپنے زمانہ کے بزرگ ترین سلاطین مین سے تھا۔ ۵۳۲ھ (مطابق ۱۹ ستمبر ۱۱۳۷ء لغایت ۸ ستمبر ۱۱۳۸ء) مین قلعہ تکریت مین پیدا ہوا۔ کس ماہ مین پیدا ہوا یہ پتہ نہین چلتا۔ مگر تحقیق سے اتنا ضرور معلوم ہوا ہے کہ ۱۱۳۸ء مین اسکی ولادت ہوئی ہے۔ صلاح کے خاندان اور واقعۂ پیدائش کو انگریزی نامور مورخ مسٹر اسٹینلی لین پول اپنی کتاب "صلاح الدین" باب اول مین اس طرح لکھتے ہین۔

"صلاح الدین کے باپ ایوب کی کنیت اسلامی طریقہ پر نجم الدین تھی۔ وہ گو ایک مشرقی اور پیرو مذہب اسلام تھا لیکن نسل کے اعتبار سے ہماری طرح آریہ تھا۔ وہ نہ تو عرب تھا اور نہ ترک بلکہ کردون کے قبیلۂ رادیہ کا ایک رکن تھا اور دوان واقع آرمینیا کے قریب قصبۂ اجانکان (Adjan Kan) یا تخجستان مین پیدا ہوا تھا۔ زمانۂ قدیم سے کرد فارس و ایشیاے کوچک کے درمیان پرانی وحشی گلہ بانون کی سی زندگی بسر کرتے چلے آتے تھے۔ عرب جاہلیت کی طرح مارشل وپیڈ کی اصلاح کے قبل اسکاٹلینڈ کے پہاڑی لوگون کی جو حالت تھی اسی طرح انہین بھی قبیلہ کی پیچ۔ ڈاکہ زنی سے محبت۔ بہادرون اور شجاعون کی طرح اپنی عزت و آبرو کا پاس اور مہمان نوازی اور ایسی جوانمردی پائی جاتی تھی کہ اسمین کوئی کلام نہین کیا جا سکتا۔ ہمیشہ یہ لوگ اپنی بہادری اور جنگجوئی کی وجہ سے مشہور رہے۔ تہذیب کے اثر سے مستثنی اور اجنبیون کے قابو سے باہر تھے لیکن بہت سے وحشیانہ حسن صفات سے متصف تھے۔ صلاح کے سوانح نگارون نے لکھا ہے کہ اُسکا خاندان دوان (۲۴ م) مین نہایت مشہور و معزز تھا۔

انجام یہ ہوا کہ بیت المقدس پر مسلمانون کا دوبارہ قبضہ ہوگیا اور سلطان کے نام نے تیسری جنگ صلیبی کی تاریخ مین

(بسلسلہ صفحہ ماسبق) لیکن یہ بالکل معمولی اور محدود تعریف ہے۔ داون جس کو پہلے دابل کہتے تھے دسوین صدی مین اندرونی (یعنی شمالی) آرمینیا کا دارالسلطنت تھا۔ اسکے بہت مدت بعد کہین طائف کو اہمیت و شہرت حاصل ہوئی۔ یہ بہت بڑا شہر ایک عظیم فصیل سے محدود تھا جہان شہر کا والی رہا کرتا تھا۔ باشندے یہان کے عام طور پر عیسائی تھے اور قرمزی رنگ کے پشمینون اور قالینون کی تجارت کرتے تھے۔ یہودی آتش پرست اور عیسائی مسلمان فاتحون کے زیر حکومت نہایت امن و امان سے بسر کرتے تھے۔ اور مسجد کے برابر جہان مسلمان نماز پڑھا کرتے تھے کلیسائے ارمنی کا گرجا بھی بنا ہوا تھا۔ لیکن جس زمانہ مین صلاح الدین کا دادا شادی ابن مروان اپنی خاندانی عزت و وقار پہ فائز ہوا داون حالت انحطاط مین تھا۔ اُسکے لڑکے بہت تھے چنانچہ اُس نے دربار خلافت بغداد مین قسمت آزمائی کرنے کا ارادہ کیا جہان خلیفہ اور سلطان سب سے زیادہ اولوالعزم اور عالی ہمت کو انعام و اکرام دیا کرتے تھے شادی کا تاریخ مین صرف نام ہی نام ہے اُسکے حالات۔ طرز و طریقہ کسی کا پتہ نہین چلتا۔ صرف اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ اس سے اور بہروز یونانی سے بہت دوستی تھی جو داون مین غلامی کے درجہ سے دربار ایران کے شاہزادگان سلجوقی کی اتالیقی کے مرتبۂ اعظم تک پہونچا تھا اور شہر بغداد کی مہتم بالشان ولایت اُسے عطا ہوئی تھی۔ اپنے اسی دوست کے پاس شادی نے رجوع کیا اور بہروز نے اپنی اعلیٰ فیاضی سے اپنے دوست کے لڑکے ایوب کو قلعہ تکریت کی فوج کی افسری عطا کی۔ غالباً تمام خاندان خوش نصیب ایوب کے ہمراہ تکریت چلا گیا ہوگا۔ اسمین تو شک ہی نہین کہ شادی اور اُسکا لڑکا شیرکوہ ایوب کے ہمراہ ضرور ہی گئے۔ یہان پہنچکر جسقدر زیادہ ایوب نے اپنے مربی کے انتخاب کو اپنی دانشمندی اور دانائی سے صحیح و درست ثابت کیا اُسیقدر زیادہ شیرکوہ نے جو ہمیشہ سے عجلت پسند اور پر جوش طبیعت والا تھا شجاعت و بہادری کے تقاضا سے ایک قتل کا ارتکاب کرکے خاندان کی سرسبزی کو خاک مین ملا دیا۔ ایک مظلوم عورت کی طرف سے انتقام لینے کیلیے ایک شریر النفس اور بدمعاش شخص کو قتل کردیا تھا۔ اسی زمانہ مین یہ ہوا کہ اتابک عماد الدین زنگی قراجہ الساقی سے ہزیمت کھا کر قلعہ تکریت کی دیوار کے پاس زخمون سے چور چور پہنچا۔ ایوب و شیرکوہ دونون بھائیون نے ہمدردی کرکے قلعہ مین بلا لیا اور مرہم پٹی کی اور پندرہ دن مہمان رکھکر موصل کو روانگی کا انتظام کردیا۔ اس وجہ سے بہروز ناخوش ہوگیا۔ پس اُسنے ان دونون بھائیون کو کسی دوسری جگہ جاکر تلاش روزگار کی ہدایت کی۔ یہ خاندان کا خاندان اس طرح تکریت سے روانہ ہوا کہ تباہی و مصیبت نے دلون کو افسردہ کردیا تھا۔ جس رات کی صبح کو یہ لوگ روانہ ہونے والے تھے اُسی رات کو ایوب کے گھر لڑکا پیدا ہوا جسے اسی ساعت سبھون نے منحوس تصور کیا۔ لیکن بقول لین پول "شاید کبھی کسی فال کی اس سے زیادہ غلط تعبیر نہ کی گئی ہوگی کیونکہ یہ بچہ جسکی پہلے رونے کی آواز نے ۱۱۳۸ء کی اُس رات مین جب کہ قلعہ تکریت سے روانگی کے لیے سامان سفر تیار کیا جارہا تھا اتنا خلل ڈالا وہی یوسف تھا جو زمانہ مابعد مین مشرق سے لے کر مغرب تک صلاح الملۃ والدین یا ہماری تحریر کے مطابق "صلادین" کے لقب سے مشہور ہوا۔" سچ ہے عسیٰ ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم و عسیٰ ان تحبوا شیئاً وھو شر لکم۔

اسی طرح ۱۱۳۹ء مین ایوب مع اپنے بھائی کے بادل ناخواستہ روانہ ہوکر موصل مین زنگی کی خدمت مین حاضر ہوا جہان

ایک مہتم بالشان ونمایان جگہ حاصل کی۔

(بسلسلۂ صفحۂ ماسبق) اسکی بڑی خاطر ہوئی۔ اتابک اعظم ایسا نہ تھا جو وجلہ کے واقعہ کو بھول جاتا اور ایسے صاحب سیف کو ہاتھ سے جانے دیتا۔ دونون بھائیون نے اسکی فوج مین رہکر بہت سے میدان مارے۔ جب بعلبک یعنی قدیم "بلدۃ الشمس" اکتوبر ۱۱۳۹ء مین فتح ہوا تو زنگی نے اسی کو وہان کا گورنر مقرر کردیا۔ یہان گورنر کے بیٹے صلاح الدین نے بچپن کے زمانہ مین چند برس گزرے ہونگے۔ اسمین شک نہین کہ جو تعلیم عام مسلمان بچون کو ملا کرتی ہے اُسی قسم کی اعلےٰ درجہ کی تعلیم گورنر کے لڑکے کو ملی ہوگی۔ ابھی یہ نو برس کا بھی نہوا تھا کہ زنگی شہید ہوا اور بعلبک کے قدیم دمشقی مالکون نے پھر اُسے واپس لینے کا قصد کیا۔ ایوب نے شہر کو بچانے کی کوشش نہین کی۔ وہ نہایت معاملہ فہم۔ ذکی و فرلیس شخص تھا۔ دیکھ رہا تھا کہ زنگی کے دونون بیٹے باپ کے مرنے کے بعد سے ایک دوسرے کو معاندانہ نگاہ سے گھور رہے ہین اور بعلبک کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی کوئی نہین دیکھتا۔ موصل بہت دور تھا اور حلب والے بزدلی کے آثار ظاہر کر رہے تھے۔ جب دمشقی فوج بعلبک مین داخل ہوئی تو ایوب نے بلا مزاحمت قلعہ حوالہ کردیا جسکے صلہ مین اُسکو دس گاؤن انعام ملے اور طغتگین کے پوتے ابک (Abak) نے اسکی بڑی قدر و منزلت کی۔ ۱۱۵۴ء تک ایوب اسی طرح رہا۔ لیکن جب شاہ حلب نورالدین محمود نے ۱۵ اپریل مین دمشق پر تاخت کی تو شیرکوہ ایوب کے بھائی نے جو اب نورالدین کی فوج مین ایک افسر تھا اپنے بھائی سے گفتگو شروع کی اور چھ دن مین تمام امور طے کرکے شہر حوالہ کردیا گیا۔ ۱۱۵۴ء سے لے کر ۱۱۶۶ء تک صلاح الدین دمشق ہی مین اپنے باپ کے ساتھ رہا جو فتح کے بعد یہین کا گورنر مقرر ہوگیا تھا اور سلطان نورالدین محمود کی صحبت مین اس بات کی خوب ہی تعلیم لی کہ کیونکر راہ حق پر چلنا۔ نیکی کرنا اور کفار سے جہاد کرنے مین پرجوش رہنا چاہیے۔ پچیس سال کی عمر تک زیادہ تر وہ گمنامی کی حالت مین رہا۔ تمام امرائے شام حصول تعلیم۔ شکار و جنگ کے موقعہ پر اظہار جوانمردی اور ترقی علوم و فنون کی کوشش مین اوقات صرف کرتے تھے۔ شیرون کا شکار یا باز و جرہ وغیرہ کا شکار اُنکا مشغلہ تھا۔ یہ سب حالات دیکھنے مین آتے ہین لیکن ایک لفظ بھی اس مضمون کا نہین ملتا کہ صلاح الدین بھی بہت بڑا شکاری تھا۔ جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ صلاح الدین تنہائی پسند تھا اور اپنے باپ کی طرح صلاح و شعور کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرتا تھا۔ جب کبھی دو طرح کی مدنیون کا ذکر ہوتا جس مین ایک شہرت کی طرف لیجاتی اور دوسری امن و امان کے ساتھ حالت گمنامی مین رہنے کو ظاہر کرتی تو صلاح الدین آخرالذکر ہی کو ترجیح دیتا۔ اور وہ اُن لوگون مین سے ہے جو اپنی مرضی کے خلاف زبردستی بڑے بنائے گئے۔ اسکا مذاق مذہب کیطرف زیادہ مائل تھا۔ صلاح الدین کی تنہائی پسند طبیعت کا ثبوت اس سے اور ملتا ہے کہ اسامہ جو ۱۱۵۴ء سے ۱۱۶۴ء تک برابر دمشق مین رہا تھا اور دربار مین بہت کچھ رسوخ رکھتا تھا ایک مرتبہ بھی اُسکا ذکر نہین کرتا ہے۔ اور ۱۱۷۴ء مین اُس سے ملاقات کرتا ہے تو اس طرح جیسے پہلی بار تعارف کرادیا جائے۔ اگر صلاح الدین برابر دربار مین حاضر ہوتا رہتا تو اسامہ سے اُس سے ضرور ملاقات ہوتی۔ صلاح الدین کے اوائل عمر مین اسقدر غیر مشہور ہونے پر اس لیے اور حیرت ہوتی ہے کہ اُسکا چچا شیرکوہ نورالدین کا دست راست تھا۔ اور جبتک کہ اسدالدین شیرکوہ نے

نورالدین کی فوج مین ایک عہدہ دار کی حیثیت سے ترقی کرتے کرتے صلاح الدین وزارت مصر کے

(بسلسلۂ صفحہ ماسبق) سمہم مصر کا عزم نہین کیا مسلمانون کا آیندہ ہونے والا بادشاہ گوشۂ تنہائی سے باہر نہین آیا مصر پر اُس زمانہ مین
بنو فاطمہ کی حکومت تھی لیکن جس طرح ایک نسل کے اخیر بادشاہ محض شاہ شطرنج ہو جاتے ہین اور امراے سلطنت بڑی بڑی قوتین حاصل
کر لیتے ہین خلیفہ مصر کی اُسوقت یہی حالت تھی۔ وزیر حاکم بنا ہوا تھا۔ سلطنت کی بدنظمی اور کمزوری حد درجہ بڑھ گئی تھی۔ قرب
جوار کے قریب قریب تمام حاکم اس زمانہ مین ایسے ہی تھے اسلیے کسی نے اس طرف کا قصد نہین کیا لیکن حکومت فلسطین کے
عیسائی حاکم صرف سواحل شام کے مالک ہی نہ تھے بلکہ ہر طرف لوٹ اور غارت کرتے پھرتے تھے۔ مصر کو اس حالت مین دیکھکر اُنھون
نے تسخیر مصر کا ارادہ کیا لیکن نورالدین کی مزاحمت بہت کچھ ذلیل ہوئی۔ وزیر مصر نے عیسائیون کے حملہ کو دیکھ کر نورالدین سے مدد
طلب کی جسکے جواب مین اتابک اعظم کے جوانمرد لڑکے نے اپنے جنرل اسدالدین شیرکوہ کو مدد دے کر خلیفہ مصر کی حمایت کے لیے
روانہ کیا۔ اُس نے عیسائیون کو شکست دے کر نکالدیا مگر بجاے اُسکے خود جم گیا اور دربار خلافت مین ایسا رسوخ حاصل کیا کہ
وزیر کے قتل کے بعد یہی وزیر بنایا گیا لیکن افسوس کہ بہت دنون اس مرتبہ پر نہ رہ سکا اور ۲۳ مارچ ۱۱۶۹ء کو بدہضمی کی شکایت
مین مبتلا ہو کر اس جہان فانی سے دار باقی کی طرف انتقال کیا۔ صلاح الدین گو اس زمانہ مین سب سے بڑا افسر نہ تھا لیکن
صلاحیت طبع و خداداد قابلیت نے خلیفہ کو مجبور کیا کہ اسی کو اپنا وزیر بنائے اور شیرکوہ کے انتقال کے تین یوم بعد ۲۶ مارچ
۱۱۶۹ء کو خلعت وزارت معہ لقب الملک الناصر اسدالدین کے تنہائی پسند بھتیجے صلاح الدین کو عطا ہوا۔ (اصل فرمان ابھی تک
برلن (پاے تخت جرمنی) کے کتب خانہ مین محفوظ ہے اور ۹ صفحون پر مشتمل ہے) اسکی حیثیت بھی ایک عجیب قسم کی
حیثیت تھی۔ ایک شیعہ خلیفہ کا وزیر اعظم تھا اور ساتھ ہی اُسکے ایک سُنی بادشاہ کا نائب تھا اور جمعہ کے خطبہ مین دونون کے
نام عجیب طرح سے پڑھے جاتے تھے۔ صلاح الدین نے سب سے پہلے اپنے رشتہ دارون کو اپنے گرد جمع کرنا شروع کیا اور حضرت
یوسف علیہ السلام کی طرح جو خود ایک زمانہ مین وزیر مصر تھے صلاح الدین یوسف نے بھی شام سے اپنے باپ اور بھائیون
کو بلا کر اپنے پاس رکھا۔ اس نے اپنے باپ کے سامنے خود وزارت کا عہدہ پیش کیا تھا لیکن ایوب نے یہ کہکر انکار کر دیا کہ "بیٹا اگر
خدا تجھے اس قابل نہ سمجھتا تو کیون یہ مرتبہ عطا فرماتا۔ کسی کی تقدیر کے ساتھ بازی کرنا اچھی بات نہین" تاہم ایوب نے خزانہ داری
کا اعلےٰ عہدہ منظور کیا اور اُسکے لڑکے دوسرے عہدون پر فائز ہو کر بھائی کی امداد کے لیے آمادہ ہوے۔ صلاح الدین نے
اس شفقت و رحمت سے حکومت شروع کی کہ تمام رعایا برایا غلام بنگئی اور ہر چھوٹا بڑا جان نثاری کا دم بھرنے لگا۔ حریفون کو
حسد ہوا اور اسکے مارنے کی تدبیرین شروع کین لیکن ہر ایک تجویزین ناکامی ہوئی اور عین وقت پر راز فاش ہو گیا۔ حبشیون
اور سوڈانی فوجون سے بغاوت کرادی لیکن تمام بغاوتین فرو ہو گئین۔ ایسی حالت مین عیسائیون نے حملہ کر کے دمیاط کا محاصرہ
شروع کیا۔ حسن اتفاق یہ ہوا کہ کچھ تو باد مخالف کی اور بہت کچھ نورالدین کی بروقت امداد سے عیسائیون کو شکست نصیب ہوئی۔
جتنی جتنی صلاح الدین کی قوت بڑھتی گئی خلیفہ کا اقتدار کم ہوتا گیا۔ خلیفہ کی گوشہ نشینی نے اُسکے اثر کو اور کم کر دیا حتی کہ

جلیل القدر منصب تک پہونچ گیا اور اپنے مالک کی وفات کے بعد مختلف ذرایع سے کامیابی حاصل کرکے خود سلطان بن گیا جسکے تحت مین دریاے نیل سے لیکر دجلہ تک تمام اسلامی ممالک متحد تھے۔

نورالدین کی وفات کے بعد ہی الملک الصالح کا بھی انتقال ہوگیا۔ صلاح الدین نے موقع پاکر ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ فلسطین پر حملہ آور ہوے طبریہ[1] (ٹائبیریس) کا محاصرہ شروع کردیا۔ تمام عیسائی

(بسلسلۂ صفحہ ماسبق) ۱۰ ستمبر ۱۱۷۱ء کو جمعہ کی نماز مین بجاے خلیفۂ مصر کے خلیفۂ بغداد کا خطبہ پڑھا گیا اور خلافت بنو فاطمہ کا خاتمہ ہوگیا۔ یہ خاندان دو نسلون تک اور باقی رہا لیکن صلاح الدین کی قوت کے سامنے کچھ پیش نہ گئی۔ آخری خلیفۂ مصر نے گیارہ لڑکے۔ چار بہنین۔ چار بیوائین اور دیگر رشتہ دار چھوڑے جنکی تعداد ایکسٹو تک تھی۔ قراقوش خواجہ سرا نے خاندان خلافت کے باقی ماندہ ارکین کو باحتیاط تمام نہایت عیش و عشرت کے ساتھ رکھا حتی کہ تمام خاندان اسی عیش و عشرت کے سامانون مین مستغرق ہوکر صفحہ ہستی سے فنا ہوگیا۔ (ماخوذ از حیات صلاح الدین مصنفہ لین پول و ابن اثیر)۔

[1] اب درحقیقت صلاح الدین وہی صلاح الدین نہ تھا جو صرف مصر کا فرمانروا تھا۔ بلکہ عراق سے حدود روم تک کل شہرون کو اپنے قبضہ مین لاکر اُس نے ایک زبردست فاتح اور عالیشان سلطان کی حیثیت اختیار کرلی تھی۔ طبریہ سے پیشتر صلاح الدین ہی کے حکم سے اُسکے بیٹے افضل نے ایک فوج عکہ پر تاخت کرنے کے لیے روانہ کی تھی جس سے مقام صفوریہ مین آخر ۵۸۳ھ مین فرنگیان سے مقابلہ ہوا اور سخت لڑائیون کے بعد عیسائیون کو شکست ہوئی۔ ہاسپٹلرز (ضیاف الغربا) کا سردار بہت سے سپاہیون کے ساتھ مارا گیا۔ بقیۃ السیف راہ فرار اختیار کرکے شہر طبریہ مین آئے جہان قمص (کونٹ) موجود تھا۔ یہ شخص صلاح الدین سے ملا ہوا تھا۔ مگر اسی زمانہ مین سب نے مل کر مجبور کیا اور اُسے فرنگیون کا ساتھ دینا پڑا۔ جو اسلامی فوج صفوریہ کے میدان مین لڑی تھی اُسکے فتحیاب ہونے کے بعد صلاح الدین نے اپنے امرا کو بلا کر فرنگیون کے ممالک پر حملہ کرنے کے بارے مین مشورہ کیا۔ سب نے کہا مسلمانان مشرق ہم پر لعنت بھیج رہے ہین کہ ہم صرف مسلمانون سے لڑا کرتے ہین اور عیسائیون سے مقابلہ نہین کرتے۔ لہٰذا اب ہمین بلا تامل اُنکی طرف رخ کرنا چاہیے۔ صلاح الدین نے بھی یہی کہا کہ "خدا جانے ہماری کتنی زندگی باقی ہے۔ پھر موقع ملے یا نہ ملے۔ بس اب تامل نکرنا چاہیے۔" یہ تجویز قرار پاتے ہی وہ طبریہ کی طرف بڑھا۔ طبریہ کے قریب فوج ٹھہرا کر خود تن تنہا ایک اونچے ٹیلہ پر چڑھ کے اور فرنگیون کے بالکل قریب جاکے دیکھا کہ سب طرف سناٹا ہے اور لوگ خیمون کے اندر ہین۔ واپس آکر ٹھہر گیا اور جب رات کا اندھیرا خوب اچھی طرح پھیل گیا تو پھر اکیلا چلا۔ شہر کے بعض برجون مین نقب دیکر راستہ کرلیا۔ اندر گھس کے اور لوگون کو بلایا۔ کئی جگہ مقابلہ کیا اور شہر مین آگ لگادی۔ اب سب فرنگیون نے ہٹ کر قلعہ طبریہ مین پناہ لی اور باہم مشورہ کیا۔ قمص کی راے ہوئی کہ "صلاح الدین کے اس لشکر سے مقابلہ کرنا بے سود ہے بہتر ہو کہ اُسے طبریہ پر قبضہ کرلینے دیا جاے اسمین اگر نقصان ہے تو میرا۔ جسے مین گوارا کرتا ہون۔ جب وہ شہر سے چلا جائیگا تو یورش کرکے ہم پھر قبضہ کرلینگے۔" مگر پرنس ارناط حاکم کرک نے کہا "تو سلطان سے ہمین ڈراتا ہے اور ہم پر اُنکا رعب بٹھاتا ہے۔ ہم مقابلہ کرین گے۔"

ریاستون کی افواج ایک جگہ جمع ہو کر مقابل ہوئین لیکن سخت ہزیمت کے ساتھ پسپا ہوگئین اور خود بادشاہ -

(بسلسلۂ نوٹ صفحہ ماسبق) صبح کو ہفتہ کا دن اور ربیع الاول کی ۲۵ تاریخ تھی کہ دونون لشکرون مین مقابلہ ہوا - فرنگی پیاس کی سخت تکلیف مین تھے۔ مسلمانون کے تیراندازون نے ابتداءً بہت سوار مار ڈالے۔ اب وہ ہجوم کر کے شہر طبریہ کی طرف بڑھنا چاہتے تھے کہ پانی قبضہ کرین - مگر صلاح الدین سمجھ گیا اور خود اپنی فوج لیکر سامنے آگیا۔ ابھی حملہ نہین ہوا تھا کہ صلاح الدین کے نوعمر غلامون مین سے ایک غلام گھوڑا بڑھا کر میدان مین گیا اور ایسی غیر معمولی شجاعت سے لڑا کہ دیکھنے والے عش عش کر رہے تھے - آخر فرنگیون نے اُسے ہجوم کر کے مار ڈالا - اسپر مسلمانون کو ایسا غصہ آیا کہ سب نے جوش وخروش سے حملہ کیا اور مسیحیون کی صفین درہم وبرہم کردین یہ رنگ دیکھ کے قمص نے اپنی فوج کے ایک گروہ کے ساتھ اس غرض سے حملہ کیا کہ مسلمانون کی صفون کو چیرتا ہوا نکل جائے جس رخ پر اُس نے حملہ کیا تھا اُدھر صلاح الدین کا چچازاد بھائی تقی الدین مسلمانون کا جنرل تھا - اُسکو جیسے ہی معلوم ہوا کہ لوگ بھاگنے اور نکل جانے کی تجویزین ہین تو فوراً حکم دیا کہ اُنھین نکل جانے کے لیے راستہ دیدیا جائے - راستہ تو دیدیا گیا مگر ادھر کے میدان مین اسلامی والنٹیرون مین سے کسی نے آگ لگا دی گھانس وہان کثرت سے تھی اور ہوا تیزی سے چل رہی تھی۔ آگ سارے میدان مین پھیل گئی - اور عیسائی سخت مصیبت مین پڑ گئے۔ قمص کے چلے جانے کے بعد عیسائیون کو زندگی سے مایوسی ہوگئی اور اب اُنھون نے صرف جان دینے کے لیے لڑنا شروع کیا - اور ایسے ایسے حملے کیے کہ مسلمانون کو بار بار پسپا کر دیتے تھے آخر مسلمانون نے اُنھین گھیر کر اپنے حلقہ مین کر لیا اور وہ سب لوگ سمٹ کر ایک ٹیلے پر چلے گئے۔ تھوڑی دیر کی لڑائی مین سارے مسیحی لشکر کا یہ حشر ہوا کہ یا تو مارے گئے یا گرفتار ہوے - مگر اس کثرت سے مارے گئے کہ جو مقتولون کو دیکھتا وہ خیال کرتا کہ صرف مارے ہی گئے - گرفتار ایک بھی نہوا ہوگا - اور جو اسیرون کو دیکھتا وہ سمجھتا کہ سب کے سب زندہ ہی پکڑ لیے گئے - اب صرف اُنکا بادشاہ ڈیڑھ سو آدمیون کے ساتھ اُس ٹیلہ پر باقی رہگیا جہان اُسکا خیمہ نصب کیا گیا تھا - اسکے بعد مسلمانون نے وہ مقدس صلیب بھی چھین لی جسکی نسبت انکا اعتقاد تھا کہ اصلی صلیب ہے اور خاص اُسی پر حضرت مسیح مصلوب ہوے تھے۔ اب اُنکی آنکھون مین دنیا تیرہ وتار ہوگئی جان پر کھیل کے یہ تھوڑے آدمی بھی اس شجاعت سے لڑے کہ خود سلطان صلاح الدین کے بیٹے افضل نے علامہ ابن اثیر سے بیان کیا کہ ”مین اپنے والد کے برابر کھڑا تھا اور یہ پہلا میدان جنگ تھا جو مین نے اپنی آنکھ سے دیکھا - عیسائیون نے تین مرتبہ ایسا سخت حملہ کیا کہ مسلمانون کو میرے والد کے قریب تک ہٹا لائے مگر مسلمانون نے یہان سے قدم جما کے پھر مارنا شروع کیا اور اُنھین ہٹاتے ہوے پہاڑی کے اوپر تک پہونچا آئے۔ مین جب اُنکو اوپر تک ہٹ جاتے دیکھتا تو بے اختیار میری زبان سے نکل جاتا ”وہ بھگا یا“ تیسری دفعہ جیسے ہی میری زبان سے یہ حکم نکلا والد نے کہا ”چپ جب تک وہ خیمہ قائم ہے اُنھین شکست نہوگی“ مگر جیسے ہی اُنھون نے یہ الفاظ کہے کیا دیکھتا ہون کہ خیمہ گر گیا - یہ دیکھتے ہی والد گھوڑے پر سے اُتر کے سجدہ مین گر پڑے اور جوش مسرت سے اُنکی آنکھون مین آنسو بھر آئے - اب لڑائی کا خاتمہ ہوگیا تھا - بادشاہ بیت المقدس - اُسکا بھائی پرنس ارناط حاکم کرک - حکم جبل ابن ہنفری - ٹمپلرس کا سردار اعلےٰ گرفتار ہوگئے

ہیکلیئین (ٹمپلرز) کا امام اعظم۔ مارکوئیس مانسیراٹ سمیت ہیکلیئین اور ضیافت الغربا کے سپاہیون کی ایک بہت بڑی جماعت کے گرفتار ہوگئے ہیں[۵۰]

سلطنت لاطینی اب بیخ و بنیاد سے ہل گئی۔ تمام بڑے بڑے شہر سلطان فاتح کے قبضہ مین آ گئے۔ سلطان جبتک کہ بیت المقدس کے زیر فصیل نہین پہونچ گیا برابر فتح و کامیابی کے ساتھ آگے بڑھتا گیا۔ شہر کے باہر خیمہ زن ہو کر بیت المقدس کے حوالہ کر دینے کے متعلق اُس نے چند شرطین تجویز کر کے ایلچیون کے ہاتھ کہلا بھیجین جنکے نامنظور ہونے پر اُس نے زبردستی فتح کرنے کا قصد کیا۔ لیکن عیسائیون نے اب یہ دیکھکر کہ اُنہین مسلمانون کے مقابلہ کی طاقت نہین ہے خود شرائط صلح پیش کین جنھین سلطان نے غصہ کے ساتھ رد کر دیا اور فرمایا کہ جب اُسکی پیش کی ہوئی معقول شرائط رد کر دی گئین تو اُس نے قسم کھالی کہ شہر کو بزور شمسیر فتح کریگا۔ عیسائیون نے بڑی لجاجت و سماجت شروع کی اور ترکی سردارت کہا کہ آپ پھر اپنی شرائط پیش فرمائین۔ سلطان نے آخرکار رحم و کرم کر کے درخواست کو قبول فرمایا اور وعدہ کیا کہ باشندگان شہر کی جانون کو محفوظ رکھے گا اور ملکہ اور اُسکے اعیان سلطنت اور سپاہیون کو بخیر و عافیت سور (طائرم) تک پہونچا دیگا۔ باقی جو لوگ رہین گے اُنھین طوق غلامی پہننا ہوگا اور دس اشرفیان فی مرد اور اسکا نصف فی عورت اور صرف ایک اشرفی فی بچہ ادا کرنے سے رہائی مل سکے گی[۵۱]

اس طرح کفار پھر دوسری مرتبہ یروشلیم پر قابض ہوگئے جہان عیسائی صرف تھوڑے زمانہ تک یعنی اسی اور نوے سال کے درمیان قابض و متصرف رہے تھے[۵۲]۔ صلیب الصلوب (یعنی صلیب اعظم) کلیسائے تابوت مقدس پر سے نکال کر دو دن تک گلی کوچون مین گھسیٹی گئی۔ گرجون کے گھنٹے گلا ڈالے گئے اور

(بسلسلۂ نوٹ صفحۂ ماسبق) فتح کے بعد صلاح الدین اپنے خیمہ مین بیٹھا اور فرنگی بادشاہ یروشلیم اور پرنس ارناط حاکم کرک کو اپنے سامنے بلوایا جب وہ آئے تو بادشاہ کو اُس نے اپنے پہلو مین بٹھا لیا اور اسکو پیاس سے بیتاب دیکھکر برف کا جھلا ہوا پانی پلوایا۔ بادشاہ نے سیر ہو جانے کے بعد اپنا بچا ہوا پانی پرنس کو دیدیا جس نے بغیر صلاح الدین سے اجازت لیے پی لیا۔ اس شخص نے مسلمانون پر بڑے ظلم کیے تھے اور صلاح الدین کیا معنی ہر مسلمان اُس سے جلا ہوا تھا۔ یہ خفیف گستاخی بھی غصہ دلانے کے لیے کافی تھی صلاح الدین غصہ سے اُٹھ کھڑا ہوا اور یہ کہکے کہ "ملعون! بے اجازت لیے پانی پی لیا" تلوار کھینچ لی۔ پھر اُس پر اسلام پیش کیا اور جیسے ہی حرف انکار اُسکی زبان سے نکلا خود اپنے ہاتھ سے اُسکا سر اڑا دیا۔ (از ابن اثیر و حروب صلیبیہ ترجمہ منشی محمد امیر مرزا لکھنوی)۔

۵۰ ہسٹوریا جیکوبائی ڈی وٹریاکو باب (۹۴) *Historia Jacobi de Vitriaco*

۵۱ ہسٹوریا برنارڈی تھیسارارئی باب (۱۶۱ و ۱۶۳) *Historia Bernardi Thesaurarii*

۵۲ عیسائیون کا قبضہ یروشلیم پر ہزار ماہ تک رہا۔

مسجد عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا فرش اور دیوارین گلاب دمشقی سے دھوئی گئین۔ اور اسلامی طریقہ عبادت جاری کیا گیا۔ باوجود اسکے بلد مقدس مین اسلامی فوج کا داخلہ صلیبیئین حرب اول کی بیرحمی۔ سنگدلی اور قتل عام کے مقابلہ مین نہایت قابل فخر امتیاز کی شان رکھتا تھا[۱]

اُن ابتدائی لڑائیون مین بھی جو عیسائیون سے ہوئین صلاح الدین کے نور عظمت نے آنکھون کو خیرہ کر کے اپنی تعریف کرائی اور یہ ثابت کر دیا کہ وہ صرف برائے نام وحشی تھا۔ یہ سچ ہے کہ محاصرۂ طبریہ کے بعد اُس نے نہایت سختی کے ساتھ ہیکلیین اور ضیافت الغربا کے ساتھ رحم و کرم سے کام لینے سے انکار کر دیا جن نائٹون کو اُس نے قید کیا اُنکے سامنے اسلام پیش کیا اور موت یا اسلام کو قبول کرنے کے سوا اُنکے لیے کوئی چارہ نہ تھا۔ لیکن جبکہ بادشاہ اُس کے سامنے کھڑا ہوا تھا اور دل مین سمجھ رہا تھا کہ جو سلوک سب کے ساتھ ہوا ہے وہی اُسکے ساتھ بھی ہوگا صلاح الدین نے نہایت فیاضی سے برف مین لگا ہوا کاسہ آب اُسے دیا اور اس فیاضانہ فعل سے اسیر بادشاہ کو یقین دلادیا کہ تمھاری جان امان مین ہے۔ فتح بیت المقدس کے چار روز بعد جبکہ باشندگان شہر ترک وطن کیے نکلے جارہے تھے اور پادری ملکہ اور اُسکے ساتھ کی عورتین نہایت خاموشی سے قدم اُٹھاے جارہی تھین صلاح الدین بڑھ کر اُنکی ملاقات کے لیے آیا اور جب اُس نے ان لوگون کو اس یون حالت مین سرنگون دیکھا تو اُسکا دل ہل گیا۔ ترس کھا کر اُس نے کچھ کلمات رحم زبان سے نکالے۔ عورتون نے ہمدردانہ رحمدلی کے آثار پا کر ہمت کی اور عرض کیا کہ سلطان کے ایک لفظ مین اُنکی مشکل کشائی ہوجائیگی "ہماری دولت اور ملکیت کو آپ لوگ اچھی طرح استعمال مین لائیے مگر ہمارے باپون۔ شوہرون اور بھائیون کو ہمین دیدیجیے! ان عزیز جانون کو بے کر ہماری حالت بہت سقیم نہ رہے گی وہ لوگ ہماری حفاظت کرینگے اور وہ خدائے بزرگ و برتر جس کی ہم عبادت کرتے ہین اور جو ہوا کے پرندون تک کو دانہ دیتا ہے ہمارے بچون کو بھول نہ جائے گا" صلاح الدین نے بکمال شفقت و رحم جن جن قیدیون کو وہ بتائی گئین چھوڑتا گیا اور علاوہ اسکے تحفہ و تحائف سے اُنھین مالامال کردیا۔ یہ فعل انسانی ہمدردی کے کسی سریع الزوال جذبہ کے تقاضے سے نہ تھا کیونکہ جب وہ بلدۂ یروشلیم مین داخل ہوا اور اُسنے سُنا کہ کس احتیاط و شفقت سے کلیسا سینٹ جان کے پادری بیمارون کی تیمارداری کرتے ہین تو اُس نے اُن مین سے دس آدمیون کو اُسوقت تک اسپتال مین رہنے کی اجازت دی جبتک کہ وہ اپنے اس رحم و شفقت کے کام کو ختم نہ کرلین[۲]

---

[۱] ہسٹوریا برنارڈی تھیسا ورارینی باب ۲۸ (۱۹۶) اینا سے راجری ڈی ہاویڈین ان اسکرپٹورسے پوسٹ بیڈم صفحہ ۶۳۵
Annales Rogeri de Hoveden in Scriptores post-Bedam

[۲] ہسٹوریا برنارڈی باب (۱۵۴ و ۱۵۵) ونیاف دیرلی صفحہ ۱۲۵ و ۲۲۵) ابن اثیر و دیگر مسلمان مورخین کا بیان ہے کہ ادائے رقم جزیہ کے لیے چالیس دن کی مہلت دیگئی تھی۔ یعنی اگر اس مدت مین روپیہ نہ ادا کرین تو غلام ہوجائین۔ اس ٹیکس کی وصولی کے لیے پھاٹکون پر پہرے معین کردیے گئے کہ جو رقم معینہ ادا کردے وہ چلا جائے۔ مگر بقول ابن اثیر کے ان تحصیل کرنے والون نے خیانت کی اور سلطان کے خزانے مین تھوڑا ہی

دوسری جنگ صلیبی کی ناکامیابی نے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یورپ کے جوش وخروش کی آگ کو خاموش کر دیا لیکن یروشلیم کے ہاتھ سے نکل جانے نے اُسے پھر مشتعل کر دیا اور یورپ کے تمام بڑے بڑے بادشاہوں نے قسمیں کھائیں کہ اپنی اپنی فوجیں لیکر پھر فتح یروشلیم کو چلیں گے۔ تیسری صلیبی لڑائی کے سب سے پہلے حامی و مؤید مشہور و معروف شہنشاہ جرمنی فریڈرک بار بروسا۔ بادشاہ فرانس فلپ آگسٹس اور بادشاہ انگلستان ہنری دوم تھے۔ لیکن اسکے حقیقی سردار اور سالار فوج۔ فریڈرک۔ فلپ اور رچرڈ شیر دل تھے[1]۔

فریڈرک اپنی شاندار فوج لیکر سب سے پہلے میدان میں اُترا۔ ہنگری اور یونان سے گزرتا ہوا ایشیائے کوچک میں داخل ہوا اور متواتر ایسی کامیابیاں حاصل کیں کہ اتنے قلیل زمانہ میں پہلے کبھی عیسائیوں کو نصیب نہیں ہوئی تھیں ایک شہر کے بعد دوسرا شہر اسکے قبضہ میں آتا گیا اور اسکے نام کی ایسی ہیبت صلاح الدین تک کے دل میں بیٹھ گئی کہ اُسنے بلاد وقیہ (لوڈیشیا)۔ جبلہ (گھبیل)، طرطوسہ (ٹارٹوزا)، بیلیاس (بیلیناس)۔ بیروت۔ اور سیدا (سیڈان) کو فریڈرک کے آنے کی خبر سنکر ہی منہدم کرنے کا حکم دیا۔ لیکن اسکے ساتھ ہی مثل صادق آئی کہ گھوڑ دوڑ میں تیز ہی گھوڑے نہیں جیتتے اور جنگ میں بردست

(بسلسلہ نوٹ صفحہ ماسبق) روپیہ داخل ہوا۔ وہ کہتا ہے کہ شمار کرنے سے معلوم ہوا تھا کہ شہر میں ساٹھ ہزار آدمی تھے جو عورتوں اور بچوں کے علاوہ سوار اور پیدل تھے۔ انمیں سے مرد عورت اور بچے سب ملا کر کل سولہ ہزار آدمی گرفتار کیے گئے باقی سب چھوٹ گئے بہت سے عیسائیوں نے یہ چالاکی کی کہ مسلمانوں کا لباس پہن کے نکل گئے۔ سب سے بڑی تعریف صلاح الدین کی نیک نفسی۔ دیانت داری اور بے طمعی کی یہ ہے کہ بیت المقدس میں عبادت گزاری کی غرض سے بہت سی یورپین شہزادیاں تھیں جنکے پاس زر و جواہر کی قسم سے بے انتہا دولت تھی۔ ان سب کو اس نے معاف کیا روپیہ چھوڑ دیا اور سوائے اُس مقررہ ٹیکس کے ایک کوڑی نہ لی۔ یہاں کا لارڈ بشپ کیسوں کی ساری جائداد جو بے انتہا قیمتی اور سونے چاندی کی تھی نکال کے ساتھ لیگیا مگر صلاح الدین نے ذرا بھی مزاحمت نہ کی بعض مشیروں نے کہا بھی کہ یہ تو ساری دولت نکالے لیے جاتے ہیں تو اُس نے جواب دیا کہ میں بدعہدی اور غدر نہیں کر سکتا۔ ان لوگوں کو یہانتک مہلت اور موقع دیا گیا تھا کہ رومی اور فرنگی عیسائیوں نے اپنی جائدادیں نیلام کرنا شروع کر دیں اور مسلمان فوجی لوگوں اور اُن شامی عیسائیوں نے جنھیں صلاح الدین نے جزیہ مقرر کرکے رہنے کی اجازت دی تھی مول لیں اور اس طرح وہ اپنی ادنیٰ ادنیٰ چیز کو ٹھکانے لگا گئے اور اسکو اطمینان کے ساتھ نقد کرکے ہمراہ لے گئے یہ واقعہ اُسی شہر میں ہوا جس میں ہر مسلمان بچہ تک ذبح کر ڈالا گیا تھا اور اُنھیں لوگوں کے ساتھ ہوا جنھوں نے ایسا وحشیانہ ظلم کیا تھا اور اسپر بھی یورپین مورخین کو یہ لکھتے شرم نہیں آتی کہ مسلمان ظالم۔ خونریز اور بے رحم ہیں۔ (ابن اثیر و حروب صلیبیہ مترجمہ منشی محمد امیر مرزا الکھنوی)۔

[1] ہسٹوریا جیکو باگی باب (۹۷) وگاڈفری دی مونارکی اینالس ان فریہری پیرم جرمانورم اسکرپٹوری جلد اول (Godfri de monanchi annales in Frehri Rerum Germanorum Scriptores) صفحہ (۳۴۸)۔

بازی نہین لیجاتا" ایک غیر متوقع اور افسوس ناک واقعہ نے کامیابی کے اس سلسلہ کو منقطع کردیا۔ فریڈرک نے نادانی سے ایسی حالت مین کہ اُسکا بدن تمتما یا ہوا تھا نزدیک کے ایک چشمے مین غسل کیا[1] جس سے ایک ایسا مرض پیدا ہوگیا کہ اُس نے زندگی ہی کا چٹ پٹ خاتمہ کردیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ وہی قدیم مقام سڈنس ہے جو سکندر اعظم کی بیماری کی وجہ سے مشہور ہے۔ کس قدر ضروری ہے کہ آدمی مرگ ناگہانی کے لیے ہر وقت تیار رہے! اُسوقت جبکہ بہت سے ضروری کام پر ہوتے ہین اور کامیابیون سے ہم سرخرو نظر آتے ہین ناگاہ پیام اجل آ پہونچتا ہے اور امید کے خلاف اُس مقام پر کھڑا ہونا پڑتا ہے جہان سواے حضرت عیسی مسیح کے دین کے کوئی دوسرا دین تسلیم نہین کیا جائے گا اور سواے اُنکے ماننے والون کے کوئی دوسرا اُس عذاب سے نجات نہ پاسکے گا جس کا مستوجب ہر بنی آدم اور امر الٰہی کو پس پشت ڈالنے اور خدا کی نافرمانی کرنے سے ہوتا ہے۔

فریڈرک کی وفات کے بعد جرمن فوج کی کمان ڈیوک آف سوابیا کے ہاتھ مین آئی جو شاہنشاہ کا دوسرا فرزند تھا۔ اور اپنے باپ کے ساتھ جہاد کے لیے آیا تھا۔ فریڈرک کی موت سے مسلمانون کی ہمت بندھ گئی اور وہ مدافعت کے لیے آمادہ ہوگئے اور نئے سپہ سالار کو نسبتاً بہت کم فوج کے ساتھ شہر عکہ کے سامنے جسکے محاصرہ مین فلسطین کے عیسائی بھی شریک تھے خیمہ زن ہونے کا موقع ملا۔

جرمن مہم ناٹون کی ایک جدید جمعیت مذہبی کے قیام کی وجہ سے مشہور ہے جسکا نام یروشلم کے سینٹ میری کے طوطانی نائٹ (Teutonic Knights of St Mary of Jerusalem) تھا اور جو فرائض منصبی اور اعزاز کے لحاظ سے بہت جلد ضیاف الغربا اور ہیکلیین کی ہم پلہ تصور کی جانے لگی۔ یہان یہ حالت گزر رہی تھی وہان فلپ بادشاہ فرانس اور رچرڈ بادشاہ انگلستان سفر کرتے چلے آرہے تھے۔ دونون بادشاہون نے معاہدہ کیا تھا کہ اس مقدس مہم مین دونون کی فوجین متحد رہین گی۔ میدان ہاے ویزلی (Vezelay) مین خیمہ زن ہو کر اُنھون نے فوجون کا معائنہ کیا جو ہر نوع اور ہر قوم کی مل کر ایک لاکھ تھی شہر لائنس (Lyons) تک دونون برابر کوچ کرتے چلے آئے چونکہ بھیڑ کی تعداد بہت تھی اس لیے دونون یہان سے علیحدہ ہوگئے اور صقلیہ کے شہر مسینا کو اس لیے مشخص کیا کہ آیندہ وہین پھر ملین گے۔ شاہ فرانس نے جنیوا کا راستہ اختیار کیا اور شاہ انگلستان مارسیلز کی طرف روانہ ہوا جہان اُسے اپنے بیڑہ جہازات کا انتظار تھا۔ لیکن رچرڈ کی بےچین طبیعت ایسی نہ تھی کہ وہ اتنا صبر کرتا۔ چند روز انتظار کر کے اُس نے جسقدر جہاز کرایہ پر مل سکے لیے اور ساحل اطالیہ کی جانب لنگر اُٹھایا اور متعدد بار جان کو جوکھم مین ڈال کر صقلیہ پہونچ گیا جہان اُسکے جہاز پہلے سے پہونچ گئے اور اسکی آمد کے منتظر تھے۔ نیز یہان فلپ آگسٹس اُسکا انتظار کر رہا تھا[2]

[1] مسٹوریا جیکوبائی ڈی وٹریا کو باب (۹۹)، [2] اینالے راجر ڈی ہاوڈین صفحات ۶۶۳ و ۶۶۴

صلح جسکے لیے دونون بادشاہون نے حلف لیا تھا کچھ زیادہ مدت تک قائم نہ رہ سکی (Massina)
مسینا مین دونون نے موسم سرما گزارا۔ اُسی زمانہ مین اسباب نزاع بھی پیدا ہو گئے۔ ایک کی سرشت مین ہوس و
مردم آزاری تھی۔ دوسرے کی طبیعت مین بغض و حسد کا نقش جما ہوا تھا۔ اسباب نزاع مین سے ایک وجہ یہ بھی تھی
جس سے بادشاہ فرانس کو خاص طور پر شکایت کا موقع ملا کہ رچرڈ کی منگنی الائیس (Alice) فلپ کی
بہن کے ساتھ ہو چکی تھی لیکن ابھی انگریز صقلیہ سے روانہ نہین ہوے تھے کہ بادشاہ شیر دل کی ماں اپنے ساتھ
نیوار (Navarre) کی حسین شہزادی برنگیریا (Berengaria) کو لیے ہوے جا پہونچی۔
رچرڈ پر گویا اس لڑکی کے حسن جہان سوز کی برق خاطف گری اور اُس نے فوراً اپنے عقد مین لانے کا تہیہ
کر لیا۔ بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ اس تعلق کا نتیجہ جنگ کی صورت مین ظاہر ہوگا۔ یہ خطرہ برابر اُسوقت تک طاری
رہا جبتک کہ رچرڈ نے ایک لاکھ روپیہ (مارک) معہ اُن قلعہ جات کے جو الائیس کو مہر مین دینے کے لیے طے
پا گئے تھے دیکر اس اختلاف کا انسداد نہ کر دیا۔[1]

موسم بہار کے آتے ہی بادشاہ فرانس اپنی فوج کو لے کر جہاز پر سوار اور رچرڈ کو برنگیریا کے ساتھ
شادی رچانے کے لیے پیچھے چھوڑ کر فلسطین کی جانب روانہ ہو گیا۔ ان محاربین صلیبی کا پہلا معرکہ محاصرہ
عکہ تھا لیکن فرانسیسیون نے رچرڈ کے آمد اور انگریز سپاہیون سمیت پہنچ جانے تک حملہ کرنے سے انکار کیا۔
یہان رچرڈ جب صقلیہ سے جہاز پر سوار ہوا تو ایک طوفان نے اسکے تمام بیڑے کو منتشر کر دیا۔ اسکے دو
جہاز جزیرہ سائپرس (Cyprus) سے کچھ دور جا کر شکست ہو گئے اور وہان کے باشندون نے
تمام سامان لوٹ لاٹ لیا۔ رچرڈ کو جسوقت اسکی خبر ہوئی وہ فوراً انتقام لینے کو روانہ ہوا۔ جب غصہ ٹھنڈا ہوا
تو برنگیریا کے ساتھ شادی رچائی گئی جو اُسوقت کسی مذہبی تقریب کی وجہ سے ملتوی کر دی گئی تھی۔ اسی دن
اس معشوقۂ دلنواز کو رچرڈ نے ملکۂ انگلستان بنانے کی رسوم ادا کین۔[2]

اب رچرڈ نے عکہ کا رخ کیا اور ابر و باد کی طرح اسکی دیوارون کے نیچے پہونچ گیا۔ اسکے پہونچنے سے
پہلے ہی اسکی شہرت پہونچ چکی تھی اور نفس نفیس میدان جنگ مین پہونچ جانے سے مسلمانون کے دلون مین ہیبت
بیٹھ گئی۔ اس متحدہ مسیحی فوج کا عجیب نظارہ منظر تھا۔ یورپ کے سورما طالیمس (Ptolemais) اور کروبا
(Carouba) کے مابین ریگستانی میدان پر صف بستہ تھے۔ ہزارہا پھریرے ہوا مین لہرا رہے تھے
اور طرح طرح کے ہتھیار، علامات اور جھنڈے کیمپ مین جگمگاتے نظر آتے تھے۔[3]

---

[1] ہسٹوریا برنارڈی تھیسا ورا رئی باب (۱۷۴) و اخبار لے رچرڈ دی ہاوڈین صفحہ ۸۸ ۔ [2] ایضاً راجر ڈی ہاوڈین
صفحات ۹۰ تا ۹۲ ۔ [3] ایضاً صفحہ ۹۲ و ہسٹوری برنارڈی تھیسا ورا رئی باب (۱۷۵)۔

مشکل سے ابھی دونون فوجون مین اتصال ہونے پایا تھا کہ انگلستان و فرانس کے ہردو رقیب بادشاہون مین اختلافات شروع ہوگئے۔ دونون نے اپنی اپنی فوجین الگ کرلین اور جب ایک حملہ پر زور دیتا تو دوسرا مدد کرنے سے انکار کرتا۔ اسی کشمکش مین دوسال محاصرہ کو گزر گئے باشندگان شہر کی خوراک ختم ہوگئی اور جو کچھ اشیا باہر سے آتی تھین اُنکی آمد بند ہوگئی جب طاقت طاق ہوگئی تو اُنھون نے قلعہ حوالہ کردینے کا قصد کیا اور عیسائیون سے شرائط پیش کرنے کو کہا اُنھون نے جو شرطین پیش کین وہ بہت سخت تھین۔ یعنی سلطان صلاح الدین اس صلیب الصلوب کی لکڑی جو یروشلیم مین اُسنے حاصل کی تھی واپس کردے اور ایک ہزار منتخب مسیحی قیدی چھوڑ دے اور اسکے علاوہ دو لاکھ اشرفیان داخل کرے ؎

؎ عکہ کا محاصرہ اور اسپر صلیبیون کا قابض ہونا دنیا کے یادگار واقعات مین سے ہے۔ اس کے حالات سے ایک طرف تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان دنون مسیحیون کے اخلاق کیسے تھے اور انکے قول و فعل پر کہانتک اعتبار کیا جا سکتا تھا اور دوسری طرف صلاح الدین کی اصلی حالت نظر آتی ہے۔ صلاح الدین نے مصر و شام اور بہت سے علاقون پر قبضہ کیا۔ بڑی بڑی بہادریان دکھائین۔ لاطینی سلطنت بیت المقدس کا خاتمہ کردیا۔ مگر جس لڑائی مین صلاح الدین کی شجاعت۔ اسکا استقلال۔ اسکی نیک نفسی۔ دینی سرگرمی اور دیانتداری و راستبازی کی اصلی تصویر نظر آتی ہے اور صلاح الدین وہ مشہور صلاح الدین اعظم ثابت ہوتا ہے وہ یہی عکہ کا میدان ہے۔ اس معرکہ کے حالات عیسائی مورخین نے بھی لکھے ہین مگر اس وضاحت سے اور کہین کم نظر آسکتے ہین جیسے کہ عربی تاریخون اور خاصتہً ابن اثیر جزری نے لکھے ہین۔ ابن اثیر نے جو کچھ لکھا ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ صلاح الدین کا طرز عمل یہ تھا کہ ارض شام کے جن جن شہرون پر قبضہ کرتا کمال نیک نفسی و رحم دلی سے عموماً عیسائیون کو امن و امان دیتا اور شہر پر اسکا قبضہ ہوتے ہی انھین آزادی حاصل ہوجاتی۔ وہ اسقدر بے تعصب تھا کہ خود اسکے خزانہ پر مسیحی عہدہ دار مقرر تھے جو اسکے ساتھ رہتے تھے اور اسکے دامن مین پرورش پاتے تھے عیسائیون کو جب اس طرح ہر جگہ آزادی ملی تو وہ سب جاکر شہر صور مین جمع ہوے۔ یہان فرنگیون کی حکومت باقی تھی اور صلاح الدین زیادہ معترض نہین ہوا تھا۔ اُن مسیحیون نے مل کر ارادہ کیا کہ شہر عکہ پر قبضہ کرین جو شام کا سب سے بڑا بندرگاہ اور زبردست شہر تھا۔ یہ خبر صلاح الدین کو پہونچی تو اُس نے ارادہ کیا کہ انھین راستہ ہی مین روکے اور وہان تک پہونچنے نہ دے مگر ساتھ والے افسرون نے محض راحت طلبی سے یہ رائے دی کہ وہان پہونچنے کے بعد دوسری راہ سے جاکر ہم مقابلہ کرین۔ صلاح الدین انکے اصلی منشا کو سمجھ گیا مگر غلطی سے اُسے یہی مناسب معلوم ہوا کہ انکی خواہش پوری کی جائے۔ اگر خود اپنی رائے پر عمل کرتا تو ہرگز یہ نتیجہ نہوتا جو بعد مین پیش آیا۔

۸۔ رجب ۵۸۵ھ کو فرنگی شہر صور سے روانہ ہوے اور ۱۵ کو عکہ کا محاصرہ کرلیا۔ اسکے بعد صلاح الدین وہان پہونچا اور چونکہ شہر کا راستہ بند تھا اسلیے عیسائی لشکرگاہ کے گرداگرد اُتر پڑا۔ اسکا خیمہ تل کیان نام ایک ٹیلہ پر نصب کیا گیا اور یہ صورت ہوگئی کہ عکہ کو عیسائی گھیرے ہوے تھے اور انکو صلاح الدین گھیرے ہوے تھا۔ اب لڑائیان شروع ہوئین خشکی کی طرف سے امراے شام و مصر کی فوجین آآکر صلاح الدین کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوتی جاتی تھین اور دریا کی طرف سے تمام مسیحی یورپ کی فوجین آآکر مسیحی فوج مین ملتی جاتی تھین۔ چھوٹی چھوٹی بہت سی لڑائیان ہوئین مگر عکہ والون کو مدد نہین پہونچ سکی

تسخیر عکہ نے صلیبیون اور تمام یورپ کو پوری پوری امید دلائی کہ اب تابوت مقدس پر بھی قبضہ ہوجائے گا۔

(بسلسلۂ نوٹ ۸۷) غرۂ شعبان کو ایک سخت معرکہ ہوا لیکن پھر بھی عکہ کا راستہ نہ کھل سکا۔ دوسرے دن اس سے زیادہ سخت لڑائی ہوئی۔ اس دن شروع مین تو معمولی رنگ رہا لیکن ظہر کے وقت صلاح الدین کے بھتیجے تقی الدین نے میمنہ کی طرف سے ایسی سخت یورش کی کہ فرنگی پسپا ہوگئے۔ عکہ کی آدھی شہر پناہ کھل گئی اور اتنا موقع مل گیا کہ شہر کے اندر لشکر اور سامان جسقدر مناسب معلوم ہوا پہونچا دیا گیا اور جن لوگون کو مناسب سمجھا گیا باہر نکال لیا گیا۔ شام کو تقی الدین واپس آیا۔ اسکے ساتھ ہی عیسائیون نے پھر محاصرہ کرلیا۔ اگر یہ لڑائی رات کو بھی قائم رکھی جاتی تو یقیناً اُسی دن مسلمانون کے موافق فیصلہ ہوجاتا لیکن موقعہ پاکر اب عیسائیون نے اپنے اور مسلمانون کے درمیان ایک خندق کھود لی جسکے بعد ایک لڑائی ۶ شعبان کو ہوئی اور اسکے بعد کو بھی چھوٹی چھوٹی لڑائیان ہوتی رہین۔ ۱۶ کو عیسائیون کی ایک بہت بڑی جماعت لکڑیان لانے کے لیے باہر نکلی تھی کہ مسلمانون مین گھر گئی اور سب کے سب قتل کر ڈالے گئے۔ لڑائیان برابر جاری رہین مگر عیسائی خوف کے مارے کبھی خندق کے باہر نہین آتے تھے۔ ناگہان انھین خیال پیدا ہوا کہ مسلمانون کی قوت بہت خطرناک ہوتی جاتی ہے اور اگر مصر کا بھی لشکر آگیا جس کا انتظار ہے تو غضب ہوجائے گا۔ یہ خیال کرکے انکے سوار اور پیادے ٹڈی دل کی طرح خندق سے باہر نکل کر مسلمانون پر ٹوٹ پڑے۔ انکے ایک زبردست حصہ نے تقی الدین پر جو میمنہ کا افسر تھا حملہ کیا وہ لڑا اور دباؤ زیادہ پڑنے سے پیچھے ہٹا تو قلب کی فوج کا زیادہ حصہ اسکی کمک کو چلا گیا۔ قلب کو کمزور دیکھکر ایک دوسرے فرنگی لشکر نے اُدھر حملہ کیا اور لڑتے بھڑتے تل کیسان تک پہونچ گیا اور خاص صلاح الدین کے خیمہ کے پاس قتل و غارت خوب ہوئی۔ حتی کہ ٹیلے کے اس پار اُتر گیا۔ اتنے مین صلاح الدین کی قلب و میسرہ کی فوج نے پیچھے سے روکا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جتنے فرنگی اس طرف بڑھ آئے تھے محصور ہوکر قتل ہوگئے۔ اس لڑائی مین دس ہزار فرنگی مارے گئے جنمین ضیاء الغربا کا سردار بھی تھا۔ جو گرفتار ہوئے اُنمین تین عورتین بھی تھین جو مردانہ بھیس مین لڑنے آئی تھین۔ مقتولین کی لاشون کو صلاح الدین نے اُسی نہر مین ڈلوا دیا جسمین سے فرنگی پانی پیا کرتے تھے۔ انکے سڑنے سے جو بو پیدا ہوئی اُس نے خود صلاح الدین کو بیمار ڈال دیا اور اُنہین دردِ قولنج عود کر آیا جسکی وجہ سے خیمہ ہٹا کر بمقام خروبہ مین نصب کیا گیا۔ اب فرنگیون کو زیادہ میدان ملا۔ عکہ بالکل محصور تھا۔ سمندر کی طرف بھی عیسائی جہاز محیط تھے۔ گرد کی خندق فرنگیون نے زیادہ عمیق کرکے اُسی مٹی سے دمدمے قائم کیے۔ مگر عکہ والے برابر بہادری سے لڑے جاتے تھے۔ اب ۵ ارشوال کی آگئی اور ساتھ ہی مصری جہازون کا بیڑہ اور فوج بھی آپہونچی جس سے اُنکا حوصلہ اور بڑھ گیا۔ ۵۸۶ھ کے پورے سال محاصرہ رہا اور ۵۸۶ھ کے صفر مین ایک اور سخت لڑائی ہوئی جس مین جانبین کے بہت آدمی کام آئے۔

صلاح الدین نے پھر اپنا خیمہ تل کیسان کی طرف بڑھایا اور روزانہ لڑائی جاری رہی تاکہ عیسائیون کو شہر پر زیادہ دباؤ ڈالنے کا موقعہ نہ ملے۔ فرنگیون نے جب دیکھا کہ شہر کسی طرح فتح نہین ہوتا تو تین زبردست اور عالیشان لکڑی کے برج بنوائے جن پر چمڑا منڈھکر مٹی اور ایسے مسالون سے لیپ دیا تھا کہ اُن پر آگ نہ اثر کرسکتی تھی۔ ہر ایک مین پانچ پانچ درجے تھے اور ہر درجے مین بہت سے لوگ کھڑے رہکر بحفاظت تمام لڑسکتے تھے۔ یہ برج جب تین جانب دیوار عکہ کے قریب لیجا کر کھڑے کیے گئے

لیکن یہ سُن کر انکی امیدون پر بجلی گر پڑی کہ شاہ فرانس نے یورپ واپس جانے کا تہیہ کر لیا ہے۔ تاہم فلپ نے

(بسلسلہ نوٹ صفحہ ۸۸) اور اُنپر سے چڑھ چڑھ کر عیسائیون سے لڑنا شروع کیا اور روغن نفط کی ہانڈیان برسانے پر بھی ان مین آگ نہ لگی تو عکہ والے بہت گھبرائے اور مسلمانان عکہ کا سردار قراقوس مایوس ہو چلا تھا کہ ایک دمشقی شخص نے آکر کہا کہ آپ منجنیق والون کو حکم دیجیے کہ جو کچھ مین دون وہ ان برجون پر برسائین۔ یہ شخص ایک اعلیٰ درجہ کا (Chemist) دواساز تھا۔ قراقوس با کراہ راضی ہوا منجنیق والون کو اسکی ہدایت کے موافق عمل کرنے کا حکم دیا۔ اس شخص نے پہلے ایک روغن دیا کہ ہانڈیون مین بھر بھر کر برسایا جائے کہ اس سے بظاہر کوئی اثر نمایان نہین ہوتا تھا۔ فرنگی یہ دیکھکر مسخرہ پن کر رہے تھے۔ غرض کہ وہ اسی غفلت مین رہے اور سارا برج اس روغن سے تر ہو گیا۔ اسکے بعد اس شخص نے شور افگن روغن نفط کی ہانڈیان برسانا شروع کین اور یکایک سارا برج مشتعل ہو گیا اور جتنے اندر تھے معہ برج کے جل کر خاکستر ہو گئے۔ اسکے بعد یہی عمل تینون برجون پر کیا گیا لیکن ہانڈیون کے برسنے کا سلسلہ جاری ہوتے ہی سب لوگ نکل کر علیحدہ ہو گئے اور جالون کے نقصان سے بچ گئے۔

۲۰ جمادی الاول کو صلاح الدین کے لشکر سے پھر ایک سخت لڑائی ہوئی۔ اس مین فرنگیون نے مصری فوج پر حملہ کیا تھا۔ ابتداءً مصری بھاگے لیکن فرنگی انکے خیمے لوٹنے مین مصروف ہوئے مصری و موصلی لشکر آناً فاناً آپڑے اور گھیر کر مار ڈالا۔ اس لڑائی مین بھی تقریباً دس ہزار فرنگی مارے گئے جس نے عیسائیون کو پریشان کر دیا لیکن تیسرے ہی دن بادشاہان یورپ آپہونچے جس سے اُنکا حوصلہ بڑھ گیا اور ساتھ ہی لڑائی کا رنگ بھی بدلنے لگا۔

۲۷ جمادی الثانی کو صلاح الدین نے اپنا خیمہ ہٹوا کر پھر خروبہ مین قائم کرایا تاکہ میدان وسیع ہو جائے۔ یورپ والون نے چاہا کہ عکہ کے گرداگرد بڑی بڑی منجنیقین قائم کر دی جائین لیکن محصورین اپنی مستعدی سے کسی طرح کام نہین کرنے دیتے تھے۔ مجبور ہو کے عیسائیون نے ایک نئی تدبیر نکالی وہ یہ کہ شہر پناہ سے کچھ فاصلہ پر مٹی کا ایک طویل تودہ قائم کیا اور مٹی ڈال ڈال کر اُسے دیوار کی طرف بڑھانا شروع کیا اور دیوار کے قریب لاکر اسکی آڑ مین منجنیقین قائم کین۔ ادھر تو دبا ڈبڑا ادھر عکہ والون کے پاس کھانے کو کچھ نہین رہا رسد پہونچانا دشوار تھا۔ صلاح الدین نے اسکندریہ اور بیروت کے والیون کو حکم بھیجا کہ دریائی راستہ سے رسد پہونچائین۔ اسکندریہ والے تو کچھ نہ کر سکے مگر والی بیروت نے تدبیر کی کہ جہازون پر غلہ لاد کر عیسائیون کی صورت بنا کر صلیبین بلند کیے ہوئے اور مستولون پر صلیبی جھنڈے اُڑاتے ہوئے عکہ کو روانہ ہوئے۔ فرنگیون نے اپنے جہاز سمجھکر کوئی مزاحمت نہ کی اور انھون نے عکہ مین داخل ہو کر پورا سامان اُتارا اس اثنا مین عیسائیون کے پاس پاپائے روم کا ایک خط آیا کہ مین نے سارے مسیحیون کو جہاد کا حکم دیا ہے۔ لگاتار فوجین پہونچتی رہین گی۔ تم گھبرا نہ جانا۔

۱۱ و ۱۳ شوال کو سخت لڑائیان ہوئین جن مین مسیحیون کا بہت نقصان ہوا۔ انکے کیمپ مین اس زمانہ مین قحط پڑا لیکن مسلمانون ہی سے انھین مدد ملتی تھی جو غلہ لا لا کر انکے ہاتھ بیچتے اور دولت کماتے تھے۔ اگر یہ صورت نہوتی تو ان کا ٹھہرنا دشوار ہو جاتا۔

یہ کیا کہ اپنی تمام فوجین نواب برگنڈی (ڈیوک) کی تحت مین چھوڑتا گیا اور بہت کچھ خزانہ بھی دیتا گیا کہ مہم کا

(بسلسلہ نوٹ صفحہ ماسبق) اب موسم سرما شروع ہوا اور عیسائیون نے اپنے جہازات دیگر مقامات مین بھیجدیے اسلیے کہ عکہ کے بندرگاہ مین رکھنا دشوار تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دریا کی طرف سے عکہ کا راستہ کھُل گیا۔ صلاح الدین نے موقع پاتے ہی عکہ کے سردار اور وہان کی فوج باہر بلالی اور نئے سردارون کو نئی فوج کے ساتھ اسمین بھیجدیا لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ جسقدر لوگ آئے تھے اسقدر خوف کے مارے اندر نہین گئے۔ اسکی کمی نے عکہ کو اور کمزور کردیا اور پہلے کے مقابل مین صرف ایک ثلث قوت باقی رہگئی۔ پہلے وہان (٦٠) امیر تھے اور اب انکی جگہہ صرف (٢٠) رہ گئے۔ صلاح الدین کے خزانے پر جو عیسائی مقرر تھے اُنھون نے بھی بعض لشکرون کو وہان جانے سے روکا۔ غرض عکہ مین کافی فوج نہین پہونچنے پائی تھی کہ فرنگیون کے جہاز پھر آپہونچے اور راستہ بالکل بند ہوگیا

سنہ ٥٨٧ھ کے شروع ہوتے ہی یورپ سے اسقدر کمک آنے لگی کہ گویا یورپ فوجین اُگل رہا تھا جہازون پر جہاز سپاہیون سے لدے چلے آتے تھے۔ ١٢ ربیع الاول کو فلپ شاہ فرانس بھی آپہونچا مگر صلاح الدین کی وہی حالت تھی کہ صبح ہوتے ہی لڑنے کو تیار ہوجاتا اور عیسائیون کو پوری قوت سے عکہ پر حملہ کرنے کا موقع نہ دیتا تھا۔ اُسامہ حاکم بیروت نے صلاح الدین کے حکم کے بموجب کچھ جہاز سپاہیون اور سامان رسد سے بھرکر روانہ کیے تھے ان سے اور شاہ انگلستان کے جہازون سے جزیرۂ قبرس مین مقابلہ ہوگیا۔ مسلمان غالب آئے اور عیسائی معہ سامان گرفتار کرلیے گئے باوجود اسکے عکہ کا بچانا روز بروز غیر ممکن ہوتا جاتا تھا اور اسقدر بے انتہا اور لاتعداد فوج جمع ہوگئی تھی کہ اسکی روک تھام بہت دشوار تھی۔ عیسائی عکہ پر بھی حملہ کرتے تھے اور صلاح الدین سے بھی لڑتے تھے۔ عکہ کے گرد سات منجنیقین اُن ٹیلون کی آڑ مین عیسائیون نے قائم کین جنکا اوپر ذکر ہوا ہے اور شہرپناہ کو منہدم کرنے لگی

٤ جمادی الاول کو صلاح الدین اور آگے بڑھ گیا اور عیسائیون سے بالکل قریب خیمہ زن ہوا۔ جب عیسائی عکہ کا رخ کرتے یہ اُنپر حملہ کرتا اسی اثنا مین ١٣ جمادی الاول کو شاہ انگلستان بھی آپہونچا۔ اسکے ساتھ (٢٥) بڑے بڑے جہاز عیسائیون سے بھرے تھے۔ اس بادشاہ کے آتے ہی عیسائیون کے حوصلے بڑھ گئے اسلیے کہ وہ بڑا بہادر۔ شجاع اور حیلہ جو افسر تھا اس زمانے مین بیروت سے مسلمانون کے کچھ جہاز رسد معہ سات سو بہادرون کے عکہ آرہے تھے۔ شاہ انگلستان نے موقعہ دیکھکر انپر حملہ کیا مسلمان مقابل ہوے لیکن جب انہین شکست کی صورت نظر آنے لگی تو یعقوب حلبی امیر البحر نے اپنے جہاز ڈبو دیے اور اُنکے ساتھ خود دریا مین ڈوب گیا تاکہ سامان رسد عیسائیون کے ہاتھ نہ پڑجائے اور اسکے رفقا زندہ گرفتار نہون۔

اب عکہ کی مصیبت کا وقت آگیا تھا۔ پہلی خرابی یہ ہوئی کہ امیر سیف الدین علی بن احمد ہنکاری جو عکہ کی فوج مین سب سے زبردست و اعلیٰ افسر تھا اس نے شاہ فرانس سے مل کر ان شرطون کے ساتھ شہر سپرد کردینے کی درخواست کی کہ جتنے مسلمان اندر ہون چھوڑ دیے جائین اور انکو سلطان کے لشکر مین چلے جانے کی آزادی دیجائے۔ اسکو شاہ فرانس نے نامنظور کیا۔ اب اہل شہر کو اور نا امیدی ہوئی اور رات کو دو امیرون نے یہ غضب کیا کہ چند رفقا کے ساتھ چھپ کے نکل گئے اور صلاح الدین کے لشکر سے جا ملے۔ اس خبر کے مشہور ہوتے ہی اہل عکہ اور بددل ہوگئے اور شہر کے سپرد کردینے کے بارے مین صلاح الدین اور فرانسیسیون

(بسلسلہ نوٹ صفحہ ماسبق) مین مراسلت شروع ہوئی۔ شرطین یہ ہوئین کہ عکہ مین جتنے مسلمان ہین اُسیقدر عیسائی قیدی جو مسلمانون کے قبضے مین ہین چھوڑ دیے جائین اور صلیب اعظم عیسائیون کے حوالہ کردی جائے وہ لوگ اس معاوضہ پر راضی نہوئے۔ تب صلاح الدین نے اہل شہر کو حکم دیا کہ تمام مال و اسباب چھوڑ کر لڑتے بھڑتے نکل جاؤ۔ اور جس طرف نکلنے کا قصد کرو اسی طرف مین بھی باہر سے دباؤ ڈالون لیکن لوگ تہیہ سفر اور مال و اسباب کے اُٹھانے مین ایسے مصروف رہے کہ رات گزر گئی اور دن نکل آیا جسکے ساتھ ہی فرنگیون کی اپنر یورش شروع ہوئی اور انھین نظر آیا کہ آج شام تک عیسائیون کا ضرور شہر پر قبضہ ہوجائے گا۔ یہ خیال کرکے انھون نے شہرپناہ پر چڑھکر جھنڈیان ہلائین جسکے معنے یہ تھے کہ ہم پر آفت آگئی۔ ان جھنڈیون کو صلاح الدین کے ساتھیون نے دیکھتے ہی رونا شروع کیا اور یونہی روتے ہوئے سبھون نے مل کر عیسائیون پر حملہ کیا۔ اب قریب تھا کہ مسلمان خندق کے اندر گھس پڑین مگر عیسائی فوراً شہر کو چھوڑ کر اس طرف متوجہ ہو گئے کہ کہین یہ لوگ شہر کے اندر نہ گھس جائین۔ سیف الدین علی بن احمد ہنکاری نے جب یہ دیکھا کہ صلاح الدین مدد نہین پہونچا سکتا تو بطور خود ہی عیسائیون سے یہ طے کرلیا۔ کہ اسمین جتنے لوگ ہین اپنی جان مال لیکر امن و امان سے چلے جائین اور اسکے معاوضہ مین فرنگیون کو دو لاکھ دینار دیے جائین اور مشہور لوگون مین سے پانچ سو اسیر دیے جائین اور علاوہ صلیب واپس کرنے کے چار ہزار دینار حاکم مسور کو دیے جائین۔ اسے عیسائیون نے منظور کرلیا باہم حلف اُٹھایا اور روپیہ کی ادائی کی مدت دو شنبہ قرار دی گئی۔ اسکے بعد شہر کے پھاٹک کھول دیے گئے مگر شہر کے اندر گھستے ہی عیسائیون نے بدعہدی کی اور مسلمانون اور اُنکے مال و اسباب کو روکا اور سب قید کرکے یہ بہانہ کیا کہ ہم نے یہ کارروائی اسلیے کی ہے کہ تمام شرائط کی تعمیل ہوجائے اور صلاح الدین کے پاس کہلا بھیجا کہ نقد روپیہ۔ قیدی اور صلیب بھیجدو پھر ہم ان لوگون کو چھوڑ دینگے۔ صلاح الدین نے روپیہ جمع کرنا شروع کیا اور ایک لاکھ دینار فراہم کر لینے کے بعد امرا سے مشورہ کیا سب نے کہا کہ جبتک اُن لوگون سے دوبارہ قسم نہ لی جائے کہ وہ شہروالون کو جو گرفتار تھے چھوڑ دینگے اور ضیاف الغربا (ہاسپٹلرز) جن کی راستبازی کا مسلمانون کو بھی یقین تھا ضمانت نہ کرلین روپیہ نہ بھیجا جائے۔ صلاح الدین نے یہی امور انھین لکھ بھیجے ضیاف الغربا نے ضمانت سے انکار کیا اور صاف کہدیا کہ ہمین اپنے ہمراہیون کا اعتبار نہین اور بادشاہون نے یہ جواب دیا کہ جب روپیہ۔ صلیب اور ہمارے قیدیون کو تم بھیجدوگے تو ہمارا جو جی چاہے گا قیدیون کے ساتھ کرینگے۔ یہ جواب سُنتے ہی سلطان سمجھ گیا کہ یہ لوگ بدعہدی پر آمادہ ہین۔ مگر پھر کہلا بھیجا کہ جو کچھ روپیہ جمع ہوا ہے اُسے ہم مع صلیب اور قیدیون کے بھیجنے کو تیار ہین اور باقی رقم کی کفالت دینے کو بھی موجود ہین۔ تم اسکے معاوضہ مین ہمارے ساتھیون کو چھوڑ دو۔ ضیاف الغربا (ہاسپٹلرز) کی ضمانت دو اور وہ عہد پورا کرنے پر حلف کرین۔ جواب ملا ہم حلف نہین کرسکتے تم لاکھ دینار۔ قیدی اور صلیب بھیجدو۔ ہم تمھارے ساتھیون مین سے جنھین چاہینگے چھوڑ دینگے اور جنھین چاہینگے باقی ماندہ رقم کے وصول پانے تک قید رکھینگے اس حرکت سے سب سمجھ گئے کہ عیسائی بدعہدی و غداری پر آمادہ ہین۔ لہذا سلطان نے روپیہ وغیرہ بھیجنا نامناسب و فضول خیال کیا

کارنمایان بھی ایسے کیے کہ دیکھنے والے حیران و ششدر رہتے۔ اس اثنا مین مقام اذوطوس (Azotus) مین

(دبسلسلہ نوٹ صفحہ مابین) ۲۷ رجب کو عیسائیون کے سوار و پیادے شہر سے باہر نکلے اور مسلمان بھی مقابلے کو بڑھے اور حملہ کرکے پیچھے ہٹا دیا۔ اسی وقت معلوم ہوا کہ فرنگیون نے عکہ کے مسلمان اسیرون مین سے صرف امیرون افسرون اور مالدار لوگون کو روپیہ کی طمع مین رہنے دیا ہے اور باقی سب کو قتل کرڈالا ہے۔ یہ دیکھکر سلطان نے بھی وہ جمع کیا ہوا روپیہ اپنے لشکر پر خرچ کرنا شروع کیا اور انکے قیدیون اور اصلی صلیب کو دمشق بھیجدیا۔ (ماخوذ از ابن اثیر و حاشیۂ حروب صلیبیہ مترجمہ منشی محمد امیر مرزا صاحب لکھنوی)۔

(نوٹ متعلق صفحہ ۹۱) انگریزی مورخ مثلاً مسٹر کاکس وغیرہ قبضہ عکہ کے بعد عیسائیون کی اخلاقی حالت اور عیسائی افواج کی نقل و حرکت کو یون بیان کرتے ہین :۔ "عکہ پر پھر قبضہ ہو جانا ان رحمدل سچے حامیان صلیب کے واسطے گویا عیاشی داد باشی مین پڑجاتے اور رنگ رلیان منانے کا اجازت نامہ تھا اور ان بدافعالیون سے انھین باز رکھنا اور روکنا کوئی آسان کام نہین تھا۔ آخرکار رچرڈ کی فوج سمندر کے کنارے کنارے ہی جنوب کی جانب بڑھی اور بحری فوج کے جہاز بھی ساحل کے قریب ہی قریب روانہ ہوے۔ انکے بائین ہاتھ کی طرف صلاح الدین کی فوج تھی جسکی حکمت عملی یہ تھی کہ دشمنون کو بغیر کوئی باضابطہ مقابلہ کیے اس ملک کے اندر ہی تباہ کردے جسکے قلعون اور گڑھیون کو دشمنون نے تباہ کیا تھا۔ اس طریقہ سے مجاہدین صلیب اور انکے دشمن دونون شہر ارسوف کی نواح مین پہونچے۔

جنگ ارسوف | یہان پہونچتے ہی رچرڈ نے دل مین ٹھان لی کہ صلاح الدین سے ایک زبردست مقابلہ کرے۔ اسکے میمنہ کا افسر گنڈ گیبر (جیکیب آف آونیز) تھا اور میسرہ پر نواب برگنڈی (ڈیوک) حاکم تھا اور قلب کی سپہ سالاری خود رچرڈ کر رہا تھا۔ اس لڑائی کو عیسائی مورخون نے بہت کچھ آب و تاب دیدی ہے۔ خاص کر روزنامچہ رچرڈ شیردل کے مصنف نے بہت کچھ تفصیل سے کام لیا ہے اور ایک ایک معمولی کارنامہ کو ہفتخوان رستم و اسفندیار بنا کر ظاہر کیا ہے۔ مسٹر کاکس صرف اسی قدر فرماتے ہین کہ اس لڑائی مین رچرڈ نے بہت کچھ سپہ سالارانہ قابلیت دکھائی اور نہایت عقلمندی سے اپنے سوارون کو آخری نازک وقت تک تازہ دم محفوظ رکھا اور جب انکا حملہ شروع ہوا تو دشمنون کی صفین درہم برہم ہونے لگین لیکن جیکیب آف آونیز کام آیا جسکے مارے جانے سے بجاے خوشی کے رچرڈ کو بہت صدمہ پہونچا۔ مسلمان مورخین اس موقعہ پر ہر طرح اعتدال کے پہلو کو لیے ہوے ہین۔ خود بہاءالدین عیسائیون کی شجاعت کی تعریف کرتا ہے۔ ابن اثیر و ابن شداد اس واقعہ کو یون بیان کرتے ہین کہ جب رچرڈ عکہ سے جنوب کی طرف بڑھا تو عساکر اسلام انکے ساتھ ساتھ برابر لڑتے چلے جاتے تھے اور مسلسل اس کثرت سے تیر برساتے رہتے تھے کہ آفتاب چھپ چھپ جاتا تھا۔ ایکمرتبہ عیسائیون کے آخری حصہ پر مسلمانون نے ایسا زبردست حملہ کیا کہ بہت سے عیسائی بہادر کام آئے اور بہت سے اسیر ہو گئے۔ مقام حیفہ مین ٹھہر کر فرنگیون نے جدید فوج عکہ سے طلب کرکے ساتھ لی اور آگے بڑھے۔ عکہ کے شہدائے اسلام کے واقعہ نے صلاح الدین کو اسقدر برہم کردیا تھا کہ اُس نے قسم کھائی کہ اب

سلطان صلاح الدین نے نواب برگنڈی (ڈیوک) پر ایک ایسا زبردست حملہ کیا کہ آخرالذکر کو راہ ہزیمت اختیار کرنی پڑی مگر رچرڈ جنگ کا شور و غل سنتے ہی اپنے سپاہیون سمیت پہونچ گیا۔ اسکی صورت۔ اسکی حرکات سکنات اسکے بار بار سینٹ جارج کا نام لینے نے فوج کے جوش کو دو بالا کر دیا اور ترکون کو تین ہزار آدمیون کے نقصان کے ساتھ پسپا ہونا پڑا۔ عیسائیون پر اور بہت سے حملے کیے گئے۔ ایک مقام پر ہکلیین کی ایک جماعت دشمنون مین گھر گئی اس ہنگامہ مین نواب لیسسٹر Leicester (ارل) معہ انگریزون کی ایک جماعت کے جو کمک کے طور پر آگئی تھی سب ایک ایک کرکے قتل ہوجاتے اگر رچرڈ اپنے شیر کے مانند دل کے ساتھ وقت پر نہ پہونچ جاتا۔ یہ قریب قریب نہتا دشمنون مین گھس گیا اور آناً فاناً دشمنون کو منتشر کرکے اپنے دوستون کو خطرے کی حالت سے نکال لایا۔[۵۱]

یروشلیم کا راستہ اب صلیبیون کے لیے کھل گیا لیکن بجاے اسکے کہ وہ اس موقع سے کچھ فائدہ اٹھائین انھون نے اپنے اوقات بیکار مشغلون۔ شرمناک تنازعون اور مسلمانون کے ساتھ کبھی کبھی ایک غیر فیصلہ کن لڑائی لڑ لینے یا کبھی اس سے بھی ادنی درجہ کی لڑائی مین ضائع کرنا شروع کی۔ آخرکار رچرڈ نے قصد کیا کہ بلد مقدس کے محاصرہ کے لیے قدم بڑھانا چاہیے۔ صلیبی قدس کی پاک دیوارون کے پاس تک پہونچ بھی گئے اور ہر طرف

(بسلسلہ نوٹ صفحہ ماسبق) جو کوئی عیسائی اسیر ہوگا فوراً قتل کیا جائے گا ہزار در ہزار فرنگی پکڑ کر آتے اور قتل کیے جاتے۔ قبارہ مین پہونچ کے ایک اور زبردست مٹھبیڑ ہوئی جسمین مسلمان غالب رہے۔ عیسائیون نے یہین رات کاٹی اور صبح کو جب یہان سے نکلکر چلے تو مسلمانون نے حملہ کرکے مقدمۃ الجیش کو کاٹ ڈالا اور بہت سے اسیر کیے گئے جنھین شہداے اسلام کے خون کے عوض مین قتل کیا گیا۔ اسکے بعد عیسائی ارسوف پہونچے جہان مسلمان بھی موجود تھے۔ فرنگیون کے آتے ہی انھون نے اس زور سے حملہ کیا کہ سمندر تک مار تے لیگئے لیکن اس آخری حصہ کے فرنگی سوارون کا حملہ بلا کا تھا مسلمان شکست کھا گئے اور بھاگے مگر اتفاق یہ ہوا کہ فرنگیون کی سمجھ مین نہین آیا کہ یہ لوگ شکست کھا کر بھاگے ہین اور اگر وہ سمجھ جاتے اور تعاقب کرتے تو مسلمانون کو بہت بڑی شکست ہوتی اور صلاح الدین کے کچھ بنائے نہ بنتی۔ تاہم بہت سے مسلمان شہید ہوے اور شہر کے قریب ایک جنگل مین گھس گئے۔ عیسائی سمجھے کہ یہ بھی کوئی ان لوگون کا فریب ہے۔ اور پیچھا کرنے سے باز رہے۔ اس لڑائی مین عیسائیون کی طرف کنڈ کیبر (جیکب آف آونیز) مارا گیا اور مسلمانون کی طرف سے صلاح الدین کا غلام ایاز طویل (اسکا نام لین پول نے موثق لکھا ہے) کام آیا جس کی شجاعت کی دور دور دھوم تھی اور جس کی شہادت کا صلاح الدین کو بڑا صدمہ ہوا ۱۲۔

(نوٹ متعلق صفحہ (۹۱) ہسٹوریا برنارڈی تھیسا ورا مائی باب ۱۷۶ وایناے راجیری ڈی ہاویڈن صفحہ ۶۹۷۔

۵۱ ہسٹوریا جیکو بائی ڈی وٹریا کو باب ۹۹ وایناے راجیری ڈی ہاویڈن صفحہ ۶۹۸۔

کامیابی کی امید بھی نظر آنے لگی لیکن اس زمانہ مین جبکہ شاہ انگلستان ارض فلسطین مین یہ لڑائیان لڑ رہا تھا یورپ مین اُسکے جسقدر کام تھے سب بے توجہی کی حالت مین پڑے ہوے تھے۔ اسکا بھائی جان یہ کوشش کر رہا تھا کہ بھائی کی غیبت مین خود مالک تخت و تاج بن بیٹھے اور فلپ آگسٹس (Phillip Augustus) کی یہ سعی تھی کہ جس قدر انگریزون کے مقبوضات فرانس مین ہین اُن سب سے انھین بے دخل کر دے۔ قاصد پر قاصد یورپ سے چلا آتا تھا اور سوائے اسکے کوئی خبر نہین لاتا تھا کہ ملک خطرہ مین گھرا ہوا ہے اور واپسی کا فوراً قصد کرنا چاہیے[۵۱] ممکن ہے کہ رچرڈ کو یہ بھی خیال ہوا ہو کہ اُسکی فوج مین بلد مقدس کو فتح کرنے کی قابلیت نہین ہے۔ بہرحال جو کچھ بھی ہو اب ایک ایسے نازک وقت مین جبکہ اُسکی شجاعت کے کارنامون نے دشمنون کو بدحواس کر رکھا تھا اور اُسکے نام کی شہرت دور دور تک پہونچ گئی تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ بس اب اخیر ہی حملہ کی ضرورت ہے اور عنقریب رچرڈ کو فاتح بیت المقدس کا قابل فخر لقب حاصل ہوجائے گا اس متلون مزاج بادشاہ نے اپنا ارادہ بدل دیا اور مہم سے بالکل ہاتھ اُٹھا کر یورپ واپس جانے کا تہیہ کر لیا[۵۲]۔ ایک دوسری قوم کے مورخ نے کیا خوب رچرڈ شیر دل کے متعلق کہا ہے کہ اپنی متلون طبیعت کے اثر سے مغلوب ہو کر وہ ہمیشہ اپنی تجویزین۔ اپنی الفت و محبت اور اپنے منصوبے بدلتا رہتا تھا۔ اگر کسی شے مین اُسے استقلال تھا تو وہ جنگ کی محبت تھی لیکن یہان بھی جوش طبع بہت کم کسی ایک مقصد کی طرف اسے مشغول رہنے دیتا تھا۔ اُسکی نادانیون۔ اُسکے دعوون اور اُسکی متلون مزاجی نے ہمیشہ اُسے اپنی مہمات کا ثمرہ اُٹھانے سے محروم رکھا۔ اسپر افسوس ظاہر کیے بغیر نہین رہا جا سکتا کہ رچرڈ نے ایک ایسی مہم کو جس کے مقابلہ مین ایک زمانے مین تمام دوسرے کام ہیچ سمجھے جاتے تھے اس طرح یکایک ترک کر دیا[۵۳]

۵۱ گاڈفریڈس وینی زاف کی کتاب ہسٹوریا اینگلیکا اسکرپٹورز جلد پنجم باب (۲۲) ۵۲ ہسٹوریا جیکوبائی ڈی وٹریا کو باب (۱۰۰)

۵۳ عیسائی رچرڈ کو متلون المزاج بتاتے ہین۔ وہ جیسا کچھ ہو لیکن صلیبی لڑائی کے معاملہ مین ضرور اس نے حتی المقدور استقلال سے کام لیا۔ اسکی حالت بہت نازک تھی۔ گھر پر جان جسے ملک کے انتظام کے لیے چھوڑ آیا تھا اس کوشش مین تھا کہ خود ملک کو دبا بیٹھے۔ شاہ فرانس الگ کوشش کر رہا تھا کہ انگریزی مقبوضات فرانس کسی طرح چھین لے۔ یہان میدان جنگ مین حالت یہ تھی کہ صلیبیون مین عیش پرستی سستی اور طرح طرح کی اخلاقی خرابیان پیدا ہو گئی تھین۔ خود سردارون مین آپس مین نفاق تھا چنانچہ باتون باتون مین نواب آسٹریا سے عداوت ہو گئی تھی مسٹر کاکس لکھتے ہین کہ محاصرہ عکہ کے زمانہ سے ڈیوک آف آسٹریا شاہ انگلستان کو اپنا دشمن سمجھنے لگا تھا۔ اسکی وجہ یہ بیان کی جاتی تھی کہ رچرڈ نے آسٹریا کے جھنڈے کی توہین کی تھی یعنے آسٹریا والون کے علم کو عکہ کی شہر پناہ پر نصب دیکھتے ہی برہمی کے ساتھ اُکھاڑ کر کھائی مین پھینک دیا تھا۔ وہ نفرت جو اس طریقہ سے پیدا ہوئی تھی اس وقت اور زیادہ بڑھ گئی جب رچرڈ نے حکم دیا کہ فوج کے تمام لوگ مل کے عسقلان کی شہر پناہ کو از سر نو تعمیر کرین۔ ڈیوک آف آسٹریا نے اس حکم کے جواب مین یہ کہا کہ نہ مین معمار ہون نہ بڑھئی۔ یہ جواب سُنتے ہی رچرڈ نے اُسکو ایک

کہا جاتا ہے کہ لوگ اُسے ایک پہاڑی پر لے گئے جہاں سے بیت المقدس نظر آتا تھا لیکن یہ منظر اور ان چیزوں کی یاد ایسی نہ تھی جو وہ ضبط کرسکتا۔ اور اس جنگجو بادشاہ نے آنکھوں کے سامنے ڈھال آڑ کرلی اور قلبی حزن کے ساتھ اپنا منہ پھیرلیا اور قدم واپس اُٹھایا۔

صلیبی لشکر کو خلاف امید اس طرح پیچھے ہٹتے دیکھ کر صلاح الدین کو جو خطرات لاحق تھے دفع ہوگئے۔ اس نے فوراً اس موقع سے فائدہ اُٹھانے کا ارادہ کیا چنانچہ رچرڈ ساحل فلسطین کو بھی چھوڑنے بھی نہ پایا تھا کہ سلطان نے فوجیں جمع کرکے یافہ پر حملہ شروع کردیا۔ یہ خبر سنتے ہی رچرڈ بیتاب ہوگیا اور قصد کیا کہ جس طرح ممکن ہو یافہ کو بچانا چاہیے۔ ڈیوک آف برگنڈی نے ساتھ چلنے سے انکار بھی کیا لیکن رچرڈ نے اسکی کچھ پروا نہ کی اور اپنی فوج کے کثیر حصہ کو خشکی کی راہ روانہ کرکے خود سمندر کے راستے چند ہمراہیوں کے ساتھ روانہ ہوا حسن اتفاق سے ہوا بھی موافق تھی یافہ پہونچکر اسے معلوم ہوا کہ قلعہ ترکوں کے قبضہ میں آگیا ہے اور عیسائی لڑ لڑ کر بہت بہادری کے ساتھ جان فروشی کررہے ہیں۔ رچرڈ شیردل یہ دیکھتے ہی کہ قلعہ غنیم کے قبضہ میں ہے جہاز سے خشکی پہ کود پڑا اور سپر گلے میں حائل کیے

(بسلسلہ نوٹ صفحہ ماسبق) ایسی ٹھوکر ماری کہ وہ زمین پر گر پڑا۔ اس بے لطفی کے علاوہ اہل جینوا نے زور دیا کہ کانراڈ (Conrad) کا دعوئے سلطنت بیت المقدس تسلیم کیا جائے۔ گائی (Guy) کی حمایت پر اہل پائسا کھڑے ہوگئے۔ فرانس والے اس لیے فوج سے نکل گئے کہ رچرڈ اب اُنھیں تنخواہیں نہیں دے سکتا تھا۔ کانراڈ نے اپنا دلی بخار یوں نکالا کہ سلطان صلاح الدین سے جا ملا۔ سچ ہے پروردگار عالم کا ارشاد کہ اغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامہ۔ جب یہ حالت تھی تو رچرڈ شیردل کو اس جنگ میں متلون مزاجی کا الزام دینا نامردی اور اس بہادر کے نام کی توہین کرنا ہے۔

ے مسٹر کاکس اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں کہ عملی طور پر نااتفاقی اور بُری طرح کی افسری اس صلیبی لڑائی کی قسمت کا فیصلہ اسکے خلاف کرچکی تھی لیکن رچرڈ کی نظر میں ابھی تک بیت المقدس کا قبضے میں آجانا بہ نسبت اس کے کہ اسکے بھائی جان (John) کو اسکے کردار کی سزا ملے زیادہ دلکش تھا لہذا جون کے مہینے میں پھر اسکا لشکر بیت المقدس کی طرف بڑھنے لگا لیکن جب بیت نوبہ تک پہونچے تو انکی آنکھیں کھلیں اور معلوم ہوا کہ انکے پاس اتنی فوج نہیں ہے جو اس زبردست شہر کے محاصرے کے لیے کافی ہوسکے اور نہ انکے یہاں کوئی کمسریٹ کا انتظام ہے۔ ہر وقت اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں ان کی رسد نہ روک دی جائے۔ علاوہ ازیں ترکوں نے ذرائع آب نوشی غارت کرڈالے۔ ان حالات کی طرف سے بے پروا ہو جانا غیر ممکن تھا۔ آخرکار رچرڈ نے اس بات کی کوشش کی کہ اپنی فوج کو مصر پر چڑھائی کرنے اور قاہرہ پر حملہ کرنے کے لیے آمادہ کرے۔ اتفاقاً اس وقت وہ ایک ایسی پہاڑی پر تھا جہاں سے لوگوں نے کہا کہ بیت المقدس نظر آتا ہے۔ رچرڈ نے اسکی طرف دیکھنے سے انکار کیا اور کہا میں شہر مقدس کے دیکھنے کے قابل نہیں ہوں کیونکہ میں اُسے بے دینوں کے ہاتھ سے چھڑا نہ سکا۔

ے۔ مسلمان مورخ اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں کہ عیسائی بیت المقدس کی فتح سے مایوس ہوکر بصد حرمان عکہ واپس آئے تو

اپنا ڈنمارک والا تبر ہاتھ مین لیے حملہ آور ہوا اور قلعہ کو پھر واپس لے لیا۔ تمام مسلمان جو قلعہ مین تھے قتل کر ڈالے گئے اور جو باہر تھے پسپا کر دیے گئے۔ خود رچرڈ تعاقب کرتا ہوا مسلمانون کے کیمپ تک جا پہونچا جہان ایک چھوٹے سے ٹیلے پر اپنے ہمراہیون کے ساتھ کھڑے ہوکر غنیم کو دیکھنے لگا۔ جب صلاح الدین نے اپنی فوج سے پوچھا کہ تم کیون بھاگ کھڑے ہوئے تو اُنھون نے جواب دیا کہ انگلستان کے بادشاہ نے یافہ پہونچکر بہت سے لوگون کو قتل کر ڈالا اور شہر پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ صلاح الدین نے پوچھا وہ کہان ہے۔ انھون نے کہا "وہ حضور دیکھیے اپنے آدمیون کے ساتھ ٹیلے پر کھڑا ہوا ہے" صلاح الدین نے کہا "کیا! کیا بادشاہ نوکرون کے ساتھ مل کر پیدل استادہ ہے۔ یہ کسی طرح مناسب نہین" یہ کہتے ہی اُس نے فوراً ایک گھوڑا رچرڈ کے پاس بھیجا اور پیامبر سے کہدیا کہ وہان جا کر کہنا کہ ایسے شخص کو ایسے عظیم خطرے کے موقعہ پر یون پیدل نہ رہنا چاہیے۔[۱]

محنت و مشقت کی کوفت سے آخر بادشاہ انگلستان کو بخار آنے لگا جس نے یورپ واپس جانے کی خواہش کو دوبالا کر دیا۔ اسکے زور بازو اور فتح و نصرت سے جو ہیبت مخالفین کے دلون مین بیٹھ گئی تھی اُس نے صلح کی درخواست کی کامیابی مین آسانی پیدا کر دی۔ خود صلاح الدین اس بے سود جنگ و جدال سے عاجز آ گیا تھا اور اسکے علاوہ روز بروز ضعیف ہوتا جاتا تھا حتیٰ کہ صلح کے چند ماہ بعد ہی انتقال کر گیا۔ ان حالات و واقعات کا اثر یہ ہوا کہ مسلمانون کے امیر نے صور (طائر)۔ عکہ اور یافہ اور بحری مقامات مابین صور و یافہ پر عیسائیون کا قبضہ تسلیم کر لیا

(بسلسلۂ نوٹ صفحہ سابق) صلاح الدین نے رجب ۵۸۸ھ مین شہر یافہ کو موقع پا کر فتح کر لیا۔ شہر والے شکست پا کر قلعہ بند ہو گئے اور مسلمانون کے ہاتھ بہت کچھ مال غنیمت آیا۔ صلاح الدین کے غلامون کو بھی دست برد کا موقعہ ملا۔ پھاٹکون پر کھڑے ہو گئے اور جو مسلمان سپاہی لوٹ مار کے لاتا زبردستی چھین لیتے جس نے تمام فوج کو ناراض کر دیا۔ شہر کی طرف سے مطمئن ہوکر مسلمانون نے قلعہ پر حملہ کیا قلعہ کی حالت نازک تھی۔ سردار قلعہ مع چند عیسائی افسرون کے باہر نکل آیا اور امان طلب کر کے ہتھیار رکھنے اور صلح کے شرائط پر گفتگو ہونے لگی اتنے مین رات ہو گئی اور معاملہ صبح پر اُٹھا رکھا گیا۔ صبح ہوتے ہی قلعہ والون کی مدد عکہ سے آ گئی اور عیسائیون نے قلعہ خالی کرنے سے انکار کیا۔ خود رچرڈ شیر دل بھی آ پہونچا۔ مسلمانون نے شہر سے نکل کر مقابلہ کا ارادہ کیا۔ شاہ انگلستان خود تن تنہا میدان مین آیا اور دونون لشکرون کے درمیان ٹھہر کر کچھ کھانے کو مانگا۔ جیسے گھوڑے سے اُتر کر اُس نے کھایا۔ اب صلاح الدین نے مسلمانون کو حملہ کا حکم دیا تو جناح نامی ایک مسلمان سردار نے سامنے آ کر عرض کیا کہ حضور اپنے غلامون کو پہلے حکم فرمائین جنھون نے کل مال غنیمت لیا ہے اور سپاہیون کو زدوکوب کی ہے۔ یہ نہین ہو سکتا کہ جنگ کی مصیبتین ہم برداشت کرین اپنی جانین قربان کرین اور صلہ کے وقت مال غنیمت وہ لین اور ہم پر جور کرین۔ صلاح الدین کو جواب ناگوار گزرا لیکن خاموش ہو رہا اور لڑائی کا قصد فسخ کر کے مصری فوج کے آنے کے بعد یافہ سے دست بردار ہو کر رملہ کی جانب چلا گیا۔ (ابن اثیر)

[۱] سٹوریا بر نارڈی تھیسا ورارئی باب (۷۷) وگاڈ فریڈس ونی زاف جلد (۶) باب (۱۵)

اور وعدہ کرلیا کہ امیر انطاکیہ کے ممالک پر حملہ نہ کیا جائے گا اور تین سال تک تمام عیسائی زائرین بلا ادائے محصول مقدس مقامات یروشلیم کی زیارت کرسکین گے[1]

[1] وینی زاف جلد (۶) ابواب (۲۵ و ۲۶) - مسلمان مورخین کے بیان کے مطابق اوائل شعبان ۵۸۸ھ مین رچرڈ شیردل بیمار پڑ گیا - اثنائے علالت مین سلطان سے میوہ جات اور برف منگا منگا بھیجتا تھا اور سلطان جو کچھ وہ طلب کرتا برابر بھیجتا رہتا تھا حتےٰ کہ خود اپنے طبیب کو علاج کے لیے بھیجدیا - اسی سلسلۂ رسل و رسائل کے اثنا مین حاجب ابوبکر کے ساتھ شاہ انگلستان کا ایک ایلچی آیا اور سلطان کا شکریہ رچرڈ کی جانب سے ادا کرنے لگا - ابوبکر نے عرض کی کہ رچرڈ نے اُسے بھیجا ہے اور کہا ہے کہ میرے بھائی (یعنے ملک العادل) سے کہنا کہ سلطان سے مین طلب صلح کے واسطے ملاقات کرنا چاہتا ہون اسکی کوئی صورت نکالین اور عسقلان ہمین دلادین تاکہ مین اپنے وطن لوٹ جاؤن - سلطان کو اختیار ہے کہ یہان رہے اور اپنے مخالفین سے ملک چھین لے - میری غرض صرف یہ ہے کہ شاہان یورپ مین میرا جاہ باقی رہے اور کسی کے سامنے آنکھ نیچی کرنی پڑے - اور اگر سلطان عسقلان نہ دینا چاہے تو جو کچھ مجھے اسکی دیوار کی تعمیر مین خرچ کرنا پڑا ہے وہی ادا کردے - ملک العادل اور دیگر امراے عساکر اسلام نے صلاح الدین کو سمجھایا کہ آپ اب صلح قبول کرلیجیے - بادشاہ انگلستان صرف اسلیے صلح کرنا چاہتا ہے کہ معاہدہ کی تکمیل ہوتے ہی جہاز پر سوار ہوکر اپنے وطن چلا جائے اور اگر آپنے نامنظور کیا تو وہ یہین پڑا رہے گا اور موسم سرما شروع ہوتے ہی واپسی کا راستہ رک جائے گا اور ہم بھی پورے سال تک لڑتے رہنے پر مجبور ہون گے - سلطان نے بھی خیال کیا کہ واقعی نفقہ قریب قریب ختم ہوگیا ہے اور فوج بھی پریشان ہوگئی ہے صلح کرلینا بہتر ہوگا لیکن عسقلان کے لینے پر اُس نے اصرار کیا - رچرڈ صلح کا اسقدر خواہش مند تھا کہ اس نے عسقلان کو بھی چھوڑا - شرائط صلح طے ہوگئین اور سلطان نے یوم شنبہ ۱۰ شعبان ۵۸۸ھ کو ایک دربار منعقد کیا تاکہ صلح نامہ کی تحریر اور بلاد صلیبیین کی حد بندی ہوجائے - یافہ اور اُسکے اعمال داخل حدود رہے لیکن رملہ - لد - مجدل یابا کا ذکر حذف کردیا گیا - قیساریہ - ارسوف - حیفا اور عکہ اور اُنکے اعمال کو داخل کرلیا لیکن ناصرہ اور صفوریہ کو خارج کردیا - یہ تحریر کرکے کہ یہ اُس حصۂ ملک کے حدود ہین جو ہمارے قبضہ مین رہے گا - اگر ان شرائط پر صلح کرتے ہو تو بسم اللہ ورنہ مین سمجھون گا کہ یہ سب ڈھکوسلا ہے عسقلان کے متعلق یہ طے پایا کہ اسکی شہر پناہ مسمار کردی جائے اور بلاد اسمٰعیلیہ کا شمار بلاد اسلامی مین کیا جائے اور انطاکیہ اور طرابلس مین بھی صلح رہے - مسیحیین کو اجازت ہوگی کہ خوشی خوشی آکر بیت المقدس کی زیارت کرین کسی قسم کی اُن کو ممانعت نہ کی جائے گی - یہ قرار پایا کہ ۲۲ شعبان یوم چہار شنبہ کو صلح نامہ پر دستخط ہوجائین - جمعیات رہبانیہ (یعنے جمعیت ہیکلیین اور جمعیت القدیس یوحنا المعمدان) اور تمام صلیبی امرا نے اس سے اتفاق کیا اور ہنری دی شاہپانیا جو رچرڈ کا بھانجا اور بلاد سوریا کا حاکم مقرر ہوا تھا عیسائیون کی طرف کا وکیل بنا اور امراے سلطان مین سے ملک العادل اور افضل اور ظاہر وغیرہ نے مسلمانون کی طرف سے وکالت کی اور تین سال آٹھ مہینہ کے لیے ۲۱ شعبان و مطابق یکم ستمبر

رچرڈ اور صلاح الدین دونون کی نگاہ مین ایک دوسرے کی فوجی قوت کی بڑی عظمت و منزلت تھی۔
ان مین جو خطوکتابت ہوتی وہ سچے بہادر سپاہیون کی طرح ہوتی اور جب صلح کا زمانہ آتا تو دو ستون کے مانند
دونون مخالف قومین ایک دوسرے کے ساتھ گھُل مل جاتین۔ کبھی دونون امیر ایک دوسرے کو تحفے تحائف بھیجتے
سلام و پیام اور مزاج پرسی کرتے۔ اور کبھی بڑے جوش و خروش کے ساتھ خونچکان گھمسان معرکون مین ایک
دوسرے کے خون کے پیاسے نظر آتے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ خاص طور پر یون بیان کیا جاتا ہے کہ رچرڈ بخار مین
مبتلا صاحب فراش پڑا تھا۔ سلطان کو خبر ہوئی تو اُس نے اپنی فیاضانہ مہمان نوازی کا ثبوت اس طور پر دیا
کہ ایک ظرف مین برف بھر کر اسکے پاس روانہ کی جو اس ملک مین ایک بہت بڑی نعمت شمار کی جاتی تھی [1]

(بسلسلۂ صفحہ سابق) فریقین مین باہم صلح ہو گئی۔ شرائط صلح جو منظور ہوئیں انمین ایک شرط یہ بھی تھی کہ ملک العادل ملکہ جون سے
شادی کر کے فلسطین کا بادشاہ بنایا جائے گا۔ خود رچرڈ نے جو آخری خط ملک العادل کو لکھا اسمین مذکور تھا کہ تمام عیسائی
اسے بدنام کر رہے ہین کہ وہ اپنی بہن ایک مسلمان کے نکاح مین دے رہا ہے لیکن وہ پاپائے روم کی اجازت حاصل کرلے گا
اور اگر نہ ملی تو بجائے بہن کے اپنی بھانجی کو ملک العادل کے نکاح مین دیگا۔ لیکن اس مناکحت کی نوبت نہ آئی۔ صلاح الدین
نے اسکے بعد بیت المقدس کا رخ کیا۔ اسکی شہر پناہ مضبوط بنوائی۔ ایک مدرسہ قائم کیا۔ کاروان سرائے اور شفاخانے تعمیر
کرائے اور ان سبکے اخراجات کے لیے جائدادین وقف کین۔ سلطان پورے ماہ رمضان تک یہین رہا۔ روزے رکھے۔ حج کا بھی
ارادہ کیا مگر امور مملکت نے اجازت نہ دی۔ ۵ شوال کو دمشق کی طرف روانہ ہوا اور ہوردیک نامی ایک ترک کو اپنی طرف
سے امیر بیت المقدس بنا کر چھوڑتا گیا۔ راستہ مین بلاد نابلس۔ طبریہ اور بیروت وغیرہ پڑے جنکے استحکام کا حکم فرمایا۔
بیروت مین بوہمنڈ حاکم انطاکیہ نے حاضر ہو کر ملاقات کی جسے سلطان نے خلعت دے کر رخصت کیا۔ ۲۵ شوال کو دمشق
پہونچا جہان اسکے استقبال کے لیے ایسی تیاریان کی گئی تھین اور لوگون کو ایسی خوشی تھی کہ سلطان کا داخلۂ شہر مدتون
تک یادگار رہا (از اخبار السنیہ فی حروب الصلیبیۃ تالیف سید علی حریری و کامل لابن اثیر و اسٹینلی لین پول)

[1] وینی زان جلد ۶ باب (۲۸) و تاریخ راجری ڈی ہاویڈن صفحہ ۲۹۱ تاریخ انگلستان مترجمہ حسب الحکم مولوی سید علی
بلگرامی مرحوم و مغفور (مطبوعہ مطبع اخبار آصفی واقع حیدرآباد صفحہ ۸۱) مین صلاح الدین کی فیاضی کے واقعہ کو یون لکھا ہے
"دستور ہے کہ جو بہادر ہین وہی بہادرون کے قدردان ہوتے ہین۔ رچرڈ کی قدر جو صلاح الدین کو تھی وہ کسی کو بھی نہ تھی
جب رچرڈ کی بیماری کی خبر صلاح الدین کو پہونچی اُس نے دمشق سے نہایت تر و تازہ میوے اور پہاڑون پر سے برف جو وہان
کسی کو میسر نہ تھی منگا کر رچرڈ کو بھیجی" اسٹینلی لین پول حیات صلاح الدین مین لکھتے ہین کہ "لڑائی کافی ہو چکی تھی اور
کوئی نہین کہہ سکتا تھا کہ پورے پانچ سال اہل اسلام نے ذوق شہادت مین خدا کی راہ پر چلنے مین کوئی کوتاہی کی۔ بادشاہ
انگلستان کی بیماری نے صلاح الدین اور ملک العادل کے دلون کو نرم کر دیا جو ایسے صاف دل اور سپاہی منش مقابل کے

آخرکار ۵۔ ۲ اکتوبر ۱۱۹۲ء کو رچرڈ جہاز پر سوار ہو کر جانب یورپ روانہ ہوا۔ اس تیسری صلیبی لڑائی مین پہلی دو لڑائیون کے مقابلہ مین کم مذہبی جوش پایا جاتا ہے۔ رچرڈ کو جنگ پر آمادہ کرنے کا محرک اس کا شوق جنگ و مہمات حرب تھا جس پر کوئی شئے غالب نہین آسکتی تھی نہ کہ زہد و اتقا۔ دوسرے بادشاہ بھی جو اسکے شریک حال تھے سب اسی اثر سے متاثر تھے۔ شاید فریڈرک باربروسا صرف ایک شخص ہوگا جو سب سے زیادہ مذہب کے اُن عقاید باطلہ سے متاثر تھا جو باعث و محرک جنگ سمجھے جاتے تھے۔ اس تیسری جنگ کے بہادرون کو دیکھ دیکھکر بجائے عظمت و رفعت کے ایک قسم کی حیرت ہوتی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ تاریخی لوگ نہین ہین بلکہ بہادری و شجاعت کے کسی قصہ کہانی کے لوگ ہین اور اس کے نتیجہ پر اگر نظر کی جائے تو جہان تک فتح بیت المقدس سے تعلق ہے وہ بہت حقیر نظر آتا ہے۔ اس مین شک نہین کہ جو غایت اس مہم کی تھی وہ حاصل نہ ہوئی تاہم یہ ضرور ہوا کہ سلطنت لاطینی تباہی سے بچ گئی۔ اور فتوحات اسلام کی بڑھتی موجین رک گئین

(سلسلہ صفحہ ماسبق) ساتھ ہمیشہ دوستانہ برتاؤ کرنے کے لیے آمادہ رہتے تھے شدت بخار کی حالت مین رچرڈ نے تسکین بخش میوہ جات منگولے اور صلاح الدین اسے برابر سیب اور ناشپاتیان اور تازگی بخش کوہستانی برف بھیجتا رہا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ملک العادل کو بادشاہ کی نازک حالت سے بہت صدمہ تھا اور رچرڈ ڈیویزیز د کرانیکل صفحات ۹۲-۸۸) بیمار بادشاہ کے خیمہ پر اسکے جانے کا ایک دلچسپ واقعہ یون بیان کرتا ہے:۔ "اسی اثنا مین اپنے معمول کے موافق ایک شخص سیف الدین نام بادشاہ سے ملنے کو آیا۔ یہ صلاح الدین کا بھائی نہایت خلیق و دانشمند اور ایک پُرانا سپاہی تھا۔ جسے بادشاہ کی فراخ حوصلگی و فیاضی نے اپنی طرف مائل کر لیا تھا۔ جب بادشاہ کے ملازم کسی قدر کم مسرت کے ساتھ اس کا خیر مقدم کرتے اور اپنے آقا سے باتین کرنے کی اسے اجازت نہ دیتے تو وہ کہتا کہ "مین دیکھتا ہون کہ تم لوگ نہایت رنج و غم کی حالت مین ہو۔ مین اسکی وجہ جانتا ہون میرا دوست تمھارا بادشاہ بیمار ہے اور یہی وجہ ہے جو تم مجھے اندر نہین جانے دیتے"۔ یہ کہکر اسکی آنکھون سے آنسو نکل آتے اور رو کر کہنے لگتا "اے عیسائیوں کے خدا۔ اگر تو واقعی خدا ہے تو ایسے شخص کو تکلیف مین نہین رکھے گا اور جس کی اس قدر ضرورت ہے اتنی جلد نہین مارے گا"۔ مسٹر اسٹینلی لین پول اسکے بعد لکھتے ہین کہ "یہ افسوس کی بات ہے لیکن یقینی ہے کہ بادشاہ کی بیماری کے زمانہ مین ملک العادل کبھی یافہ مین نہین آیا"

۵۱ عکہ مین جہاز پر سوار ہونے کے بعد رچرڈ نے ساحل ارض فلسطین کو جو نظر سے غائب ہوتا جاتا تھا بھر کے آخری نگاہ حسرت سے دیکھا اور دونون ہاتھ پھیلا کر کہنے لگا "اے سب سے زیادہ پاک سرزمین تجھے مین اُس قادر مطلق کے سپرد کرتا ہون کاش خدائے جل وعلا مجھے اتنی عمر دیتا کہ مین پھر واپس آتا اور تجھے بے دینون کے ہاتھ سے نجات دلاتا"۔ اس کا بیڑہ جس کے جہازون پر اسکی بی بی اور بہن سوار تھین پیشتر ہی روانہ ہو کے بخیر و عافیت جزیرہ صقلیہ پہونچا مگر وہ خود جس جہاز پر جداگانہ سوار ہو کر اپنے بیڑے کے پیچھے روانہ ہوا تھا وہ ایک مہینہ تک باد مخالف کے تھپیڑے کھانے کے بعد شہر کارفیو مین پہونچا

اور عیسائی مملکت پھر اسی سال کے لیے گرداب فنا مین پڑنے سے محفوظ ہوگئی۔ سب سے بڑا نتیجہ جو بظاہر اس سے

(بسلسلہ فوٹ صفحہ ماسبق) جہان اس نے چند تاجرانہ جہاز کرایہ پر لیے اور رگوسا اور زارہ کی راہ لی۔ تھوڑی ہی مسافت طے
کی تھی کہ پھر طوفان سے سابقہ پڑا جس نے اسکے جہاز کو آسٹریا کے ساحل پر بلاد اکوئیلیہ اور وینس کے درمیان کسی جگہ پہنچا دیا
یہان اسکے لیے طرح طرح کے خدشے تھے۔ کانراڈ آف ٹائر کے خاندان والے کانراڈ کا قاتل سمجھتے تھے لہذا وہ اسکے دوست نہ
تھے۔ بادشاہ فرانس اسکے بھائی جان سے ملا ہوا تھا۔ باربروسا کے بیٹے ہنری ہشتم کو جو شہنشاہ مغرب تھا اس سے اسلیے
دشمنی تھی کہ وہ صقلیہ کے کانراڈ کا طرفدار ہوگیا تھا۔ تاہم معلوم ہوتا ہے کہ رچرڈ نے یہ خیال کیا کہ مین زائرون کا بھیس کرکے
اور داڑھی بڑھا کر روانہ ہون گا تو ان سب خطرون سے بچ کے نکل جاؤن گا۔ قلعہ گورٹز (جو مینارڈ نامے کانراڈ کے ایک بھتیجے
کے قبضے مین تھا) پہونچا تھا کہ سفر کی دشواریان کم کرنے کے لیے اپنے رفیق سفر بالڈون کو جو تھبیون کا رہنے والا تھا ایک
یاقوت کی انگوٹھی دے کر مینارڈ کے پاس بھیجا کہ انگوٹھی اسکی نذر کرے اور یہ ظاہر کرکے کہ ہم لوگ زائرین ہین جو بیت المقدس سے
واپس ہوکے اپنے گھر جا رہے ہین اپنے اور ہیوغ نام کے ایک سوداگر کے واسطے پروانہ راہداری حاصل کرے۔ مینارڈ نے اس
لعل کو غور سے دیکھا اور سوچ کے کہا کہ ایسا جواہر تو صرف کسی بادشاہ کے پاس ہوسکتا ہے اور جس بادشاہ کا یہ جواہر ہے
وہ انگلستان کے بادشاہ رچرڈ کے سوا اور کوئی نہین ہوسکتا۔ اس سے جاکے کہو کہ بلا تکلف میرے پاس چلا آئے اور کسی بات
کا اندیشہ نہ کرے۔ رچرڈ نے اسکے اس وعدہ کا اعتبار نہین کیا اور راتون رات بھاگ کھڑا ہوا۔ بالڈون اور سات آدمی
جو اسکے ساتھ رہ گئے تھے گرفتار کر لیے گئے اور ضامن کی حیثیت سے حراست مین رکھے گئے۔ رچرڈ فریساش تک پہونچا تھا
کہ اسکے چھ اور رفیق گرفتار ہوگئے۔ اگرچہ خود رچرڈ ایک نائٹ اور ایک لڑکے کو جو اس ملک کی زبان جانتا تھا ساتھ لے کر
نکل گیا۔ شہر ارپرگ مین جو ویانا کے قریب تھا اس نے لڑکے کو بازار بھیجا جس نے عام لوگون کے سامنے خرید و فروخت
وغیرہ مین اسقدر زیادہ روپیہ صرف کیا کہ گرفتار کر لیا گیا اور جب اسپر زیادہ سختیان کی گئین تو اس نے اپنے آقا (یعنے
رچرڈ) کا نام صاف طور پر قبول دیا۔ اب کیا تھا ایک مسلح فوج نے اس مکان کو جس مین رچرڈ تھا گھیر لیا مگر پھر بھی رچرڈ نے
یہ کہا کہ سوائے تمھارے سردار کے مین اپنے تئین کسی اور کے سپرد نہ کرون گا۔ یہ سنتے ہی سردار فوج اسکے گرفتار کرنے کے لیے آپہونچا
یہ سردار لیوپولڈ تھا جس کے دل مین غالباً یہ بات آئی ہوگی کہ انتقام کا مزہ اٹھائے اور رچرڈ نے ارض فلسطین مین جو کچھ
اسکے ساتھ کیا تھا اس کا بدلہ لے لیکن ساٹھ ہزار پاونڈ لے کر وہ اس ارادہ سے باز آگیا اور رچرڈ ہنری ہشتم کے
ایک قیدی کی حیثیت سے ٹائرولیس نامے ایک قصر مین بند کر دیا گیا جس پر سخت پہرا مقرر تھا۔
(اسکی اسیری کا حال سن کر اسکی عام رعایا کو تو رنج ہوا لیکن اسکے بھائی جان اور فلپ آگسٹس بادشاہ فرانس کو
بڑی خوشی ہوئی۔ جان نے تو تاج و تخت کا دعوی کیا اور لڑنے کو تیار ہوگیا لیکن ایک ہی شکست کھا کر مہلت جنگ
منظور کر لی۔ فلپ نے نارمنڈی پر فوج کشی شروع کر دی مگر روئین تک پہونچ کر اس نے بھی فاش شکست کھائی۔

پیدا ہوا وہ اسکے عظیم الشان ہیرو کی فوجی شہرت تھی جس کا نام ایک صدی تک مشرق کے لیے ہوا سمجھا جاتا تھا۔

(نوٹ بسلسلۂ صفحہ ماسبق) آخرکار شہر ایلائی کے اسقف اعظم اور انگلستان کے اعلےٰ عہدہ دار۔ ولیم لانگ چیمپ کو پتہ لگ گیا کہ رچرڈ کہاں قید ہے یا جیسا کہ کہانیوں میں بیان کیا گیا ہے خود اسکے گویے بلانڈل نے پتہ لگایا۔ فوراً پوپ سے التجا کی گئی کہ درمیان میں پڑکر اُسے رہائی دلائیں۔ شہر بلوا کے پطرس اور شہر باتھ کے مقتدائے دین نے پوپ قیلسٹائن ثالث کو جاکے یاد دلایا کہ رچرڈ ایسے حامی دین مسیحی کے اسپر کیسے کیسے حقوق ہیں۔ پطرس کے ذریعہ سے رچرڈ کی ماں ایلینر نے بھی پوپ کو ایسے مضمون کا ایک خط بھیجا جس میں اپنی مامتا کے جوش میں وہ حد اعتدال سے بہت تجاوز کرگئی تھی۔ اسکی تحریر میں وہ جوش تھا جو الیجاہ نے احاب کے مقابل بپتسمہ دینے والے یوحنا نے شاہ ہیروڈ کے مقابل اور اسکندر ثالث نے اُس شہنشاہ کے باپ کے مقابل استعمال کیے تھے جس نے اپنی شرارت سے مسیحی دنیا کو آزار پہونچایا تھا۔ اس نے لکھا کہ "ادنی ادنی باتوں کے لیے آپ کے درباری وحشی سے وحشی ملکوں میں بھیجے جاتے ہیں مگر اس امراہم کے واسطے آپ نے کسی سب ڈیکن یا اپنے کسی ادنا تحت کو بھی نہیں سفر کرایا۔ اگر آپ خود بھی رچرڈ کی رہائی کے واسطے چلے جاتے تو آپ کے لیے کوئی کسر شان کی بات نہ تھی۔ او اللہ والے خدا۔ اگر تو سچ مچ اللہ والا ہے اور خون کا بنا ہوا تپلا نہیں ہے تو میرے بیٹے کو مجھ سے ملادے۔ اگر آپ نے غفلت کی تو اسکے خون کی بابت خدا آپ سے جواب طلب کریگا" اسکے بعد اُس نے جو خطوط بھیجے اُن میں لکھا "آپ کی روح کو کیونکر قرار آتا ہے جبکہ آپ اپنے گلہ کی ایک بھیڑی کے بچاتے ہیں اسقدر غافل ہیں" اسکے ساتھ یہ بھی لکھنا ہے کہ "جس شخص کے حق میں ایک کلمۂ خیر زبان سے نکالنا یا ایک نقطہ لکھدینا بھی آپ گوارا نہیں کرتے وہ ایسا شخص ہے کہ آپ کو اُسکے لیے اپنی جان تک دینے پر آمادہ ہونا چاہیے" سچ یہ ہے کہ پوپ قیلسٹائن کو خود ہی رچرڈ کے معاملہ میں بہت جوش تھا مگر مصلحت وقت دیکھکر وہ اس جوش کو اُس وقت تک ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا جبتک کہ رچرڈ کو آزادی نصیب نہ ہوجائے۔

آخرکار تقریباً چار مہینے کے بعد رچرڈ مقام ہینبنو میں کونسل کے سامنے پیش ہوا (ممکن تھا کہ اسیر بادشاہ یہ عذر کرتا کہ یہ عدالت میرے مقدمہ کا فیصلہ کرنے کی لیاقت نہیں رکھتی لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا بلکہ اُسپر جو الزامات لگائے گئے تھے اُنکے ایسے معقول جواب دیے کہ ججوں کو اُسکی بیگناہی کا یقین آگیا۔ اور شہنشاہ مغرب اس بات پر راضی ہوگیا کہ کچھ روپیہ وصول کرکے اُسے چھوڑ دے۔ یہ روپیہ رعایا پر نئے ٹیکس باندھکر فراہم کیا گیا مگر پھر بھی یہ خوف لگا رہا کہ کہیں ایسا نہو کہ جان اسکے بدستور گرفتار رکھنے کی رشوت میں اس سے زیادہ رقم دینے پر آمادہ ہوجائے۔ اس صاف دل اور معزز شہزادے (جان) نے ہنری ششم (شہنشاہ مغرب) کے پاس پیام بھیجا تھا کہ اگر رچرڈ نہ چھوڑا جائے گا تو میں اسکے زمانۂ گرفتاری بھر بیس ہزار پاونڈ ماہوار کے حساب سے ایک معتدبہ رقم آپ کو دیتا رہوں گا لیکن جرمنی کے قلعہ داروں میں اب صبر کی تاب نہیں باقی رہی تھی اور شہنشاہ نے خیال کیا کہ اب اس سے زیادہ زمانہ تک رچرڈ کو قید رکھنا خالی از وقت نہیں ہے بس رچرڈ چھوڑ دیا گیا۔

بعضے یہ کہتے ہیں کہ رچرڈ کو براناڈل شاعر چھوڑا لے گیا تھا مگر یہ بات خلاف قیاس معلوم ہوتی ہے۔ جب رچرڈ انگلستان میں پہونچا فوراً لشکر کی تیاری کا حکم دیا کہ جاکر فلپ بادشاہ فرانس کی گوشمالی کرے اسلیے کہ باوجود عہد و پیمان کرنے کے اسنے

حتیٰ کہ عورتین جب بچون کو ڈرانا چاہتین تو صرف یہ کہدیتین کہ وہ دیکھو رچرڈ آرہا ہے۔[۵]

(نوٹ بسلسلۂ صفحہ ماسبق) رچرڈ کی غیبت مین اُسکے ساتھ بدی کی۔ فرانس مین جاکر رچرڈ نے قلعہ سے لڑائی ڈالی۔ لڑتے لڑتے دیکھرتبہ قلعہ پر سے کسی شخص نے نشانہ تاک کر ایک تیر ایسا مارا کہ بادشاہ کا شانہ چھد گیا اور ایسا زخم کاری کھایا کہ بمجبوری خیمہ گاہ پر پھر آنا پڑا اور یہ حالت ہوگئی کہ لوگ اسکی زندگی سے مایوس ہوگئے۔ قلعہ تو مفتوح ہو ہی چکا تھا۔ فوج انگریزی اندر داخل ہوگئی اور جس شخص نے بادشاہ کو تیر مارا تھا گرفتار کرلیا گیا۔ اور قتل عام شروع ہوگیا۔ قلعے کے لوگون مین سب کو پکڑ پکڑ کر پھانسی دینے لگے۔ غرض جب وہ شور و ہنگامہ موقوف ہوا اور سبھون کے ہوش و حواس بجا ہوے۔ دیکھا تو بادشاہ کا بُرا حال ہے۔ جب رچرڈ نے دیکھا کہ مین بچتا نظر نہین آتا اپنے قاتل کو طلب کیا۔ لوگون نے پابہ زنجیر کرکے اسکو حاضر کیا۔ رچرڈ نے بغور اسکی طرف دیکھا۔ اس نے بھی اسی نگاہ سے بادشاہ کی طرف دیکھا۔ بادشاہ نے کہا تو مکار مین نے تیرا کیا بگاڑا تھا کہ تو میری جان کے پیچھے پڑا۔ میری جان لینے سے تجھکو کیا حاصل ہوا۔ اس شخص نے جواب دیا میرا تو تو کیا بگاڑے گا مگر میرا باپ اور میرے دو بھائی تیرے ہاتھ سے مارے گئے ہین۔ مین تو اپنی جان سے ہاتھ دھوے ہوے بیٹھا ہون۔ مجھکو تو پھانسی ضرور ہی ہوگی جس طرح تیرا جی چاہے میری جان لے لیکن مین یہ خوب جانتا ہون کہ تیری جان بھی بچنے کی نہین جتنی چاہو مجھپر زیادتی کرو کچھ غم نہین خلق اللہ کو تیرے ہاتھ سے نجات تو ملی۔ بادشاہ نے پھر غور سے سرتاپا اس نوجوان کو دیکھا۔ اس نے بھی پھر پہلے کی طرح بادشاہ کی طرف دیکھا۔ بادشاہ کو اس وقت کچھ یاد صلاح الدین سلطان ترک کی آئی اور خیال کیا کہ باوجودیکہ وہ مسلمان تھا نصرانی نہ تھا لیکن ایسا فیاض۔ ذی مروت اور صاحب اخلاق تھا کہ مرتے دم تک رچرڈ اُسے نہین بھولا اور اپنے قاتل سے کہنے لگا کہ خیر مین نے تیری خطا معاف کی اور اپنے ارکان دولت سے ایک کو حکم دیا کہ اسکی بیڑیان کٹوادو اور پچاس روپیہ اسے دے کر رخصت کرو۔ بس یہ کہا اور بیہوش ہوگیا۔ آنکھون مین اندھیرا آنے لگا۔ ایک بیہوشی سی طاری ہوئی اور دم بند ہوگیا۔ بیالیس برس کی عمر مین دس برس سلطنت کرکے ۱۱۹۹ء مین اسنے قضا کی۔

رچرڈ کے کارنامون مین سب سے زیادہ نفرت انگیز اُن مسلمانون کا قتل ہے جو عکہ مین بطور ضمانت اسکے پاس موجود تھے۔ بہاؤالدین اور راجر آف ہاوڈین نے اس قتل کی تاریخ ۲۰ اگست یوم سہ شنبہ بیان کی ہے لیکن شاہ رچرڈ کے روزنامچہ نگار نے ۱۲ اگست بیان کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "باستثناء چند معزز قیدیون کے جنھین شاید بعد مین رہا کردیا جاتا یا عیسائی قیدیون سے مبادلہ کرلیا جاتا باقی تمام لوگون کے جو بطور یرغمال موجود تھے قتل کرنے کا حکم دیا گیا۔ بادشاہ رچرڈ نے جو ہمیشہ ترکون کو برباد کرنے۔ دین محمدی کو تباہ کرنے۔ مذہب عیسوی کی حمایت کرنے کا خواہشمند رہتا تھا عید استقبال دیکھنے وہ عید جو حضرت مریم کے جنت مین جانے کی خوشی مین عیسائی کرتے ہین) کے بعد جمعہ کے دن حکم دیا کہ دو ہزار سات سو ترک جو رول مین ہین انھین شہر کے باہر بیجا کر قتل کیا جائے اس حکم کی تعمیل مین کوئی تامل نہین کیا گیا اور بادشاہ کے ملازمین حکم شاہی کے بجالانے کے لیے دوڑ پڑے اور خدائے ارحم الرحمین کا شکر کرتے جاتے تھے کہ اُس نے اُن عیسائیون کا بدلہ لینے کا انھین موقع دیا جنھین انھین قیدیون نے تیرون اور منجنیقون سے قتل کیا تھا" (مسٹر کاکس کی حروب صلیبیہ۔ ترجمہ تاریخ انگلستان حسب الحکم سید علی بلگرامی مرحوم۔ لین پول کی کتاب حیات صلاح الدین۔ روزنامچہ رچرڈ شیر دل)

[۵] سر جارج ڈبلو کاکس ایم اے اپنی کتاب حروب صلیبیہ (کروسیڈز) مین اس تیسری جنگ کے اختتام پر لکھتے ہین کہ وہ اصل غرض

باب ششم

(محاربات چہارم و مابعد ۱۱۹۲ء لغایت ۱۲۹۱ء)

جنگہائے صلیبی کی شان و شوکت اب زوال پذیر ہونی شروع ہوئی تاہم کچھ نہ کچھ جوش و خروش کبھی یہاں ایک قوم مین کبھی وہان کسی دوسری قوم مین ایک عظیم الشان آگ کی دبی ہوئی چنگاریون کی طرح بھڑک اٹھتا نظر آجاتا تھا لیکن یہ آگ ایسی نہ تھی جو عالمگیر ہوتی اور تمام قلوب اس سے مشتعل ہو جاتے جنگہائے صلیبی مین صرف پانچ محاربات کا تذکرہ اور باقی ہے جسے ہم مختصراً اس باب مین ختم کیے دیتے ہین۔ انکے مفصل حالات پر اگر نظر ڈالی جائے تو یکسان نظر آئینگے اس لیے اس مختصر سے بیان مین ناظرین کو سادے سودے ایک سے حالات کم نظر آئینگے اور عدم دلچسپی کی زیادہ شکایت نہ کرنی پڑے گی۔ بہرحال ہماری کوشش یہ رہے گی کہ جہانتک ہو سکے ان محاربات کے صرف ممتاز واقعات کا ذکر کیا جائے۔

محاربۂ چہارم:- رچرڈ سے صلح کرنے کے بعد سلطان صلاح الدین بہت دن زندہ نہین رہا۔ بائیس[۲۲] برس

(بسلسلۂ نوٹ صفحۂ ماسبق) حاصل ہوتا تو درکنار لاپروائی کی بدولت بہت سے اچھے اچھے موقع جو ہاتھ آگئے تھے وہ بھی ضایع کردیے گئے ہان ذلت البتہ اسقدر نصیب ہوئی کہ پرجوش سے پرجوش مسیحیون کو بھی اس بات کا یقین ہو گیا کہ اب پھر اس بارہ مین کوشش کرنا سراسر حماقت ہی حماقت ہے۔ ساحل کی بہت سی زمین جس کی دونون حدون پر دو سفید شہر آباد تھے آیندہ کے واسطے میدان جنگ قرار پا سکتی تھی اور ان اثرون کے مٹانے کی بہت کوشش کی گئی جن کا خیال سلطان صلاح الدین کو طبریہ اور بیت المقدس کی فتح کے بعد ہی سے پیدا ہو گیا تھا۔ جو زائرین صلح کے بعد زیارت بیت المقدس کو گئے انمین لیتیپ آف سالسبری بھی تھا جو سلطان کا مہمان ہوا اور خود صلاح الدین کی زبان سے اس نے رچرڈ کی بہادری کی تعریفین سنین مگر سپہ سالاری کی حیثیت سے اسکی تعریف صلاح الدین نے نہین کی۔ اس کے جواب مین مسیحی مہمان نے یہ کہا کہ ایسے دو نبرد آزما دنیا پھر نہین پیدا کر سکتی جیسے کہ سلطان شام (صلاح الدین) اور شاہ انگلستان (رچرڈ) ہین۔ (از حروب صلیبیہ مصنفۂ کاکس)۔

لہ تیسری صلیبی لڑائی اب ختم ہو گئی تھی پانچ سال کی حرب و پیکار کے بعد کچھ سکون ملا۔ جولائی ۱۱۸۷ء کے معرکۂ فتح حطین کے بعد، جسے اکثر مورخ معرکۂ طبریہ کے نام سے یاد کرتے ہین نہر الاردون (جارڈن) کے غربی جانب فلسطین کی زمین ایک انچ بھی مسلمانون کے قبضے مین نہ تھی لیکن صلح رملہ کے بعد جو ستمبر ۱۱۹۲ء مین قرار پائی سب کی سب زمین مسلمانون کے پاس آگئی اور عیسائیون کے ہاتھ مین صور (طائر) سے لے کر یافہ تک لمبا سا ساحل کا ٹکڑا رہ گیا۔ صلاح الدین کو اس صلح سے شرمندہ ہونے کی کوئی وجہ تھی جو کچھ ملک صلیبیون نے فتح کیا تھا اسکا بہت زیادہ حصہ عیسائیون کے قبضہ مین بیشک باقی رہا لیکن اسکے لیے جو قیمت ادا کرنی پڑی اسکے مقابلہ مین نتیجہ بالکل بے حقیقت تھا۔ پاپاے روم کے ابھارنے سے تمام عیسائی ابھرے تھے شاہنشاہ جرمنی۔ بادشاہان انگلستان

مصر پر حکومت کرکے اور انیس سال ملک شام پر تنہا بادشاہت کرنے کے بعد پچپن سال کی عمر میں اسنے وفات پائی۔

(بسلسلۂ نوٹ صفحہ ماسبق) فرانس صقلیہ۔ لیوپولڈ امیر آسٹریا۔ نواب (ڈیوک) برگنڈی اور نواب دکاؤنٹ فلانڈرس اور بیکرٹون مشہور امیر وبہادر نائٹ جو تمام قوموں میں سے انتخاب ہو کر جمع ہوئے تھے بادشاہ و رئیسان فلسطین و اخوان جمعیات کلیسا ضیافت الغربا کے ہمدم وشریک حال ہوئے تھے تاکہ بلد مقدس کو مسلمانوں کے ہاتھ سے نکال لیں اور گئی گزری ہوئی سلطنت یروشلیم کو پھر قائم کر دیں اور اسی کوشش میں شاہنشاہ کا انتقال ہوگیا بادشاہ اپنے اپنے وطن چلے گئے اور انکے شریف ترین اور راسخ متبعین کی لاشیں ارض مقدس میں زیر زمین دفن ہوگئیں لیکن یروشلیم جیوں کا تیوں صلاح الدین ہی کے قبضہ میں رہا اور اسکے محض خطابی بادشاہ کے پاس عکہ کی صرف ایک خفیف سی سلطنت باقی رہ گئی۔

تمام ممالک عیسوی کی قوتوں نے حرب سوم کے موقع پر ایک جگہ مجتمع ہوکر کوشش کی لیکن صلاح الدین کی قوت کو کچھ صدمہ نہیں پہونچا سکیں۔ ممکن ہے کہ اسکے سپاہی اس طویل الایام سخت اور خطرناک نوکری کی ہر سال شکایت کرتے ہوں لیکن جب کبھی وہ انھیں جنگ کے لیے اور اس مہم میں جانیں قربان کرنے کو طلب کرتا تو وہ کبھی انکار نہ کرتے ممکن ہے کہ اسکے باجگذار رئیس دور دراز وادیہائے دجلہ میں یہ شکایت کرتے ہوں کہ سلطان کو انکی ہر وقت ضرورت رہتی ہے لیکن وہ ہمیشہ اپنے ہمراہیوں کو لے کر جنگ کے موقعہ پر موجود ہو جایا کرتے اور ارسوف کے اخیر معرکہ کی جنگ میں یہ موصل ہی کے دستہ ہائے فوج تھے جنھوں نے اپنی شجاعت ومردانگی کا سکہ بٹھادیا۔ ان تمام تھکا دینے والی جنگوں میں صلاح الدین ہمیشہ اپنی مصری اور میسوپوٹیمیا کی فوج پر اسی قدر اعتبار کرتا جس قدر کہ شمالی اور وسطی سوریا کی فوج پر اسے بھروسا تھا۔ کرد۔ ترکمان۔ عرب۔ اور مصری سب کے سب مسلمان تھے اور جب وہ طلب کرتا تو فوراً لبیک کہکر حاضر ہو جاتے۔ باوجودیکہ انکی اقوام مختلف تھیں۔ قومی رشک بھی تھا اپنے اپنے قبیلہ کی غیرت بھی تھی لیکن اسکے علم کے تلے سب کے سب متحد اور ایک فوج بنے ہوئے تھے۔ اسمیں شک نہیں کہ اس کوشش میں اس کو بہت دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا اور دو تین مرتبہ تو واقعی حالت نازک ہوگئی تھی۔ لیکن اگر یافہ کے موقعہ جنگ سے انکے انکار کو قطع نظر کیا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۱۱۹۲ء کے موسم خزاں میں وہ سلطان کی سرکردگی میں اسی طرح کی ایک متحد فوج تھے جیسے کہ اُس وقت تھے جبکہ ۱۱۸۷ء میں خدا کی راہ میں جنگ کرنے کے لیے اس نے انھیں بلایا تھا۔ ایک صوبہ بھی اتنی مدت میں اسکے ہاتھ سے نہیں نکلا اور ایک افسر یا رئیس نے بھی بغاوت نہیں کی کیونکہ جس قدر ان سے کام لیا جاتا تھا اور جن جن طریقوں سے انکی وفاداری اور تحمل کا امتحان کیا جاتا تھا وہ ایسے تھے کہ دیوزادوں کی طاقت کو بھی پانی کر دیتے۔ خود اپنے قبیلہ کی ایک شہزادی کی خفیف سی سرتابی جو میسوپوٹیمیا میں وقوع میں آئی تھی اور جسے سلطان نے مجبوراً معاف کر دیا اس بات کی تنہا دلیل ہے کہ صلاح الدین کا کس قدر قوی اثر اپنی رعایا پر تھا۔ جب کہ اس پنج سالہ جنگ کی تکالیف اور دقتیں ختم ہوگئیں اس وقت بھی وہ کردستان سے لے کر صحرائے لیبیا (Libya) تک پھیلے ہوئے ممالک کا تنہا حاکم تھا اور اس سرحد سے بہت دور دور کے بادشاہ ووالیان ملک مثلاً شاہ گرجستان۔ شاہ ارمن۔ سلطان قونیہ اور شاہنشاہ قسطنطنیہ اس بات کے خواہشمند تھے کہ اسے

(بسلسلۂ نوٹ صفحہ ۱۰۴) اپنا دست اور حلیف کہین ۔

ایسے دوستون اور حلیفون کا احسان اسپر کچھ نہین تھا۔ ان مین سے ایک بھی مدد کے لیے کھڑا نہین ہوا۔ ہان مبارکباد دینے کے لیے سب موجود ہو گئے۔ جتنی جنگ ہوئی اس سب کا بار صرف صلاح الدین ہی پر رہا باستثنا ر اخیر جنگ کے جسمین اسکا بھائی بہت زیادہ پیش پیش نظر آنے لگا تھا کوئی شخص کسی ایک بھی جنرل یا مشیر کا نام نہین لے سکتا جسکے متعلق کہا جا سکے کہ سلطان کی رہبری کرنا تو کیا اسپر راے مین غالب بھی رہا ہو۔ اسمین شک نہین کہ ایک مجلس جنگ ضرور تھی جسکے مشورہ کے بموجب وہ اپنے فوجی احکامات جاری کیا کرتا تھا۔ مجلس کبھی کبھی سلطان کی ایسے راے کو بھی توڑ دیتی تھی جو خود اسکی راے سے بہتر ہوتی تھی جیسے کہ صور (ٹائر) اور عکہ کے معاملہ مین ہوا لیکن اس مجلس بھر مین ایک شخص بھی ایسا نہین مل سکتا تھا جسکی تنہا آواز ایسی ہو جو اسکے ارادہ پر غالب آسکے۔ بھائی۔ بیٹے۔ بھتیجے۔ قدیم ہمدم نئے باجگذار۔ قاضی الفاضل جیسا ہوشیار شخص عماد الدین کاتب (سکرٹری) جیسا محتاط آدمی۔ کوئی پرجوش واعظ۔ سب کے سب عام حکم مین اپنا اپنا حصہ لیتے تھے۔ سب کے سب اپنی قابلیت بھر اپنے آقا کی وفاداری کرتے تھے باوجود اسکے ایک بھی شخص ایسا نہ تھا جو کبھی یہ بھول گیا ہو کہ اسکا آقا کون ہے۔ اس تمام تشویش ناک۔ پُرازمحنت و محن و نازک وقت مین صرف ایک دماغ تھا اور ایک ارادہ جو سب پر غالب تھا۔ یہ دماغ و ارادہ صلاح الدین کا تھا

جب آخر کار جنگ ختم ہوئی اور عیسائی ساحل تک ہٹا دیے گئے اور وہ مقامات جو مسلمانون اور عیسائیون دونون کے لیے مقدس تھے اکثر تہ پھر سلطان کے قبضہ مین آگئے تو کیا عجیب ہے کہ صلاح الدین کو ایک وسیع تر سلطنت کا خواب نظر آتا ہو اور بڑی بڑی تجویزین اسکے پیش نظر ہون۔ کیا عجب ہے کہ مسلمانون کی ابتدائی فتوحات کی یاد یا اور قریب زمانہ کی سلجوقیون کی کامیابیون کی مثال اُسکے دل مین دوسرے ممالک فتح کرنے کے خیالات پیدا کر دیتی ہو لیکن یہ تمام تصورات اتنے پختہ نہین ہونے پائے تھے کہ اُنکی اس جدید حاصل کی ہوئی صلح و آشتی مین خلل انداز ہوتے۔ سب سے پہلا خیال سلطان کا یہ ہوا کہ اپنی تھکی ماندی فوج کو آرام دینا چاہیے۔ صلح نامے پر دستخط ہوتے ہی اسنے سپاہیون کو اپنے اپنے گھر رخصت کر دیا اور ۲۹ ستمبر کو میسوپوٹیمیا کے لوگون کے طول طویل جلوس نے اس خوشی و خرمی کے سفر کی ابتدا کی جبکہ سپاہی دریا ہاے عظیم کے کنارے یا کوہ ہاے فلسطین کے مرتفع دامنون مین اپنے اپنے قصبات کی طرف جا رہے تھے۔ اس کے بعد اس نے اپنی توجہ عیسائی زائرین ارض مقدس کے انبوہ در انبوہ کاروانون کی جانب مبذول کی جنھون نے آخر کار یہ سمجھکر اپنی تشفی کر لی تھی کہ اُن مقامات کی زیارت کر سکین گے جہان حضرت مسیح فوت ہوئے تھے۔ یروشلیم مین نہایت تندخو مسلمان سپاہی ایسے بھی تھے جو میدان عکہ مین اپنے بھائیون کے قتل کیے جانے سے انتقام لینے کے بھوکے نظر آتے ہون لیکن صلاح الدین کے نائب سخت پرہیزگار اور نیک نفس رحم دل جُرد یک شہر کا حاکم تھا جسکی وجہ سے زائرین تمام خطرون سے با امن و امان گذر گئے۔ ستمبر کے مہینے مین خود سلطان یروشلیم مین موجود تھا جبکہ ہیوبرٹ والٹر اسقف سالسبری کے ہمراہ زائرین کا تیسرا قافلہ مقامات مقدس مین داخل ہوا۔ شاہ رچرڈ کا روزنامچہ نگار (صفحہ ۳۴۔ جلد ۱) لکھتا ہے کہ

ایک ہیرو اور سورما تھا ویسا ہی ولی اللہ بھی تھا کہا جاتا ہے کہ اُسے ہمیشہ یہ رنج رہا کہ حمایت مذہب مین مصروفیت

(بسلسلۂ نوٹ صفحہ ماسبق) ہیوبرٹ اسقف سالسبری کے ساتھ اسکی دیانت داری وحق پژوہی اور نیز اسکی دانائی اور وسیع شہرت کی وجہ سے صلاح الدین نے بہت خاطر مدارات کی، اور ایک مکان بلاکرایہ رہنے کو دیا۔ لیکن اسقف مذکور نے اس بنیاد پر انکار کر دیا کہ وہ اور اسکی جماعت والے زائرین کی حیثیت سے نہین آئے ہین۔ تب صلاح الدین نے اپنے نوکرون کو حکم دیا کہ اُسکے اور اسکے آدمیون کے ساتھ ہر قسم کی خاطرداری برتی جائے۔ صلاح الدین نے خود بھی اُسے بہت سے قیمتی تحفے بھیجے اور ایک جلسہ مین یہ دیکھنے کے لیے مدعو کیا کہ شکل وشباہت مین وہ کس قسم کا آدمی ہے۔ اُسے صلیب المصلوب بھی دکھائی اور دونون باہم بہت دیر تک بیٹھکر دوستانہ باتین کرتے رہے۔ اس موقع پر صلاح الدین نے دریافت کیا کہ عیسائی مسلمانون کے متعلق کیا خیال رکھتے ہین۔ اسکے جواب مین بشپ (اسقف) نے کہا۔ اپنے بادشاہ کے متعلق مین صرف یہ عرض کرتا ہون کہ دنیا بھر مین کوئی سورما بہادر ایسا نہین ہے جو فوجی امور مین اس سے ٹکر کھا سکے یا شجاعت ومردانگی مین اسکی برابری بھی کر سکے وہ ہر عمدہ صفت کے ساتھ ممتاز ہے۔ اگر کوئی شخص حضور کے عمدہ خصائل شاہ رچرڈ کو دیسکے اور اسکی خوبیان آپ مین پیدا کر سکے تو دنیا ایسے دو بادشاہون کی نظیر نہین پیدا کر سکے گی۔ صلاح الدین نے نہایت خاموشی کے ساتھ سُن کر جواب دیا کہ مین تمھارے بادشاہ کی شجاعت وبہادری سے بخوبی واقف ہون لیکن اکثر وہ اپنے آپ کو بے ضرورت خطرات مین ڈالدیتا ہے اور جان کی پروا نہین کرتا۔ مین اپنے متعلق یہ کہہ سکتا ہون کہ خواہ کتنا ہی بڑا بادشاہ کیون نہون لیکن مین اُسی حالت مین حصول دولت کو پسند کرون گا جبتک کہ وہ دانشمندی اور اعتدال سے حاصل ہوسکے نہ کہ تہور اور بے اعتدالی کے ساتھ۔ غرضکہ ایک ترجمان کے ذریعہ سے بہت دیر تک باتین کرنے کے بعد صلاح الدین نے بشپ (اسقف) سے کہا کہ اگر آپ کی کوئی خواہش ہو تو مین پوری کرنے کو تیار ہون۔ آپ مانگین جو مانگنا چاہتے ہون۔ اس عنایت کے جواب مین بشپ نے بہت کچھ شکرگزاری کے بعد دوسرے دن تک کی مہلت مانگی تاکہ اپنے لوگون سے مشورہ کر سکے۔ دوسرے دن جب وہ آیا تو اس نے عرض کیا کہ مین چاہتا ہون کہ دو لاطینی عبادت کرنے والے اور دو بڑے پادریون کو اجازت دی جائے کہ شامیون کے ساتھ مزار مقدس مین عبادت کرایا کرین۔ ان لوگون کی تنخواہین زائرین کی نذر ونیاز سے ادا ہوا کرین گی۔ بشپ مذکور نے مرقد مقدس کی زیارت کے وقت دیکھا تھا کہ شامی عیسائی اپنے وحشیانہ طریقہ کے بموجب ادھوری نماز پڑھا یا کرتے ہین چنانچہ اسی طرح کی درخواست بیت اللحم اور ناصرہ کے متعلق کی۔ یہ درخواستین منظور کر لی گئین اور جیسا کہ ہر شخص کا اعتقاد تھا یہ کام خدا کو بہت پسند آیا۔ سلطان کی رضامندی کے بعد بشپ (اسقف) نے اپنی درخواست کے بموجب ہر ایک مقام پر عبادت کرنیوالے اور بڑے پادری مقرر کر دیے اور یہ ایک ایسا کام کیا جو خدا کی راہ مین بہت موزون وپسندیدہ سمجھا جاتا ہے"۔ روزنامچہ نگار کے قول کے بعد اب ہم پھر مسٹر اسٹینلی لین پول سے نقل کرتے ہین۔ وہ کہتا ہے کہ ان لاطینی پادریون کے تقرر سے چار ہی ماہ قبل شاہنشاہ یونان نے ایک سفیر بھیجکر اسی قسم کی درخواست آرتھوڈاکس گرجے کی جانب سے صلاح الدین کے سامنے پیش کی تھی جسے اُس نے نامنظور کر دیا تھا۔ لین پول صاحب نہایت حیرت واستعجاب سے تحریر کرتے ہین کہ یہ ایک عجیب حیرت انگیز بات ہے

کی وجہ سے اسے کبھی اتنی مہلت نہ ملی کہ مکہ جاکر فریضۂ حج ادا کرتا۔ اسکے دربار کے عدل و انصاف کی حالت یہ تھی کہ دنے سنے

(بہ سلسلۂ نوٹ صفحہ ماسبق) کہ بارھوین صدی عیسوی مین مقامات مقدسہ کے متعلق اسی قسم کی نزاع پیش ہوئی تھی۔ (Russia)
روس نے ۱۸۵۳ء مین ترکون سے جنگ کرنے کے عذرات مین پیش کی تھی۔

جب صلاح الدین کو معلوم ہوا کہ بادشاہ انگلستان جہاز پر روانہ ہوگیا ہے تو اس نے اُن ممالک کا ایک دورہ کیا جو اتنی جانین گنوانے کے بعد بزور شمشیر اس نے فتح کیے تھے۔ تمام قلعہ جات اور بڑے بڑے شہر اُس نے دیکھے اور اُنکے مقامات محافظت کو بھی دیکھا۔ انھین مستحکم کرنے کا حکم دیا اور ہر ایک مین ایک سالہ سوارون کا اور ایک دستہ پیدل فوج کا مقرر کیا۔ پہلی نومبر کو بمقام بیروت رئیس انطاکیہ بوہیمانڈ ہکلا اس سے ملنے کو آیا اور سب سے پہلے صلح پیش کی۔ دونون کی ملاقات نہایت دوستانہ ہوئی اور سلطان نے رئیس کو انطاکیہ مین جاگیر محاصلی پندرہ ہزار زر سُرخ سالانہ کی عطا فرمائی۔ بمقام کوکب اسکے ابتدائی زمانہ کا قدیم ملازم قراقوش ملا جو تسخیر عکہ کے بعد سے قید خانہ مین پڑا مصیبت کاٹ رہا تھا۔ سلطان نے اس سے کوئی گلہ نہین کیا بلکہ اپنا قدیم اور وفادار ملازم سمجھکر بہت خاطرداری کی۔ چوتھی نومبر کو سلطان دمشق مین دوبارہ داخل ہوا۔ چار سال تک اُسے باہر رہنا پڑا تھا اور داخلہ کے دوسرے روز جب وہ جلوس کے ساتھ شہر مین نکلا تو اسکے پُرانے دوستون اور خوش و خرم رعایا کا اک ہجوم تھا۔ شاعرون کو اتنے نئے اور کافی الفاظ نہین مل سکتے تھے جو اس موقع کے لیے موزون تھے۔

اب سلطان پھر اپنے بچون مین آگیا۔ ہم اُسے قلعہ کے میدان مین اپنے باغ کی بارہ دری کے اندر اپنے چھوٹے چھوٹے بچون کے ساتھ بیٹھا دیکھتے ہین۔ یکایک عیسائیون کے سفرا کی اطلاع کی جاتی ہے لیکن جب وہ اسکے سامنے حاضر ہوتے ہین تو اُنکی منڈی ہوئی ڈاڑھیان اور کترے بال اور عجیب غریب لباس دیکھکر چھوٹا بچہ ابوبکر چلا اُٹھتا ہے اور ڈر کر رونے لگتا ہے۔ باپ کو صرف اپنے بچے کا خیال ہے اور وہ سفیرون کو قبل اسکے کہ کوئی پیام پہونچائین رخصت کر دیتا ہے۔ اور دوسرے لڑکے بھی وہین تھے جو اب بڑے ہوگئے تھے اور اپنے باپ کے ساتھ میدان جنگ مین کارنمایان کر چکے تھے۔ سلطان اپنے بھائی ملک العادل اور ان لڑکون کو لے کر روزانہ دمشق کے وسیع میدانون مین ہرن کا شکار کرنے جایا کرتا۔ اُسے ادائے حج کا بھی خیال تھا جو کہ مسلمانون کا بہت بڑا فریضہ سمجھا جاتا ہے اور اُسے یہ بھی خواہش تھی کہ ایک دفعہ مصر اور جائے جو اسکی ترقی کی سیڑھی تھا لیکن وقت گزرتا گیا۔ حاجی عرب سے لوٹ بھی آئے اور وہ دمشق ہی مین اپنے گھر کے امن و امان سے خوشیان مناتا رہا۔

۲۰ فروری (۱۵ صفر ۵۸۹ھ) کو جمعہ کے روز بہاؤ الدین کو ہمراہ لیکر وہ حاجیون کے قافلے کے استقبال کے طور پر شہر سے باہر گیا تھا۔ پچھلے کچھ دنون سے کچھ اسکی طبیعت بھی اچھی نہ تھی۔ موسم برشگال تھا۔ اور سخت بارش کے بعد سڑکین پانی سے بھری ہوئی تھین۔ غلطی سے اپنا گرم لبادہ بھی پہننا بھول گیا تھا۔ اس بد احتیاطی کی وجہ سے رات کو بخار آگیا۔ دوسرے دن دسترخوان پر اپنے دوستون کے ساتھ کھانا کھانے بھی نہ آیا۔ بعض لوگون نے جب بیٹے کو باپ کی جگہ بیٹھا دیکھا تو

ادنیٰ عرضی گزار بھی اپنی مراد کو پہونچتا تھا اور اس کی فیاضی کی یہ صورت تھی کہ محاصرہ عکہ کے وقت بارہ ہزار

(بسلسلۂ نوٹ صفحہ ماسبق) آنکھوں مین آنسو بھر لاے اور بدشگونی سمجھے۔ سلطان کی روز بروز حالت بدتر ہونے لگی۔ سر درد سے پھٹا جاتا تھا اور اندر ہی اندر اسے سخت تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔ بخار نے بدن کی جلد کو خشک کر دیا اور کمزوری بڑھتی چلی گئی۔ نوین دن بحران کی حالت ہوگئی اور غفلت سی پیدا ہوگئی اور حالت ایسی نازک ہوگئی کہ دوا بھی پیٹ مین نہین جا سکتی تھی ہر شب کو بہاؤ الدین اور وزیر الفاضل سلطان کو دیکھنے جاتے یا کم سے کم یہ سننے جاتے کہ طبیبون کی کیا راے ہے اور کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ آنکھون مین آنسو بھرے گریہ کو ضبط کیے ہوے باہر آتے کیونکہ ہر وقت ڈیوڑھی پر مجمع لگا رہتا تھا کہ اندر سے آنیوالون کے چہرے دیکھکر اپنے آقا کی طبیعت کا اندازہ کر سکین۔ اتوار کے روز بیمار ہونے کے دسوین دن۔ دوا سے کسی قدر افاقہ معلوم ہوا۔ مریض نے آش جو کا ایک جرعہ پیا اور پسینہ بدن سے بہت خارج ہوا۔ بہاؤ الدین لکھتا ہے کہ "یہ حالت دیکھکر ہم نے خدا کا شکر ادا کیا اور ہلکی طبیعت لیے باہر آئے" لیکن افسوس یہ مریض کی اخیر کوشش تھی۔ سہ شنبہ کی رات کو وفادار کاتب (سکریٹری) بہاؤ الدین ابن شداد اور وزیر (الفاضل) اندرون قلعہ طلب کیے گئے لیکن انھون نے سلطان کو نہین دیکھا جسکی حالت تیزی کے ساتھ گرتی جاتی تھی۔ شیخ ابو جعفر امام کلاسہ رات کے وقت نزدیک بیٹھے قرآن پاک پڑھ رہے تھے اور اس وقت محض خالی الذہن تھے جب شیخ ان کلمات پر پہونچے ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو عالم الغیب والشہادۃ۔ ھو الرحمن الرحیم سلطان نے سُن کر آہستہ سے کہا "صحیح ہے" اور جب یہ الفاظ انکی زبان پر آئے کہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت تو مرنے والے نے تبسم کیا اور اسکا چہرہ چمک اُٹھا اور جان پاک جان آفرین کے سپرد کی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

یوم چہار شنبہ کو تباریخ ۲۷ صفر ۵۸۹ھ (۴ مارچ ۱۱۹۳ء) بعد نماز صبح سلطان نے وفات پائی۔ یہ ایسا روز تھا کہ خلفاے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی وفات کے بعد سے آج تک اسلام و مسلمین پر ایسا روز نہین گزرا تھا۔ تمام عالم پر وحشت عظیم طاری ہوئی اور لوگ تمنا کرتے تھے کہ کاش ہم سلطان پر سے جو اپنی جانون سے بھی زیادہ ہمین عزیز تھا فدا ہو جاتے۔ وفات کے قریب اسکا سن ۵۷ سال کا تھا ([illegible]) لین پول نے ۵۵ سال لکھے ہین جو شمسی سال کے حساب سے صحیح ہین) اور مصر و سوریا مین اس نے ۲۶ برس حکومت کی تھی۔ انتقال کی خبر سُنکر تمام لوگ حاضر ہو گئے اور جنازے کے ساتھ ساتھ روانہ ہوے اور قلعہ دمشق کے باغ کی بارہ دری مین عصر کے وقت اُسی مقام پر دفن کر دیا جہان وہ مریض رہا تھا۔ "جو تلوار جہاد مین اسکے زیب کمر رہی تھی آج اُسکے برابر رکھدی گئی اور وہ جنت مین اپنے ساتھ لے گیا"۔ اس نے ہر چیز خرچ کر دی تھی حتیٰ کہ دفن کفن کے واسطے قرض لینا پڑا اور لکڑیان تک جو قبر مین لگائین قرض لی گئین تمام مراسم تجہیز و تکفین اس سادگی سے ادا ہوے جیسے کہ ایک غریب آدمی کے جنازے کے ساتھ ہوتے ہین۔ قبر پہلک دھاری دار ردا ڈالدی گئی۔ کسی شاعر کو مرثیہ کہنے یا کسی واعظ کو تقریر کی اجازت نہ ملی۔ جب لوگون نے جو ڈیوڑھی پر

گھوڑے اُس نے تقسیم کیے اور موت کے وقت صرف ستائیس درہم اور ایک دینار اسکے خزانہ میں نکلا۔ اسکی

(بسلسلۂ نوٹ صفحۂ ما سبق) انبوہ در انبوہ کھڑے تھے جنازے کو دیکھا ایک آواز گریہ و بکا بلند ہوئی۔ لوگون پر اسقدر ہجوم الم تھا کہ اُنکی زبان سے کوئی دعا تک ادا نہین ہوسکتی تھی۔ خاموشی کے ساتھ جنازے کو لیے ہوے روتے چلے جاتے تھے۔ کوئی تھا جس کی آنکھین خشک ہون اور کم ایسے تھے جو چلا کر نہ روتے ہون۔ اسکے بعد ہر شخص اپنے اپنے گھر چلا گیا اور ماتم مین مکان کے دروازے بند کرکے اندر بیٹھ گیا اور صرف خاموشی اور سنسان سڑکین بتاتی تھین کہ لوگون پر کس قدر عظیم صدمہ ہے۔ صرف کاتب بہاء الدین ابن شداد اور سلطان کے اہلبیت قبر پر قرآن خوانی کرنے گئے اور وہین رو رو کر اپنے دل کی بھڑاس نکالی۔ دوسرے دن لوگون کا مزار پر مجمع ہوا جو روتے جاتے اور قرآن پڑھتے جاتے اور خدائے جل و علا سے دعا کرتے تھے کہ اس زیر زمین سونے والے کو اپنے جوار رحمت مین جگہ عطا فرمائے۔ اہل بیت مین ایک دُکھیا محبت کی ماری بہن بھی تھی جسے "ست الشام" کہتے تھے اس نے مرحوم بھائی کے لیے اپنی جیب خاص سے بہت کچھ صدقہ اور خیر و خیرات کی ملک الافضل نے عزاداری کی۔ کاتب عماد الدین نے اسکے غم مین دو سو تیس شعر کا ایک مرثیہ لکھا ہے جسمین سے چند شعر یہ ہین۔

شمس الهدی والملک عم شتاته	والدهر ساء واقلعت حسناته	این الذی عنت الملوک لباسه	ذلا ومنها ادرکت ساداته
این الذی مذ لم یزل مخشیة	مرجوة رهباته وهباته	اعلال اعناق العدا اسیافه	اطواق اجیاد الوری مناته
این الذی کانت له طاعاتنا	منا ولله وله به طاعاته	لم یجد تدبیر الطبیب کم فکر	احدثت لطبا له هوته میراته
بالله این الناصر الملک الذی	لله خالصة صفت نیاته	من فی صدور الکفر صدق قناته	حتی تواترت بالصیام فناته
این الذی مازال سلطانا لنا	یرجی نداه وتتقی سطواته	فی نصرة الاسلام یسهر دائما	لیطول فی روض الجنان سباته

لا تحسبوه مات شخص واحد فممات کل العالمین مماته

دوسرا سال ابھی ختم نہین ہونے پایا تھا کہ سلطان کی لاش کو اُسکے لڑکون مین سے کسی لڑکے نے مسجد بنی امیہ کے متصل اس خانقاہ مین جو کلاسہ کی جانب شمال واقع ہے لیجا کر دفن کیا جہان وہ اب تک زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ اس مزار پر سلطان کے رفیق شعار روز یر الفاضل نے جو اپنے آقا کے تھوڑی ہی مدت بعد خود بھی رہگرا ے عالم جاودانی ہوا یہ کتبہ تحریر کیا تھا "اے خدا۔ اس روح کو اپنی جوار رحمت مین جگہ دے اور اسکے لیے جنت کے دروازے وا فرمادے جو اسکی وہ آخری کامیابی ہوگی جس کے لیے وہ متمنی رہتا تھا"۔

ابن خلکان لکھتا ہے کہ "مین اس خانقاہ مین کلاسہ کی طرف کے پھاٹک سے داخل ہوا اور قبر پر تھوڑا کلام مجید پڑھکر مین نے دعا کی کہ خدائے بزرگ برتر صاحب قبر پر رحمت فرمائے۔ دربان نے مجھے ایک گٹھری دکھائی جسمین صلاح الدین کے کپڑے رکھے ہوے تھے۔ مین نے اسمین ایک چھوٹا زرد رنگ کا کرتہ دیکھا جسمین زرد کف لگے ہوے تھے۔ مین نے دعا کی کہ خدا اسکی برکت سے مجھے محروم نہ فرمائے"۔

موت اسکی حیات سے زیادہ سبق آموز تھی۔ یہ دیکھکر کہ اب وقت اخیر ہے اس نے اپنے علمبردار کو نزدیک

(بسلسلہ نوٹ صفحہ ماسبق) طبیب دانا عبداللطیف کسی قدر دلکھائی کے ساتھ لکھتا ہے کہ اسکے علم مین صرف اسی ایک بادشاہ
کی ایسی نظیر تھی جسکے لیے واقعی رعایا نے ماتم کیا ہو۔ صلاح الدین کے اثر و مقبولیت کا گروہ محبت تھی جو اُسے اپنی رعایا کے ساتھ
تھی۔ جو شئے دوسرے لوگ خوف، سختی اور تجمل شاہانہ سے حاصل کرتے ہین اس نے رافت و مہربانی سے حاصل کی تھی۔ اسکے
وہ یادگار زمانہ الفاظ جو مرنے سے کچھ ہی مدت پہلے اس نے اپنے نہایت درجہ عزیز لڑکے ملک الظاہر سے اپنے ایک صوبہ کی
حکومت پر جانے کے لیے رخصت کرتے وقت کہے تھے اُسکے اثر و قوت کے منشاء حقیقی کو ظاہر کرتے ہین۔

اُس نے یہ وصیت کی کہ "اے میرے لڑکے مین تجھے خدائے بزرگ و برتر کے سپرد کرتا ہون جو تمام خوبیون کا سرچشمہ ہے
اسی کی مرضی کے موافق کام کرو کیونکہ اسی مین فلاح ہے۔ لوگون کی خونریزی سے اجتناب کرو۔ یہ کوئی بھروسہ کی چیز
نہین ہے کیونکہ کشتون کا خون کبھی چین سے سونے نہین دیتا۔ لوگون کے قلوب اپنے ہاتھ مین لینے کی کوشش کرو اور
انکی فراغ بالی پر نظر رکھو کیونکہ صرف انھین کے چین و آرام کے لیے خدا نے تمھین اور مجھے مقرر کیا ہے۔ اپنے امیرون
وزیرون اور ارکان دولت کے قلوب اپنے قبضہ مین کرنے کی کوشش کرو۔ میری جو کچھ عظمت تم دیکھتے ہو اسکی وجہ
یہی ہے کہ مین نے لوگون کے دلون کو نرمی اور ملاطفت سے اپنا گرویدہ کیا ہے"۔ کریم النفسی اسکی طبیعت کی خصوصیت
اعظم تھی۔ ہم اسکے ہم عصر واقعہ نگارون کی تصانیف مین اس شئے کو تلاش کرتے ہین جو عام طور پر بادشاہون مین
پائی جاتی ہے یعنی تجمل و شکوہ شاہانہ۔ مگر کہین نظر نہین آتی۔ اسکا ذکر نہ کرنے کی صرف وجہ یہی ہے کہ لوگون مین جو
کچھ اسکی منزلت تھی وہ اُس محبت کی وجہ سے تھی جو خوف و دہشت کو دور کردیتی ہے۔ اسی طرح تزک و شاہانہ طمطراق
کا بھی کہین پتہ نہ تھا۔ بجاے اسکے کہ وہ دربار مین اکڑکے بیٹھتا اور اونیٰ ادنیٰ مراسم و آداب و شاہانہ پر لحاظ رکھتا
ہم دیکھتے ہین کہ کوئی بادشاہ اتنا خوش اخلاق نہین ہوسکتا جتنا کہ یہ تھا اور کسی کے پاس اسکی رعایا اس آسانی سے
باریاب نہین ہوسکتی تھی جیسے کہ اسکے یہان پہونچ سکتی تھی وہ پسند کرتا تھا کہ اسکے جلسے مین دانشمندانہ بحث و مباحثہ
کرتے والے رہین اور وہ خود بھی بہت دلچسپ باتین کرتا تھا۔ وہ عربون کی قدیم روایات اور اُنکے بہادرون کے
کارنامون سے اور انکی گھوڑیون کی نسلون سے خود بھی بہت واقف تھا۔ اسکی عام ہمدردی اور بے لوث تعلقات نے
ہر ایک کو مطمئن کردیا تھا اور بجاے اسکے کہ وہ لوگون کو آزادی کے ساتھ گفتگو کرنے سے منع کرتا وہ اسقدر آزادی کے
کلام کرنے کی اجازت دیتا تھا کہ بعض وقت خود اسکی آواز انکی آوازون مین گم ہو جایا کرتی تھی۔ پُرانی وضع کے درباری بیشک
افسوس کرتے ہونگے کہ اس زمانہ مین نورالدین کے دربارون کی سی سختی آداب نہین پائی جاتی جبکہ ہر ایک آدمی ایسا خاموش
نظر آتا تھا کہ گویا اسکے سر پر چڑیا بیٹھی ہوئی ہے اور جبتک کلام کرنے کی اجازت نہین ملتی تھی زبان سے ایک حرف
نہین نکال سکتا تھا۔ صلاح الدین کے دربار مین ہر طرف نہایت پرجوش تقریر کرتے ہوے لوگ نظر آتے تھے اور ایک

بلا کر کہا "ایام جنگ مین تم میرے علم بردار رہا کرتے تھے آج میری موت کے دن بھی تمھین میرا جھنڈا اوٹھانا - یہ میرا کفن لو

(سلسلۂ نوٹ صفحۂ ماسبق) ایسی ہماہمی رہا کرتی تھی جو بادشاہون کے درباروں مین کہین نظر نہین آتی تاہم ہر شے کے لیے حدود مقرر تھین جس سے کوئی شخص سلطان کی موجودگی مین تجاوز کرنے کی ہمت نہین کر سکتا تھا۔ کوئی نامناسب تقریر وہ روا نہین رکھتا تھا اور نہ اس بات کی مجال تھی کہ کوئی شخص چھچھورپنے کے ساتھ کوئی امر خلاف ادب یا کسی کی شان کے خلاف کر سکے وہ خود نہ کبھی اپنی زبان سے کسی کے لیے بُرے الفاظ استعمال کرتا تھا اور نہ دوسرون کے لیے روا رکھتا تھا سخت سے سخت اشتعال کے موقع پر بھی وہ اپنی زبان پر سخت قابو رکھتا تھا۔ اور یہی قابو اُسے اپنے قلم پر بھی حاصل تھا۔ کوئی نہین کہہ سکتا کہ اُس نے کسی مسلمان کے لیے کوئی سخت کلمہ لکھا ہو۔

بغداد کے مشہور و معروف طبیب عبد اللطیف نے پہلی مرتبہ جو سلطان صلاح الدین کو دیکھا اور جو اثر اسپر پیدا ہوا اُسے مختصر الفاظ مین یون بیان کرتا ہے: "مین نے اُسے ایک عظیم الشان بادشاہ پایا جسکی صورت دیکھنے سے دلون مین محبت و عظمت پیدا ہوتی تھی۔ جسکے پاس ہر کوئی جا سکتا تھا۔ جو نہایت درجہ ذکی و فرلیس تھا اور جو سرتاپا مکرمت و شریف خیال تھا۔ جتنے لوگ اسکے قریب آتے اسکی ذات کو اپنے لیے ایک قابل تقلید نمونہ سمجھتے ...... پہلی مرتبہ شب کو جب مین اُسکے پاس حاضر ہوا تھا تو مین نے دیکھا کہ علما کی ایک بہت بڑی جماعت اُسے گھیرے ہوے مختلف علوم پر بحث کر رہی ہے اور وہ نہایت مسرت سے سب سنتا جاتا ہے اور انکی تقریر مین خود بھی حصہ لیتا جاتا ہے۔ کبھی وہ محافظت قلعہ جات اور مورچہ جات پر گفتگو کرتا اور کبھی مسائل فقہ پر کلام کرتا تھا اور اسکی تمام تقریر جدت خیال و ذکاوت سے مملو تھی۔ اس زمانہ (یعنی ۱۱۹۱ء) مین مورچہ جات یروشلیم کے استحکام مین نہایت مصروف تھا اور بذات خود کام کی نگرانی کرتا تھا حتی کہ پتھر تک اپنے کندھون پر لیجاتا تھا۔ ہر شخص امیر و غریب حتی کہ عماد الدین کاتب اور قاضی الفاضل تک اسکی تقلید کر رہے تھے۔ فجر کے وقت سے وہ گھوڑے کی پیٹھ پر نظر آتا اور دوپہر تک خود نگرانی کرتا رہتا..... اور پھر تیسرے پہر سے رات تک مصروف رہتا اور شعلون کی روشنی مین مکان لوٹ کر آیا کرتا تھا۔ اسکے بعد وہ رات کا ایک بہت بڑا حصہ دوسرے دن کے کامون کے انتظامات مین صرف کرتا"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان کا میل جول لوگون کے ساتھ کیسا تھا۔ اسکی تمام زندگی نہایت سادی پر از مشقت و محنت اور مرتاضانہ تھی۔ جب اُسے ایک نہایت خوبصورت شاہانہ دکھایا گیا جو اسکے لیے دمشق مین تیار ہوا تھا تو اس نے بمشکل ادھر آنکھ اُٹھا کر دیکھا اور یہ کہا "ہم یہان ہمیشہ قیام کرنے کے لیے نہین آئے۔ یہ مکان اس شخص کے کام کا نہین ہے جسکے ہر وقت پیش نظر موت رہتی ہے۔ ہم یہان صرف خدا کی تابعداری کرنے آئے ہین" عیش و آرام و تکلفات سے اسے نفرت تھی۔ ایکمرتبہ جب اُس نے دیکھا کہ اسکا ایک لڑکا ایک جاریہ کے شغف مین اسقدر مبتلا ہے کہ اپنے فرائض تک سے غافل ہو گیا ہے تو اس نے اس عیش پسند شہزادے کو سخت سرزنش کی اور عورت سے جدا کر دیا۔

اور ایک نیزے پر لپیٹ کر دمشق کے اطراف واکناف میں پھراؤ اور یہ ندا کرتے جاؤ کہ دیکھو یہ مشرق کا بڑا بادشاہ

(بسلسلۂ نوٹ صفحہ ماسبق) بہاؤالدین کہتا ہے کہ "ہمارا سلطان نہایت شریف النفس تھا۔ مہربانی اسکے چہرے سے ٹپکی پڑتی تھی وہ نہایت مہذب اور حد درجہ خوش خلق تھا"۔ تمام تاریخیں اسکی نیکی کی داستانوں سے بھری پڑی ہیں۔ اس زمانہ میں جبکہ نوکروں کو مارنا پیٹنا ایک عام دستور تھا وہ یہ نہیں برداشت کر سکتا تھا کہ اسکا کوئی نوکر پیٹا جائے۔ اگر وہ اسکا روپیہ چرا لیتے تو وہ انھیں موقوف کر دیتا لیکن کوڑے سے اُسے نفرت تھی۔ اسکی رواداری شفقت وتحمل کی کوئی حد نہ تھی اور نہ کبھی اس نے کسی قسم کے تبختر سے کام لیا۔ بہاؤالدین نہایت ہیبت و شرمندگی سے یہ واقعہ بیان کرتا ہے کہ کس طرح وہ دونوں ایک بار بارش کے دن یروشلیم میں سوار جارہے تھے اور اسکے خچر کے پیروں سے کیچڑ کی چھینٹیں اوڑاوڑ کر سلطان کے کپڑوں کو خراب کرتی جاتی تھیں لیکن صلاح الدین صرف ہنس دیتا تھا اور اپنے سکرٹری کو جو شرمایا جارہا تھا کسی طرح پیچھے چلنے نہیں دیتا تھا۔ ایکمرتبہ کا اور واقعہ ہے کہ کسی نوکر نے ایک جوتا اس طرح پھینکا کہ سلطان کے لگتے لگتے رہگیا لیکن اُس نے مسکراکر دوسری طرف منھ پھیر لیا گویا کہ اسے دیکھا ہی نہیں۔ ایک بڈھے مملوک نے ایسے وقت میں جبکہ یہ ماندگی سے چور چور تھا ایک عرضی لاکر پیش کی لیکن بجائے اسکے کہ کچھ برہم ہو فوراً خود قلم دوات لاکر اُسکی درخواست کو منظور کر دیا۔ جب وہ دربار کرتا تو عرضی گزار اسطرح اُسے آکر گھیر لیتے کہ گویا اوپر چڑھے بیٹھتے ہیں اور کبھی کبھی اسکے کپڑے بھی کچل دیتے۔ لیکن یہ ہر ایک کی عرضی خود اپنے ہاتھ میں لیتا جاتا اور انکی فریادرسی کرتا اور کوئی خالی ہاتھ نہ جاتا۔ ہر روز اسکے پاس بہ تکلیف دہ کاغذات آتے اور یہ ایک وقت نکال کر سکرٹری کے ساتھ ان تمام کاغذات کو دیکھتا اور ہر اک پر مناسب موزوں جواب بات لکھتا جاتا۔

دوشنبوں اور پنجشنبوں کو وہ عدالت کی کرسی پر بیٹھتا اور اجلاس پر قاضیوں اور فقیہوں کو موجود رکھتا اور جو کوئی آتا اسکے حق میں انصاف کرتا۔ عدالت کے سامنے نہ تو خود کوئی خاص امتیاز اپنے لیے رکھتا اور نہ دوسروں کے ساتھ برتتا اور اگر کوئی شخص کسی شہزادے پر یا خود سلطان پر مقدمہ دائر کرتا تو اس شہزادے کو عام مدعا علیہ کی طرح قاضی کے سامنے حاضر ہوکر قانون کے حکم پر عمل کرنا پڑتا اور خود بھی ایسا ہی کرتا۔ لیکن اگر سلطان مقدمہ جیت جاتا تو ہارے ہوے مدعی کو خلعت دے کر اسکے اخراجات ادا کرتا اور خوش خوش اور سنجھ گھر واپس کرتا۔ ایسے منصف مزاج بادشاہ سے کوئی شخص سختی کا اندیشہ نہیں کرسکتا۔ باوجود ان سب باتوں کے مذہبی جنگ کے موقع پر نہایت سخت بلکہ سنگدلی کی حد تک نظر آتا۔ مقتولین اور وہ بھی خاصکر جمعیت ہسکلپیس کے مقتولین کی فہرست کو دیکھنے سے معلوم ہوتا کہ کس طرح مذہب[۱] کے اثر سے نیک سے نیک آدمی بھی سخت دل ہوجاتا ہے۔ لیکن اسکی ہمیشہ حالت ایسی نہ تھی مثلاً ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کس طرح ایک عیسائی قیدی سلطان کی حضوری میں تھرتھراتا ہوا پیش کیا گیا اور جب سامنے آیا تو بیساختہ چلا اٹھا کہ جنگ میں نے اسکے چہرے کو نہیں دیکھا تھا میں خوف سے بیخود تھا لیکن اب جبکہ اُسکی صورت دیکھی تو مجھے

[۱] یہ مسٹر لین پول کی راے ہے۔ ہمارے خیال میں یہ مذہب کا اثر نہیں ہے بلکہ جنگ کی مجبوریاں لامحالہ ایسا کراتی ہیں۔

آج مر رہا ہے اور سوائے اس ذرا سے کفن کے قبر میں اپنے ساتھ کچھ نہیں لے جاتا ہے[1]"

(بسلسلۂ نوٹ صفحہ ماسبق) یقین ہو گیا کہ یہ مجھے کوئی ضرر نہیں پہونچائے گا" چنانچہ وہ آزاد کر دیا گیا اور اپنے گھر چلا گیا۔

ان صفحات میں اسکی رحمدلی اور رقیق القلبی کی چند مثالیں بیان کی گئی ہیں لیکن یہ ابھی اور بہت سی بیان کی جا سکتی ہیں۔ ایک عیسائی عورت کا ایک عجیب درد ناک واقعہ ہے جو عکہ میں صلیبیوں کے کیمپ سے اپنے چھوٹے سے بچہ کو جسے مسلمان سپاہی اٹھا لائے تھے ڈھونڈتی ہوئی آئی تھی۔ پہرے کے سپاہیوں نے راستہ دیدیا بلکہ یہ کہکر سلطان کے پاس لیگئے کہ "وہ بہت رحمدل ہے"۔ عورت نے سلطان سے فریاد کی صلاح الدین پر اس واقعہ کا ایسا اثر پڑا کہ اسکی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اس نے تمام کیمپ چھنوا ڈالا یہانتک کہ لڑکی مل گئی اور ماں کی گود میں دیدی گئی اور ماں بیٹی دونوں غنیم کی حدود تک پہونچا دی گئیں۔ بچوں کی محبت اسکے خصائل کا ایک نہایت لطیف جزو تھا۔ ہر یتیم بچے کو وہ سمجھتا تھا کہ اسکی خاص پرورش میں ہے۔ خود اپنے چھوٹے بچوں سے بھی اُسے بیحد محبت تھی۔ مسٹر لین پول کہتے ہیں کہ اسکی بی بیوں کا حال ہم نے کہیں نہیں پڑھا[1]۔ مشرقی شرفا اپنی بی بیوں کا ذکر نہیں کرتے لیکن اکثر جگہ کتابوں میں یہ مذکور پایا گیا ہے کہ اپنے بچوں کے ساتھ وہ کس طرح جی بہلایا کرتا تھا۔ وہ یہ نہیں روا رکھتا تھا کہ اُسکے بچے خونریزی کے مناظر دیکھیں۔ یہ ایک ایسی احتیاط تھی جو مسٹر موصوف کہتے ہیں کہ ہماری نگاہ میں کوئی نئی نہیں معلوم ہوتی لیکن اُس زمانہ میں اسکی مثالیں شاذونادر نظر آتی ہیں۔ سلطان کہا کرتا تھا کہ "یہ لڑکے ابھی بچے ہیں میں نہیں چاہتا کہ یہ خونریزی کے عادی ہوجائیں یا لوگوں کی جان لینے میں مسرت حاصل کرنے لگیں"۔ وہ خود ہی بیٹھکر انھیں پڑھایا کرتا تھا اور انکے ننھے ننھے دلوں میں چند مذہبی عقائد و مسائل بٹھانے میں اُن سے بھی زیادہ شاید خود اسے مسرت ہوا کرتی تھی کیونکہ تمام امور سے بالاتر سلطان صلاح الدین اپنے مذہب میں نہایت پکا مسلمان تھا۔ اسکا مذہب ہی صرف اسکی دنیا تھی یہی اک ایسی شے ہے جس میں وہ نہایت پرجوش تھا۔ مذہب کے لحاظ سے وہ نہایت پکا سُنّی تھا جسمیں سادگی استقامت اور خلوص کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ اسلام اپنے اصلی معنی میں اور اپنے ماننے والوں کے لحاظ سے

---

[1] مسٹر لین پول ایک نوٹ میں لکھتے ہیں کہ صلاح الدین کی بی بیوں میں سے صرف ایک ہی بی بی ملکہ عصمۃ الدین کا نام جانتے ہیں جو دمشق کے مشہور و معروف وزیر انر کی بیٹی تھی۔ سلطان نورالدین نے ۱۱۴۷ء میں پہلے اس سے شادی کی تھی۔ اسکی وفات کے بعد ۱۱۷۶ء میں صلاح الدین کے حبالہ عقد میں آئی۔ گو اس کی عمر اس وقت کم سے کم ۴۵ سال کی تھی لیکن کہا جاتا ہے کہ ۱۱۸۲ء میں حمل سے تھی۔ اسکی تمام اولادیں اسکے سامنے ہی مر گئیں اور ۱۱۸۵ء میں خود اس کا بھی انتقال ہو گیا۔

ست الشام خواہر صلاح الدین کی طرح اس نے بھی مسجدیں تعمیر کرائی تھیں۔ صلاح الدین نے اپنی وفات کے وقت سترہ لڑکے اور ایک چھوٹی لڑکی چھوڑی اور چند بچے اسکے پہلے ہی انتقال کر چکے تھے (منقول از تاریخ عبدالباسط و عماد الدین فی تاریخ البوشامہ ص ۔۔۔)

مگر ناظرین کو چاہیے کہ اس مسلمان بادشاہ کی خوبیون کے جھوٹے اور ابلہ فریب اثر سے دھوکے مین نہ آجائین اس مین شک نہین کہ جو شہرت اسے حاصل ہوئی اس کا وہ ضرور مستحق تھا لیکن باین ہمہ وہ ایک قسم کے تعصب و دنائت[عه] کا مجموعہ تھا اور گو اپنے معاصرون کے مقابلہ مین جو اس سے زیادہ مقدس بن کر شیخی مارا کرتے تھے اس کا مرتبہ اعلے و ارفع سمجھا جائے لیکن اگر کسی مذہب عیسوی کے سچے پیرو کی خوبیون سے مقابلہ کیا جائے تو زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ مسلمان ہو کوئی یا کافر بت پرست کبھی کبھی اسمین ایسی خوبیان جلوہ گر نظر آہی جاتی ہین جنھین دیکھکر خواہ مخواہ تعریف کرنے کو جی چاہتا ہے لیکن یہ صرف انجیل[عه] مقدس کی کایا پلٹ کر دینے والی طاقت سے ممکن ہے کہ غسل اصطباغ حقیقی و تجدید روح القدس کے اثر سے انسان وہ شمائل حاصل کرے جنھین خداوند جل و علے نظر استحسان سے ملاحظہ فرمائے گا اور یاد رکھو کہ جس طرح بت پرست کافرون یا مسلمانون کے لیے اس

دلسلسلہ نوٹ صفحہ ماسبق) جیسا کہ صلاح الدین تھا ایک ایسا مذہب ہے جسمین شریفانہ سادگی اور سخت اتیہار نفس پایا جاتا ہی[عه] یہ کہنا کہ وہ اپنے مذہبی فرائض کے ادا کرنے مین نہایت پابند تھا بہت کم ہے۔ دوران جنگ کی وجہ سے دو مرتبہ رمضان شریف کے روزے اس سے قضا ہو گئے جنکے ادا کرنے کا اس نے بعد مین قصد کیا تھا اور کیا عجیب ہے کہ اسی اداے قضا کی وجہ سے اسکی موت نے عجلت کی ہو۔ اسکے اکثر بیمار رہنے اور سخت محنت و جانفشانی کرنے کی وجہ سے روزے اسکے لیے مضر صحت ہو گئے تھے۔ اسکے طبیبون نے بھی منع کیا تھا لیکن اس نے نہین سُنا اور اپنی عمر کے اخیر سال جب کہ وہ یروشلیم مین تھا اس مذہبی فریضہ کے ادا کرنے مین اصرار کرنے کی وجہ سے اسکے جثہ مین کمزوری پیدا ہو گئی جس نے خطرناک بخار سے مقابلہ کرنے کے لائق نہ رکھا۔ کوئی شخص اپنی پنج وقتہ نماز اور ہفتہ وار مسجد مین جاکر نماز جمعہ ادا کرنے مین اس سے زیادہ پابند نہ تھا حتیٰ کہ اسوقت بھی جبکہ سخت بیمار تھا امام کو اپنے مقام پر بلواتا اور زبردستی کھڑے ہونے اور نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے اپنے آپ کو مجبور کرتا۔ اُسے لوگون کو پاس بلاکر قرآن پاک پڑھوانا اچھا معلوم ہوتا تھا لیکن ان پڑھنے والون کے لیے ضرور تھا کہ عمدہ قاری بھی ہون۔ صلاح الدین خاموشی کے ساتھ قرآن پاک سُنتا رہتا یہان تک کہ اس کا دل نرم ہو جاتا اور آنکھون سے رخسارون پر آنسو بہنے لگتے۔ اسکی طبیعت مین یہ عورتون کی سی کمزوری[عه] تھی لیکن باین ہمہ اسکی پرجوش دل کی اکس طبیعت ایسی پسندیدہ تھی

[عه] مسٹر لین پول کے ان الفاظ کو پڑھکر عیسائیون کو چاہیے کہ ذرا جرأت کر کے اپنی نگاہ پر سے تعصب کے پردے اُٹھائین اور پھر اسلام کی خوبیون پر نظر ڈالین۔ اگر ایسا کرینگے تو وہ لین پول سے زیادہ اسلام کے محامد دیکھین گے اور بیان کرینگے ۱۲۔

[عه] جس شے کو مسٹر لین پول کمزوری کہتے ہین وہ عین اثر ایمان تھا۔ کلام الٰہی کو سُن کر صرف اُنھین لوگون کے دل نہین پگھلتے جن پر مہر لگادی گئی ہے۔ قرون اولی مین جب عرب کے بادیہ گرد آ آکر قرآن سنتے تھے تو ان کے چہرے آنسوؤن سے تر ہو جاتے تھے یہی وہ عرب تھے جنھین عیسائی مورخ جوش مذہبی مین دیوانہ کہتے ہین اور جن کی تلوار نے قاف سے قاف تک اسلام کا نام مشہور کر دیا صفات ان لوگون کی ہین جنھین خدا نے مذاق و برتر نعمت ایمان عطا کی ہے دوسرے لوگ اسے کیا سمجھین اور کیا جانین ۱۲

امر کی ضرورت ہے اُسی قدر ان عیسائیون کے لیے بھی اس کی ضرورت ہے جو محض برائے نام عیسائی کہلاتے ہین۔

(بسلسلۂ نوٹ صفحہ سابق) بلکہ باوجود اسکے لوگ اس سے محبت کرتے تھے۔ "وہ نہایت منکسر مزاج و سراپا رحم تھا اور بہت جلد اسکی آنکھون مین آنسو آجایا کرتے تھے۔

اُسے اس بات کا بہت صدمہ رہا کہ فریضۂ حج نہین ادا کر سکا لیکن وہ حاجیون کا ہمیشہ سرپرست رہا ہے۔ اسکے ابتدائی سلطنت کے کامون مین ایک کام یہ بھی تھا کہ اُس نے وہ سخت محصول معاف کر دیا جو صدیون سے حاجیون پر بار پڑ رہا تھا اور اخیر مرتبہ جب وہ عام طور پر باہر نکلا تھا تو واپس آنے والے حاجیون کے استقبال مین نکلا تھا۔ جب حاجیون نے آکر اسے سلام کیا تو معلوم ہوتا تھا کہ خوشی سے اسکا چہرہ کتنا تمتایا ہوا ہے۔ اسکے بعد صرف ایک ہی ہفتہ اسکی زندگی اور باقی تھی۔

کسی شے مین سلطان نے اتنا مذہبی جوش مستعدی کے ساتھ نہین ظاہر کیا جتنا کہ جہاد مین جو مسلمانون کے خاص اور اعلےٰ فرائض مذہبی مین سے ہے۔ فطرۃً صلاح الدین خونریزی کے خلاف تھا بلکہ جنگجو طبیعت بھی نہ رکھتا تھا لیکن جب کفار سے کارزار کا موقعہ ہوتا تو وہ بالکل دوسرا ہی شخص نظر آتا تھا۔ بہاؤالدین کہتا ہے کہ "مین نے کبھی اُسے دشمنون کی کثرت تعداد اور قوت سے متردد نہین دیکھا۔ وہ تمام قسم کی تدابیر جنگ کو غور سے سنتا اور حد اعتدال یا اطمینان قلب سے متجاوز ہوے بغیر انکے نتائج پر بڑی آزادی سے بحث کرتا کبھی میدان جنگ کی صفون مین وہ گھوڑے کی پیٹھ پر سوار تنہا صرف ایک غلام کے ہمراہ جایا کرتا اور کبھی گھوڑے پر سوار کھڑا ہو کر جبکہ عہدہ داران اسٹاف اُسے گھیرے رہتے تھے عین دشمنون کے مقابلہ مین بکمال اطمینان احادیث زور زور پڑھوا کر سنتا تھا۔ خدا ہی کی راہ مین جنگ کرنا اُسکی طبیعت کا جذبۂ خاص تھا۔ اسکا سارا قلب اسی خیال سے مملو تھا اور اسی کام کے لیے اس نے اپنے جسم و روح دونون کو تج دیا تھا۔ جنگ کے اخیر سالون مین وہ بمشکل کوئی دوسری بات کرتا یا دوسرا خیال بھی ذہن مین رکھتا تھا۔ اسنے اپنا تمام آرام و مسرت بی بی بچون کے ساتھ گھر مین رہنے کی خوشی سب کے سب اس خدمت پر قربان کر دیے تھے اسکے خواب و خیال مین بھی مذہبی جنگ کے وسیع ترمیدان آیا کرتے تھے جبکہ عیسائی فلسطین سے نکال دیے جا چکے ہونگے اور آگے بڑھنے کا راستہ پیدا ہو جائے گا۔ وہ اپنے سکرٹری (بہاؤالدین) سے کہتا تھا کہ وہ عیسائیون کا تعاقب کرتا ہوا سمندر پر بھی چلا جائے گا اور انھین فتح کرے گا یہانتک کہ تمام روے زمین پر ایک شخص بھی کافر باقی نہ رہے گا۔ وہ اپنے دوست سے اکثر پوچھا کرتا کہ "سب سے زیادہ شاندار موت کونسی ہے" اور وہ جواب دیتا کہ "وہ موت جو خدا کی راہ مین ہو۔" تو صلاح الدین کہتا "بس مین اس سب سے زیادہ شاندار موت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہون" جبکہ وہ محاصرۂ عکہ کے وقت ایک تکلیف دہ مرض مین مبتلا بستر پر پڑا ہوا تھا اور دسترخوان تک لوگون کے ساتھ کھانا کھانے تک کے لیے نہین آسکتا تھا۔ اسوقت بھی دشمن کے سامنے دن دن بھر گھوڑے کی پیٹھ پر سوار رہتا اور جب لوگ اسکے تحمل پر حیرت ظاہر کرتے تو وہ کہا کرتا کہ جس وقت مین گھوڑے پر سوار ہوتا ہون درد مجھسے دور ہو جاتا ہے۔ اور جب اُترتا ہون اُسوقت پھر واپس آجاتا ہے" جبتک وہ خدائے جل و علیٰ کا کام کرتا رہتا اُسے کوئی

"جبتک کہ کوئی شخص دوبارہ تولد نہو گا وہ کسی طرح خدائے جل و علےٰ کی بادشاہت کو نہیں دیکھ سکتا۔"

(نوٹ بسلسلہ صفحہ ما سبق) درد نہیں محسوس ہوتا تھا اور جب بیکار رہتا اسوقت تکلیف معلوم ہونے لگتی۔

خدا کی راہ مین جہاد پر اُس نے ۔ ہر چیز ۔ قوت و صحت ۔ بلکہ اپنی جان تک قربان کر دی ۔ اسی راہ مین اس نے اپنا خزانہ خالی کر دیا ۔ اس کی طبیعت فطرتاً داد و دہش کی طرف مائل تھی اور جب کبھی دیتا بلا پس و پیش ۔ ہاتھ کھول کرکے دونون ہاتھون سے دیتا ۔ اسی طرح جب کہ وہ غریب ہوتا اور اسی طرح جبکہ وہ امیر ہوتا ۔ روپیہ پیسہ کو وہ بالکل مٹی سمجھتا تھا اور اگر کوئی مانگتا تو انکار کرنے سے نفرت رکھتا تھا ۔ اور ہمیشہ اُس سے زیادہ دیتا جتنی کہ لوگ توقع رکھتے اور کبھی کسی سے نہ کہتا کہ "اُسے ہم پہلے دے چکے ہین" ۔ حریص بھکاریون کا اسپر ہجوم ہوتا اور لوگ ایسے نامناسب موقعون پر اُسے عرضیان دیتے کہ خود بہاؤ الدین تنگ آجایا کرتا تھا ۔ اگر اُسے اپنی حالت پر چھوڑ دیا جاتا تو اسکی جنگین روپیہ پیسہ نہونے کی وجہ سے خراب ہو جاتیں کیونکہ اسکا یہ عام قاعدہ تھا کہ کمسریٹ والے جو چیز کا دُکن والون سے خریدین اسکی قیمت ادا کر دیا کرین ۔ اسکے خزانچی ہمیشہ وقت بے وقت کے لیے خفیہ سلک خزانہ مین رکھا کرتے تھے پھر بھی سلطان کی یہ حالت تھی کہ بجائے اسکے کہ ایک غریب آدمی کو جواب دے وہ یہ بہتر سمجھتا تھا کہ اپنی اخیر جائداد بھی بیچ کر اسکے سوال کو پورا کر دے ۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ جب وہ مرا تو اسکے خزانے مین صرف ایک صوری دینار اور ۴۷ نقرئی درہم پائے گئے تھے ۔ اس نے نہ کوئی مکان چھوڑا نہ اسباب نہ کوئی الملاک زمین ۔ نہ دیہات اور نہ کسی قسم کی ذاتی جائداد ۔ ایسی عظمت و شان کا سلطان جب مرا تو تلاش مرا مشکل سے کسی شخص کی نظیر ایسی ذہن مین آسکتی ہے جسمین اس سے زیادہ ایثار نفس ہو ۔ جسکے مقاصد اس سے زیادہ اعلیٰ ہون اور جو اس سے زیادہ محبت کے لائق ہو ۔ مسٹر لین پول اخیر مین کہتے ہین کہ اگر وہ اس سے زیادہ سخت طبیعت کا آدمی ہوتا یا کسی قدر کفایت شعار اور چزرس ہوتا اور ایک خود غرض مدبر کے مانند روپیہ جمع کرنے کی احتیاط ملحوظ رکھتا تو ممکن ہے کہ وہ اس سے زیادہ مستحکم اور متحد سلطنت قائم کر لیتا لیکن وہ صلاح الدین نہوتا جو شجاعانہ فیاضی اور ایثار نفس کا نمونہ سمجھا جاتا ہے ۔

وفادار سکرٹری (بہاؤ الدین) جب اپنے آقا کی سرگذشت تمام کرتا ہے تو لکھتا ہے "مین نے اپنی سرگذشت کو اسکی موت کے دن ہی تمام کر دیا ۔ خدا کی رحمت اُسپر ہو میرا اس سے مقصد یہ تھا کہ خدائے جل و علیٰ کی رحمت کا مستحق بنون اور لوگون کو آمادہ کرون کہ صلاح الدین کی روح پر فاتحہ بھیجین اور اسکا نام نیکی کے ساتھ یاد کرین ۱۲ ۔

(منقول از "صلاح الدین" مصنفہ اسٹینلی لین پول ۔ باب ۲۲ صفحات ۳۶۵ الی ۳۶۷ و کتاب الحروب الصلیبیہ مولفہ مولانا سید علی الحریری صفحات ۳۱۴ و ۳۱۵) ۔

[۱] گبن کی تاریخ زوال سلطنت روما جلد (۱۱) صفحہ (۱۳۱) [۲] ہسٹوریا برنامہ ڈی تھیسا ویرائی باب (۱۸۱) و صلیبی محاربہ رچرڈ اول مصنفہ مسٹر ٹی اے آرچر لیکن مسٹر لین پول اس واقعہ کو پایۂ اعتبار سے گرا ہوا سمجھتے ہین (لین پول کی کتاب "صلاح الدین" باب (۲۳) صفحہ ۳۸۶) ۔

صلاح الدین کی وفات کے بعد اسکی قائم کی ہوئی سلطنت کے حصے ہوگئے۔ اسکے کئی لڑکے تھے جنہیں سے

۵۴ پادری صاحبون کی اس ہرزہ گوئی کا جواب خود انکے فقرہ اول مین موجود ہے تاہم ہم اس مقام پر انھین کے ہم مذہب مصنفون کے چند اقوال مندرج ذیل کرتے ہین :- رچرڈ ڈیویل کا روزنامچہ نگار (جلد ششم صفحہ ۴۳) ہیوبرٹ والٹر بشپ آف سالسبری کی زبانی جو سلطان صلاح الدین سے مخاطب ہو لکھتا ہے کہ "اگر حضور کے عمدہ خصائل شاہ رچرڈ کو کوئی دیسکے اور اسکی خوبیان آپ مین پیدا کرسکے تو دنیا ایسے دو بادشاہون کی نظیر نہین پیدا کرسکے گی" شاہ رچرڈ کی جو خوبیان ہین اسی ہیوبرٹ نے اپنے بیان کردی ہین کہ "دنیا بھر مین کوئی سورما ایسا نہین جو فوجی امور مین اس سے ٹکر کھا سکے - یا شجاعت و مردانگی مین اسکی برابری کرسکے" اب سلطان کی جو خوبیان ہیوبرٹ چاہتا تھا کہ رچرڈ مین بھی موجود ہوتین وہ اسکی کریم النفسی - ایثار - فیاضی ہمدردی بنی نوع انسان و رقیق القلبی تھی جو عین حضرت مسیح کی شان تھی اور جو اس محمدی مین پائی گئی تھی۔ - ان صفات کا آدمی کبھی تشخص و دنائت کا مجموعہ نہین ہوسکتا - مؤلف صاحبان کی طرف سے یہ جواب ہوسکتا ہے کہ وہ اُس زمانہ کے عیسائیون کو بھی حقیقی اور سچے عیسائی نہین تصور کرتے ہین اسلیے انھین قطع نظر کردیجیے آجکل کے عیسائیون بلکہ خود پادری صاحبان کو دیکھیے - یہ سب صفات اگر کسی مین پائیے گا تو اپنے ہم مذہب والون کے لیے محدود پائیے گا - دوسرون کے ساتھ اگر وہ عیسائی نہین ہین اُن مین سے کوئی وصف بھی اپنا جلوہ نہین دکھاتا اور تمام اوصاف مسیحی اوپر خول مین پوشیدہ نظر آتے ہین

خود لین پول (صلاح الدین صفحہ ۳۶۸ باب ۲۲ مین) لکھتا ہے کہ "کریم النفسی اسکی طبیعت کی خصوصیت اعظم تھی اسکے ہم عصر واقعہ نگارون کی تصانیف مین ہم اُس شے کو تلاش کرتے ہین جو عام طور پر بادشاہون مین پائی جاتی ہے یعنے تجمل و شکوہ شاہانہ مگر کہین نظر نہین آتی ۔۔۔۔ اسی طرح تزک شاہانہ و طمطراق کا بھی کہین پتہ نہ تھا - بجائے اسکے کہ وہ دربار مین اکڑ کے بیٹھتا اور ادنیٰ ادنیٰ مراسم و آداب شاہانہ پر لحاظ رکھتا ہم دیکھتے ہین کہ کوئی بادشاہ اتنا خوش اخلاق نہین ہوسکتا تھا جتنا کہ یہ تھا اور کسی کے پاس اسکی رعایا اس آسانی سے باریاب نہین ہوسکتی تھی جتنی کہ یہان پہونچ سکتی تھی"

جس شخص مین یہ اوصاف موجود ہون وہ سمجھ مین نہین آسکتا کہ کس منطق سے تشخص و دنائت کا مجموعہ ہوسکتا ہے ۱۲-

۵۵ افسوس ہے کہ انجیل مقدس کی وہ تعلیم ہی نہین ہے جو عیسائیون نے سمجھی ہے - انجیل خدا کی کتاب ہے اور بیشک اسکی تعلیم کایا پلٹ دینے والی ہے بشرطیکہ یحرفون الکلم عن مواضعہ کے مصداق نہو۔

۵۶ لن یلج ملکوت السموات والارض من لم یولد مرتین یعنے ہرکہ دو بار نزاید در ملکوت آسمان و زمین در نیاید یعنی ولادت اول سے اول عالم ملک مین آتا ہے اور ولادت ثانی سے عالم ملکوت مین اور جو کچھ عالم ملکوت مین ہے وہ اسرار و خزائن الٰہی ہین سو اگر عیسائی حضرت عیسیٰ کے حقیقی پیرو ہوتے تو یہ سب نعمتین نصیب ہوتین مگر انکی حقیقی تعلیم سے افسوس جسقدر یہ لوگ بعید ہین عام مسیحیون کو عام طور پر اور پادریون کو خاصکر ہے اسکے اظہار کی ضرورت نہین - اتباع حضرت مسیح جو ولادت ثانیہ کی موجب تھی انھین حاصل نہین تھی انکی خواہشات و دعاوی سب باطل ہین ۱۲

تین نے قاہرہ دمشق و حلب مین اپنی اپنی سلطنتین قائم کین لیکن اسکے بہادر و چالباز سپاہیون مین سے اکثر سپاہی صلاح الدین کے بھائی سیف الدین کے علم کے ساتھ ساتھ رہے جنکی مدد سے اس نے اپنے بھتیجون سے چھین چھان کر[۱] ملک شام مین ایک بڑی سلطنت قائم کرلی۔ یہ نازک وقت ایسا تھا کہ بیت المقدس کو اس زمانہ مین دوبارہ فتح کرلینا آسان معلوم ہوتا تھا۔[۲] پس پاپاے روم سلسطائین سوم نے جو اس زمانہ مین مسند تقدیس پاپائی پر جلوہ فرما تھا مالک عیسوی مین جنگ کے لیے لوگون کو صلاے عام دینی شروع کی لیکن سواے جرمنی کے اور کسی نے مہر سکوت کو نہ توڑا۔ جرمنی نے اس مذہبی پیشوا کی آواز پر لبیک کہا اور تمام ملک مین شمال سے لے کر جنوب تک جنگ کا ایک جوش پھیل گیا اور مذہبی اور غیر مذہبی دونون فریق نے دھوکے سے اسے جوش یزدانی تصور کرکے صلیبی مارکہ

[۱] جب صلاح الدین نے دمشق مین انتقال کیا تو اسکا بیٹا افضل اسکے ساتھ تھا۔ باپ کے مرتے ہی وہ دمشق۔ بلاد سواحل۔ بیت المقدس۔ بعلبک۔ صرخد۔ بصری۔ بانیاس۔ ہونین۔ تبنین اور تمام علاقہ داروم پر قابض ہوگیا۔ اسکا بھائی ملک العزیز چونکہ مصر مین تھا لہذا وہ وہان مصر کا بادشاہ بن گیا۔ تیسرا بھائی الظاہر حلب مین تھا وہ اسکا خود سر حکمران بن گیا جسکے ساتھ بلاد حارم۔ تل باشر۔ اعزاز۔ بہرنہ۔ سروج۔ راسے ساک اور منبج وغیرہ بھی اسکے قبضہ مین آئے۔ ملک العزیز نے چاہا کہ باپ کی پوری سلطنت پر مین ہی قابض رہون۔ لہذا اس نے ارض شام آکر دمشق پر حملہ کیا اور افضل کو محصور کرلیا۔ افضل نے تمام خاندانی حکمرانون کو اطلاع دی جو مختلف شہرون پر قابض تھے۔ سب سمجھے کہ اگر ملک العزیز نے ملک الافضل کو مغلوب کرلیا تو ہمارا بھی ٹھکانا نہ لگے گا۔ لہذا سب افضل کی مدد کے لیے اٹھ کھڑے ہوے۔ صلاح الدین کا بھائی ملک العادل سیف الدین جو علاقہ کرجستان کا بادشاہ تھا اپنی قلمرو سے۔ ملک الظاہر حلب سے۔ ناصر الدین محمد حماہ سے۔ اسد الدین شیرکوہ حمص سے غرض سب آپہونچے۔ یہ رنگ دیکھکر ملک العزیز نے انجام پر نظر ڈالی اور صلح منظور کرلی۔ چنانچہ سب کے اتفاق سے یہ طے پایا کہ بیت المقدس اور اسکے قرب وجوار کے مقامات بھی عزیز کو دیدیے جائین اور بلاد جبلہ اور لاذقیہ بھی افضل کے قبضہ سے نکال کر تیسرے بھائی ملک الظاہر کو دیدیے جائین اور ملک العادل کا جو علاقہ مصر مین تھا وہ ملک العادل کا رہے۔ سلطان صلاح الدین نے ماہ صفر ۵۸۹ھ مین انتقال کیا تھا اور ۵۹۰ھ مین اسکے بیٹون مین یہ فیصلہ ہوا۔ ۵۹۱ھ مین ملک العزیز نے پھر دمشق کا محاصرہ کیا تھا مگر اب کی شکست کھا کر واپس گیا لیکن اب ملک العزیز اور ملک العادل سیف الدین مین موافقت ہوگئی اور ملک العادل نے مع ملک العزیز کے ۵۹۲ھ مین ایک سازش کے ذریعہ سے دمشق پر قبضہ کرکے افضل کو نکال باہر کیا یون دمشق ملک العادل کے قبضہ مین آگیا اور اب صلیبیون سے لڑنے والے صرف ملک العادل اور ملک العزیز تھے جن مین سے اول الذکر دمشق اور شام مین تھا اور آخر الذکر مصر مین (منقول از نوٹ ترجمہ حروب صلیبیہ مصنفہ مسٹر کاکس و ترجمہ منشی محمد امیر مرزا صاحب لکھنوی)۔

[۲] ہسٹوریا ہسکو بائی ڈی وٹریا کو جلد سوم ۱۲۔

اختیار کیا[1] اس طور پر گویا محاربہ چہارم[2] کی ابتدا ہوئی - اسکی عمر بہت کم اور نتائج بہت بے حقیقت تھے تاہم صلیبیون کی

[1] کرونیکا آگسٹنسس (Chronica Augustensis)

[2] سلطنت ایوبیہ سلطان صلاح الدین کے زمانہ مین منتہاے عروج کو پہونچکر اب رو بانحطاط تھی تاہم ملک العادل ابھی زندہ تھا جس نے صلاح الدین کے ساتھ رہکر صلیبیون کو بہت سبق دیے تھے اور جس کا نام رچرڈ اور صلاح الدین مین صلح کرانے کے سبب سے عیسائیون مین بہت مقبول ہو چکا تھا سینٹ جان کی نائٹون نے صلاح الدین کی اولاد مین تفرقہ دیکھکر میدان خالی سمجھا اور خیال کیا کہ اس موقع پر اگر مسلمانون کا زور توڑ دیا جائے تو پھر وہ کبھی نہ اُبھر سکین گے چنانچہ پوپ سلسٹائن ثالث کی مدد سے انھون نے پھر ممالک عیسوی کو آمادہ پیکار کرنا شروع کیا اور پوپ نے وعدہ کر لیا کہ قیامت مین بڑے بڑے اجر دلوائے گا لیکن فلپ آگسٹس ہمت ہار چکا تھا - رچرڈ سٹیر دل سلطنت قسطنطنیہ کے خواب دیکھنے اور اپنی مفلس رعایا سے جزیہ حرب وصول کرنے مین مصروف تھا - جرمنی کے شہنشاہ ہنری ششم نے صرف آمادگی ظاہر کی لیکن اسکا مقصد محض فتح بیت المقدس نہین تھا بلکہ جزیرہ صقلیہ کو اپنی بی بی کے حق کی بنا پر اُسی فوج سے فتح کرنے کا خیال تھا جو مسلمانون کے مقابلہ مین تیار کر رہا تھا لیکن یہ خود میدان جنگ مین جانا نہین چاہتا تھا اس لیے اس نے امراے دولت کو فلسطین مین جہاد کرنے کے لیے روانہ کیا - یہ لوگ ارض مقدس اُس زمانہ مین پہونچے جبکہ سلطنت لاطینی باوجود ختم مدت معاہدہ التواے جنگ کے ابھی لڑائی کے لیے آمادہ نہ تھی لیکن اہل جرمنی بر سر پیکار تھے انکا اور ملک العادل کا مقابلہ ہوا مسلمانون نے یافہ پر قبضہ کر لیا اور قلعہ منہدم کر دیا گیا - صور اور صیدا کے درمیان ایک اور جنگ ہوئی جسمین مسلمانون کو ہزیمت ہوئی - عیسائیون کی ہمت اس کامیابی سے بڑھ گئی اور اُنھون نے شہر تبنین (طورون) کا محاصرہ کیا - اہل قلعہ جب تنگ ہوگئے تو اس شرط پر قلعہ حوالہ کر دینے کے لیے آمادہ ہوگئے کہ انھین بلا دِ اسلامی مین چلے جانے کا راستہ دیدیا جائے - یہ شرط منظور کی گئی لیکن شامی مسیحیون نے محصورین کو یقین دلایا کہ اہل جرمنی اپنے معاہدہ پر قائم نہین رہین گے اور تم سب قتل کر ڈالے جاؤ گے - یہ سُن کر مسلمانون نے قصد مصمم کر لیا کہ اخیر تک لڑین گے اور بجاے اسکے کہ بے قابو ہوکر دشمنون کی تلوارون کے شکار بنین داد مردانگی کے ساتھ شہادت حاصل کرنا چاہیے - جتنے رخنے قلعہ کی دیوار کے نیچے عیسائیون نے کیے تھے محصورین نے نہایت مستعدی سے سب بھر دیے اور نہایت سختی سے دشمنون کا مقابلہ کیا اور برابر لڑتے رہے یہان تک کہ ربیع الاول مین ملک العزیز مصر سے کمک لے کر عسقلان مین آ پہونچا اور دوسری طرف سے ملک العادل بھی آگیا اتفاق سے اس وقت عیسائیون مین بھی پھوٹ پھیل گئی تھی اور تمام فوج ابتر ہو گئی تھی اتنے مین ہنری ششم شاہنشاہ جرمنی کی وفات (۱۱۹۷ء) کی خبر آئی جس نے جرمن افسرون کے خیالات بالکل بدل دیے اور تمام ذی اثر سردار جو انتخاب بادشاہ کے وقت موجود رہنا ضروری سمجھتے تھے جرمنی روانہ ہوگئے اور اس طرح چوتھی جنگ صلیبی کا خاتمہ ہو گیا -

سپاہ کی فوری کامیابی اس مین یہ ہوی کہ سلطنت عیسوی کی جسمین ابتک ساحل شام کا بہت بڑا حصہ شامل تھا منزلت باقی رہی اور وہ تباہی سے بچ گئی۔

محاربہ پنجم بہت سے حالات و واقعات کی وجہ سے ممتاز ہے۔ نوئیلی کے ایک پادری مسمی فوک کے وعظ نے اسکی آگ بھڑکائی۔ یہ ایک جاہل متعصب اور پطرس سے نسبتہً کم پرجوش تھا۔ اسکی تقریر مین وہ فصاحت و بلاغت نہ تھی جو سینٹ برنارڈ مین تھی۔ عیسائی درویشون کے طبقۂ فقرا (مینڈیکینٹ آرڈرز) اور عدالت مذہبی کے بانی مبانی پاپائے روم انوسنٹ ثالث نے جو اپنے زمانہ کے ذکی ترین لوگون مین سے تھا اور جس سے زیادہ لائق کوئی پوپ نہین ہوا پادری مذکور کی ہمت افزائی کی[۵۱]۔ ان دونون کی رائے کے بموجب تھیبالٹ امیر شمپین نے عمل شروع کیا۔ یہ اک نوجوان اور زدی ہمت نائٹ تھا جس نے اک بڑے جلسے مین فوک کی موجودگی مین اپنے ساتھیون سمیت نشان صلیب اختیار کیا۔ امیر بلای (Blois) نے بھی اسکی تقلید کی اور تھوڑی ہی مدت مین نہایت حیرت انگیز طریقے سے پھر صلیبی جہاد کے خیالات عود کر آئے۔ امیر فلانڈرس نے بھی بہت سے لوگون کے ساتھ مقام برجیس (Burges) مین صلیب ہاتھ مین لی اور مختلف اقطاع فرانس سے آ کر بہت سے نائٹ ان لوگون کے شریک حال ہو گئے[۵۲]۔

یہ طے پایا کہ اب کی مرتبہ سمندر کے راستہ سے مہم روانکی جائے اور باشندگان وینس Venice (بندقیہ) سے جہازون کا انتظام کر لیا جائے چنانچہ اس کام کے لیے ایلچی روانہ کیے گئے۔ جس کا انتظام یون کیا گیا کہ پوپ کے حکم کے بموجب پادریون پر ایک طرح کا جزیہ قائم کیا گیا اور غیر مذہبی اشخاص سے درخواست کی گئی کہ اس مذہبی کام کے لیے چندہ دین۔ کہا جاتا ہے جسقدر چندہ آخر الذکر اشخاص نے اپنی خوشی سے دیا اسکی تعداد اس جزیہ کے برابر تھی جو اول الذکر سے بجبر وصول کیا گیا تھا[۵۳]۔ لیکن باوجود اس تمام روپے کے جو پاپاے روم کے خزانے مین جمع کیا گیا جبکہ محاربین صلیب مہم پر روانہ ہونے کے لیے آمادہ ہوے تو اسقدر روپیہ بھی نہین برآمد ہوا جو اس معاہدہ کی تکمیل کے لیے کافی ہوتا جو دوجی وینس (بندقیہ) کے ساتھ قرار پایا تھا[۵۴]۔

---

(۵۱) میلٹ (Millman) جلد سوم۔ صفحات ۲۲۴ و ۲۳۵ - [۵۲] میورٹیر جلد سوم صفحہ (۵۰۷) دولی ہارڈوین نمبر (۱۹)، نقل کردہ مل (Millman) [۵۳] ہسٹوریا راجیری دی ہاویڈین صفحہ ۸۲۸ - [۵۴] نیاہرین نے وینس کے راستہ دریائی سفر کرنے کا قصد کیا۔ رئیسان بلدا فلانڈرس اور شانپین کے سفرا صیام مسیحی (سنٹ) کے پہلے ہفتہ مین وینس پہونچ گئے اور ہنری داندولو سے ملے جس کی عمر (۹۰) سے متجاوز تھی اور جسکی بینائی زیادہ تر اہل قسطنطنیہ کے مظالم کی نذر ہو چکی تھی۔ سفرا نے اپنے رئیسون کی طرف سے خطوط پیش کیے اور سفر کے لیے جہاز طلب کیے۔ دوجی نے شرطین دریافت کین۔ ایلچیون نے کہا جو آپ تجویز فرمائین۔ دوجی نے کہا دو صورتین ہین۔ ایک تو یہ کہ دو چار جہاز

پس باہم یہ قرار داد ہوئی کہ اگر صلیبی شہر زارا کو جو بحیرۂ اڈریاٹیک (Adriatic) مین ساحل ڈلمیشیا سے کسی قدر فاصلہ پر واقع ہے اور جس نے سلطنت جمہوری وینس کے مقابلہ مین علم بغاوت بلند کیا ہے فتح کرکے دوجی وینس (دنبدقہ) کے حوالہ کردینگے تو وہ باقی ماندہ رقم کا معاوضہ ہو جائے گا۔ صلیبیون نے اس شرط کو مان لیا۔ باشندگان زارا نے اطاعت قبول کرلی لیکن چونکہ موسم سرما شروع ہوگیا تھا اسلیے یہ طے پایا کہ صلیبی فوج موسم بہار تک یہین آرام کرے[1]۔

عیسائیون کا اپنے مقصد عظیم یعنی محاربۂ صلیبی کی طرف سے تھوڑی دیر کے لیے منحرف ہونا درحقیقت ایک دوسری جنگ صلیبی کا مقدمہ تھا جو اہمیت و استحکام کے لحاظ سے زیادہ بڑا تھا۔ جو برخلاف کہ یروشلیم پر منڈلا رہا تھا قسطنطنیہ پر جاکر گرجا اور برسا۔ آئیزکیس انجلیس (Isaacus Angelus) کو ۱۱۹۵ء مین اسکے بھائی الکسیوس نے تخت سے اُتار کر خود نہایت بزدلی کے ساتھ ظالمانہ حکومت آغاز کی تھی۔ آئیزکیس کے بیٹے نے جس کا نام بھی الکسیوس تھا غاصب کے مقابلہ مین صلیبیون سے امداد کی درخواست کی اور یہ وعدہ کیا کہ سامان خورد و نوش کے تمام انتظام کے

(بسلسلۂ نوٹ صفحہ ماسبق) پانسو سوار اور بیس ہزار پیدل کے واسطے جہازون کا انتظام کردے گا اور معاوضہ مین پچاسی ہزار زرسرخ لے گا اور اسی رقم مین اسقدر سامان رسد جو نو مہینے تک کافی ہو بھردے گا اور دوسرے یہ کہ وہ اپنی سلطنت کی طرف سے افواج صلیبی کے ساتھ پچاس جہاز کردے گا اور جو کچھ مال غنیمت ہاتھ آئے اوسکی نصفا نصف تقسیم کی جاے یعنے آدھا صلیبی لین اور آدھا اہل وینس (دنبدقہ) غرضکہ یہ شرائط پاپائے روم کے پاس تصدیق کے لیے لکھکر بھیجدی گیئین جس نے تصدیق بھی کردی۔ اس عرصہ مین ہیوبولٹ رئیس شانپین جو سر عسکر مقرر ہونے والا تھا مرگیا اور بونیفاسیوس (بونی فس) (Boniface) رئیس مانٹ فرٹ سردار مقرر ہوا۔ دوجی وینس نے مجاہدین سے کہا کہ آپ کے جہاز تیار ہین روپیہ داخل کردیجیے اور تشریف لے جائیے لیکن امرائے فلانڈرس و سینٹ پال اور مانٹ فرے نہزار دقت کچھ قرض لے کر کچھ اسباب فروخت کرکے دو ثلث (یعنی اکیاون ہزار مارک) جمع کرسکے۔ دوجی نے اپنے تمام امرا کو جمع کیا اور حالات واقعہ سے اطلاع دی اور صلیبیون سے کہا کہ اگر باقی رقم کے معاوضہ مین صلیبی شہر زارا کو بادشاہ ہنگری سے جس نے غصب کرلیا ہے چھین کر سلطنت وینس کے حوالہ کردینگے تو تمام جہازات کا حسب قرارداد انتظام کردیا جاے گا۔ بعض اس تجویز پر راضی ہوے اور بعض نے انکار کیا۔ وکیل پاپوی نے بھی انکار کیا۔ حضرت مریم کی ولادت کی عید کا موقع جب آیا تو کنیسۂ قدیس مرقس مین جاکر دوجی وینس نے بیان کیا کہ مین خود مجاہدین کا ساتھ دونگا خواہ مرون یا جیون" اور علامت صلیب اپنے سینہ پر رکھی یہ دیکھکر ایک عام جوش پھیل گیا اور یہ معاہدہ ہوا کہ جس قدر ملک صلیبی فتح کرین اُس مین سے نصف دولت وینس (دنبدقہ) کو دیا جاے "(حروب صلیبیہ از کاکس و ایضاً مولفۂ سید علی الحریری صفحات ۲۲۴-۲۲۵)۔

[1] دی ہارڈوین نمبر ۲۹-۳۴-۳۹-۴۳ نقل کردہ مل (Mill)

علاوہ انھین دولاکھ نقرئی سکۂ مارک (Marks) ادا کرے گا اور پا پاے روما کی اطاعت کا جوا اپنی گردن پر اُٹھاے گا۔ ایسے مفید وعدے اکثر لوگون کے منظور خاطر ہوے اور سلطنت مشرق کی راجدھانی کی ہوس مین فلسطین کا بالکل خیال جاتا رہا۔

فرانسیسی اور وینسی جہازات نوجوان الکسیوس اور اُسکی رعایا کے سامنے سے گزرتے ہوے قسطنطنیہ کی فصیلون کے نیچے پہونچ گئے اور اس بات کی کوشش شروع کی گئی کہ انھین حکمران شاہنشاہ کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے پر آمادہ کیا جائے مگر یہ سب تدبیرین بیکار گیئن لیکن صلیبیون کی شجاعت وجوانمردی زنانے آرام پسند یونانیون کے مقابلہ مین بہت بڑھی چڑھی تھی۔ پانی مین جہازون سے کود کود کر انھون نے حملہ شروع کردیا جسکی تاب نہ لاکر یونانی خیمہ وخرگاہ حملہ آورون کے لیے چھوڑ کر فرار ہوئے[1]۔ چندہی دنون مین شہر قسطنطنیہ کا محاصرہ شروع ہوگیا آخر کار یونانی ایک تعداد کثیر مین جمع ہوکر فرانسیسیون کے مقابل ہوے۔ فرانسیسی پہلے کچھ رعب مین آگئے اور تھوڑی دیر تک دونون فوجین ایک دوسرے کے سامنے خاموش اور خوف زدہ کھڑی رہین۔ آخر کار الکسیوس ہیبت مین آکر بھاگ کھڑا ہوا اور آئزیکس کو قید خانہ سے لیجا کر پھر تخت پر بٹھادیا اور کچھ عرصہ کے لیے دونون قومون مین صلح اور امن وامان ہوگیا[2]۔

یونانی اور فرانسیسیون کے اتحاد کا بہت جلد خاتمہ ہوگیا۔ لاطینیون نے جاڑے بھر قسطنطنیہ مین رہنا منظور کیا تھا تاکہ نوجوان الکسیوس کو جو اپنے باپ شاہنشاہ کا سلطنت مین شریک حال تھا اسکی تخت نشینی مین مدد دین۔ الکسیوس نے دار السلطنت سے نکلکر صوبجات کو مسخر کرنے کا قصد کیا۔ یہان شہر قسطنطنیہ مین آگ لگ گئی جو کسی طرح فرو نہین ہوتی تھی اور سڑکون پر تین میل تک پھیلتی چلی گئی۔ اسی ہنگامہ مین یونانیون اور لاطینیون مین باہم جھگڑا اُٹھ کھڑا ہوا اور بناے مخاصمت یہ قرار پائی کہ انھین لاطینیون کی نحوست ہے جو یہ بلا قسطنطنیہ پر آئی۔ اور بھی ایسے واقعات پیدا ہوگئے جس سے برہمی بڑھتی گئی۔ رعایا کو سلطنت مین یہ تغیر وتبدل ناگوار تھا۔ انھین اب اپنے قدیم مذہب کو ترک کرکے رومۃ الکبریٰ کی برتری تسلیم کرنی پڑی تھی۔ مزید برآن الکسیوس کو مجبوراً اپنی رعایا پر بڑے بڑے ٹیکس لگانا پڑے تھے تاکہ لاطینیون سے جو قرار داد ہوئی ہے اُسکی سبیل پیدا کرے۔ ان سب واقعات نے یہ نوبت کردی کہ عوام کے ضبط وصبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا اور زیادہ تحمل نہو سکا۔ وہ سب کے سب الکسیوس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوے اور انجام یہ ہوا کہ الکسیوس کو تخت سے کنارہ کرنا پڑا اور شاہنشاہ سابق کا ایک عم زاد بھائی مرزوفلس (Murzuphlus) جو نہایت ڈھیٹ۔ لفنگا اور بدمعاش تھا خود ہی تخت نشین ہوگیا[3]۔

[1] ولی ہارڈوین نمبر ۶۷-۷۰-۸۲ نقل کردہ مل (Mills) [2] نائسیٹا اینا لیز (Nicetae Annales) صفحہ ۲۵۳

اب لاطینیون کو بھی ایک دھن پیدا ہوی کہ جس طرح ہو یونانیون کو سزا دی جاے - جاڑے بھر وہ جنگ کی تیاری کرتے رہے - شاہنشاہ بھی نہایت مستعدی سے انتظام محافظت و مدافعت کرتا رہا لیکن جنگ مین لاطینی کامیاب رہے اور دنیا کا سب سے زیادہ خوبصورت شہر بے لگام سپاہیون کی دستبرد کا نشانہ بنا۔[1]
لاطینیون کا قسطنطنیہ مین جم جانا صلیبی محاربہ پنجم کا اک غیر متوقع نتیجہ تھا - پوپ کے وکیلون اور اساقیف نے شروع شروع مین ایک امر خلاف انصاف سمجھکر اسکی مخالفت کی تھی لیکن جب انھین معلوم ہوا کہ حضرت قبلہ و کعبہ کے علاقہ جات مین اس سے کتنا معتدبہ اضافہ ہوگا تو انھون نے بغاوت کی اجازت دیدی اور مزید عنایت سے فتح ممالک کو تمام و کمال استحسان کی نظر سے دیکھا - لاطینیون کی یہ سلطنت صرف پچاس برس تک رہی اور اس قلیل مدت مین نہ اُسے کچھ قوت حاصل اور نہ کچھ فراغبالی پیدا ہوی۔
محاربہ ششم کو آسانی کے ساتھ تین حصون مین تقسیم کیا گیا ہے - انڈریو بادشاہ ہنگری کی مہم - جنگ مصر اور فریڈریک ثانی کی جنگ ارض مقدس - لیکن اس جنگ کے پہلے اک اور مہم روانہ ہوی تھی جسکی تصدیق اگر بیشمار اسناد سے نہ کی جاتی تو وہ کبھی اعتبار کے قابل نہ سمجھی جاتی - اس سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ مین لوگون کی طبیعتون کا میلان کیا تھا - اس مہم کو صلیبی محاربہ اطفال[2] کہتے ہین - کہا جاتا ہے کہ ۱۲۱۲ء مین فرانس مین ایک لڑکا اپنی زبان مین یہ گاتا ہوا جا رہا تھا:-
"و عیسیٰ مسیحؑ - ہمارے نقصان کی تلافی فرمادیجیے اور ہماری صلیب مقدس ہمین لوٹا دیجیے"
اسکے ہمراہ اُسی کی عمر کے بیشمار لڑکے اور لڑکیان ہو گئی تھین جنھین نہ مکانون کے دروازے اور نہ پھاٹک - نہ باپون کا خوف اور نہ ماؤن کی محبت اپنے ارادے سے باز رکھ سکتی تھی - انھون نے قصد کیا کہ ضرور ارض مقدس کی زیارت کرینگے اور اُسے بیدینون کے ہاتھ سے چھڑائینگے - کہا جاتا ہے کہ انکی تعداد نوّے[9] ہزار تک پہنچ گئی تھی - وہ خیریت سے جنیوا تک پہنچ گئے لیکن اسکے بعد ایسی مزاحمتین نظر آئین جنکا سان گمان بھی نہ تھا۔
انکی جماعت فوراً ہی ہر طرف منتشر ہوگئی تیس ہزار مارسلیز Marseilles تک پہنچے جہان انکا کچھ حصہ قتل کر ڈالا گیا اور کچھ غالباً بھوکون مرگیا - دوسرے جو تھے وہ ان جہازون کی بربادی سے تباہ ہوگئے جو ساحل اطالیہ پر انکے سفر کے واسطے کرایہ پر کیے گئے تھے - پس بقول مسٹر فولر[3] "انکا دلخوش کن نغمہ بہت جلد ایک غمناک تان کے ساتھ ٹوٹ گیا - سب کے سب یا تو خشکی ہی پر تباہ ہو گئے یا سمندر مین ڈوب گئے" مسٹر موصوف میتھیو پیرس (Matthew Paris) سے نقل کرکے لکھتے ہین کہ یہ ساری کی ساری مہم شیطان کی کرشمہ سازیون کا نتیجہ تھی جسکی" گویا یہ خواہش تھی کہ اپنا کمزور معدہ جو آدمیون کے قتل و غارت سے خراب

[1] نائی سیٹا اینالیز (Nicetae Annales) صفحات ۳۰۴ و ۳۴۶ و ۳۵۱ بنام حلے ان الملک للاطفال ۱۲

ہو گیا تھا اب حلوان بچون کے خون سے سیراب کرے[۱]»

محاربۂ ششم کا بانی مبانی انوسنٹ سوم تھا۔ جنگ کا آغاز ۱۲۱۵ء سے ہوا جبکہ پاپاے روم کے احکام یورپ کے ہر حصے مین پہونچ رہے تھے کہ کفار کو دنیا سے نیست و نابود کر دینا چاہیے۔ اس دعوت کے جواب مین سب سے پہلے انڈریو (Andrew) بادشاہ ہنگری نے لبیک کہا اسکے ساتھ آسٹریا اور بویریا کے نواب (ڈیوک) اور اسفل جرمنی کے مذہبی اور غیر مذہبی حکمران بھی شریک ہو گئے۔ اہل اسلام اس نئے حملہ کے لیے تیار نہ تھے اور کہا جاتا ہے کہ پہلے ہی مقابلہ مین ایک ہزار مسلمان تہ تیغ ہوے[۲]۔ لیکن نا اتفاقی جو محاربین صلیب[۳] کی دائمی بیماری تھی افسران فوج مین پیدا ہو گئی مسلمانون نے یہ دیکھکر انکی پھوٹ پڑی ہوی فوج مین ایک تہلکا پیدا کر دیا اہل صلیب باقی حصۂ موسم سرما مین ایک دوسرے سے الگ ہونے لگے۔ انڈریو بادشاہ ہنگری نے فلسطین مین قیام کرنے سے انکار کیا اور اپنے اکثر سپاہیون اور ذخائر کو لے کر گھر واپس آگیا۔ صرف کمزور و ناتوان زائرین بیت المقدس اور وہ لوگ جن کا جی چاہا عکہ چلے گئے۔ باقی ماندہ فوج نے متعدد مقامات حفاظت مین مدافعت غنیم کیلیے قیام کیا[۴]۔

یورپ سے کسی قدر کمک آجانے کے بعد افواج صلیبی پھر حرکت مین نظر آئین۔ مصر پر مغربی عیسائیون کا مدت سے دانت لگا ہوا تھا۔ یہ خیال کیا گیا کہ فی الحال فلسطین کا عزم ترک کر دینا چاہیے اور مسلمانون کی طاقت کے قلب پر حملہ کرنا چاہیے۔ پس یہ طے پایا کہ دمیاطہ کا محاصرہ شروع کر دینا چاہیے کیونکہ یہ شہر مصر کی کنجی ہے چند ایام کے دریائی سفر کے بعد عیسائی فوج اس مقام پر پہنچ گئی جس پر حملہ کرنے کی تجویز کی گئی تھی۔ سپاہیون نے دریاے نیل کی مغربی جانب ورود کیا اور چوبیس گھنٹے کی ایک مسلسل جنگ کے بعد ایک مضبوط قلعہ پر قبضہ کر لیا جسکے فتح ہونے کے بعد دمیاطہ کا فتح ہو جانا آسان نظر آتا تھا۔ لیکن عیسائیون نے اس موقع سے نفع حاصل کرنے مین تاخیر سے کام لیا اور تسخیر دمیاطہ مین تعویق ہو گئی۔ مسلمانون نے صلیب الصلبوب۔ بلدۂ یروشلیم اور شام کے تمام مقامات دیدینے پر رضامندی ظاہر کی اور بلد مقدس کی شہر پناہ بنا دینے کا وعدہ کیا۔ کل سلطنت فلسطین[۵] مین سے انھون نے صرف قلعہ جات کرک و شوبک

---

[۱] مسٹر فولر کی تاریخ جنگ مقدس جلد (۳) باب (۲۴) و تاریخ میتھیو پیرس صفحہ ۲۲۳ [۲] Labbaei Concilia یعنی آئی کانسیلیا جلد نہم صفحات ۱۱۹-۱۲۳ [۳] اللہ جل شانہ اپنے کلام پاک مین فرماتا ہے واغرینا بینہم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ۔ اسکا نمونہ تازہ جنگ بلقان مین بھی نظر آیا اور انشاء اللہ تعالیٰ اسی طرح قیامت تک نظر آتا رہے گا۔ [۴] ہسٹوریا برنارڈی تھیسا وراریائی ابواب ۱۸۶ الی ۱۸۸ [۵] ۱۲۱۷ء مین انڈریو بادشاہ ہنگری نے صلیبی جہاد کیا۔ لیکن قلعہ کوہ طبور (واقع ارض مقدس) کی ناکامی سے اسکی ہمت پست ہو گئی۔ ۱۲۱۸ء مین ایک فوج جو کولونا مین جمع ہوی تھی مسلمانون سے بلدۃ القصر کو چھینتی ہوی ارض مقدس مین پہنچی اور یہان کی جمعیت ہسپتالیین اور جرمنی نائٹون کے ساتھ شریک ہو گئی۔ ان سب نے قصد کیا کہ پہلے مصر پر حملہ کرنا چاہیے اسکے بعد ارض فلسطین پر۔ اس نظر سے دمیاطہ کی طرف توجہ کی جو دریاے نیل کے دہانے پر واقع ہے۔ ان دنون دمیاطہ

یا منٹریل (Montreal) اپنے قبضہ مین رکھنے کو کہا جہان سے حاجیون اور سوداگرون کی حفاظت کیجاسکتی مگر عیسائیون کو یہ امید تھی کہ ان شرائط کے بجاے اہل اسلام تخلیہ مصر پر بھی راضی ہو جائین گے۔

(بسلسلۂ نوٹ صفحہ ماسبق) ملک الکامل فرزند ملک العادل کے زیر حکومت تھا جس نے دریا کے دہانے پر ایسی زنجیرین قائم کرادی تھین کہ کوئی جہاز اندر نہین آسکتا تھا۔ اسکے علاوہ اُس نے ایک پل ایسا بندھوا یا کہ دریا کو عبور کرنا غیر ممکن تھا لیکن ملک العادل کی یکایک وفات (۱۲۱۸ء مطابق ۷ جمادی الاول ۶۱۵ھ) کی خبر آنے سے کامل دمیاط کو چھوڑ کر چلا گیا۔ امراے مصر کامل کے بھائی کو تخت نشین کرنا چاہتے تھے اور سب کے سب اسکے مقابلہ مین غداری پر آمادہ تھے۔ یہ دیکھکر وہ مملکت مصر سے باہر نکلکر عرب چلا گیا اور اپنے بھائی اشرف سے مل کر واپسی کا منصوبہ کرنے لگا۔ اتنے مین عیسائیون کی تازہ دم فوجین معہ رئیسان نورپ دمارش یہان آگئین۔ علاوہ ازین انگلستان سے ولیم لانگ سورڈ اور ارل آف سالسبری کی سرکردگی مین اور مدد پہنچ گئی۔ ان فوجون کے آجانے سے عیسائیون کی قوت بہت بڑھ گئی اور انھون نے بڑی دشواری کے بعد زنجیرہاے نیل کے شکست کرنے مین کامیابی حاصل کی اور دمیاط کا محاصرہ ۲۰ ذیقعدہ ۶۱۵ھ سے شروع ہوگیا۔ باوجودیکہ محصورین کی تعداد بہت کم تھی اور نہ اسکے پاس کافی سامان رسد تھا تاہم نہایت حیرت انگیز طریقے سے نو مہینے تک شب و روز مقابلہ کرتے رہے۔ یہ زمانہ مسلمانون کے لیے نہایت نازک تھا۔ ہرطرف مسیحیون کی یورش نظر آتی تھی مصری مسلمان ہجرت پر آمادہ تھے۔ شام والے الگ پریشان تھے مغرب کی طرف سے محاربین صلیبی کا سیلاب چلا آتا تھا اور مشرق کی طرف سے تاتاریون اور ہلاکو خان کا زغہ تھا جو حدود عراق مین داخل ہوچکے تھے۔ ان حالات کو دیکھکر ملک الاشرف نے بیت المقدس کی دیوار منہدم کرادی۔ اور ملک الکامل کو ہمت دلاکر مصر روانہ کیا۔ اُسے معلوم تھا کہ دمیاط کے ہاتھ سے نکل جانے سے کیا کیا خرابیان پیدا ہونگی اسلیے اپنے محاصرین سے صلح کرنی چاہی اور وعدہ کیا کہ مین بیت المقدس کی دیوار بنوا دونگا صلیب الصلبوت واپس کردونگا اور قلعہ جات کرک و شوبک (منٹریل) کے سوا سارا علاقہ ارض فلسطین صلیبیون کو دیدونگا لیکن اسکے یہ شرائط نامنظور کردے گئے اور آخر کار ۵ نومبر ۱۲۱۹ء (۲۷ شعبان ۶۱۶ھ) کو دمیاط فتح ہوگیا۔ مسیحیون نے جو کچھ خونریزی کی وہ کی لیکن وبانے کچھ کم نقصان نہین پہنچایا۔ مشہور ہے کہ جس وقت شہر دمیاط پر صلیبیون نے قبضہ کیا (تو) منجملہ ستر ہزار محصورین کے صرف تین ہزار زندہ رہگئے تھے اور ان بدنصیبون کی جان بخشی بھی کی گئی تو اس شرط پر کہ وہ خود گلی کوچون اور مکانون کو اپنے عزیز و اقارب کی لاشون سے صاف کردین۔ اور صلح کے لیے پھر وہی شرائط پیش کیے صلیبی فوج موسم سرما مین آرام کرتی رہی تھی۔ بہار کا موسم آیا جان آف برین کی راے کے خلاف پوپ کے نائب نے فتح مصر پر اصرار کیا۔ صلیبیون نے جب قاہرہ کی طرف رخ کیا تو ملک الکامل نے جواب مصر واپس آگیا تھا صلح کی خواستگاری کی اور وہی شرائط پیش کیے جو محاصرۂ دمیاط کے وقت پیش کیے تھے۔ اسکے ساتھ ہی ساتھ اُس نے اپنے بھائیون اشرف و معظم کو بھی مصر کی ناگفتہ بہ حالت اور مسلمانون کی تباہی کے اندیشہ سے اطلاع دی۔ دونون بھائی شام سے اپنی اپنی فوجین لے کر روانہ ہوے۔ اشرف پہلے پہنچا۔ اب صلیبی دمیاط سے آگے بڑھکر خلیج نیل مین خیمہ زن ہوے۔ سامنے ملک الکامل کا لشکر تھا اور مسلمانون کو یاس تھی۔ ملک الاشرف نے بھی صلح کی سلسلہ جنبانی کرنی چاہی لیکن شرائط مذکور نامنظور کردیے گئے بلکہ کہا گیا کہ تین لاکھ اشرفیان فصیل بیت المقدس کے گرانے کے جرمانے مین دو۔ ان دنون دریا کے

جنگ صلیبی کی جو کچھ غرض و غایت تھی وہ سب اب افواج صلیب کو حاصل ہو چکی تھی اور یہ امید کی جاتی تھی کہ وہ ضرور ان شرائط کو تسلیم کر لین گے۔ بادشاہ یروشلیم۔ اہل فرانس۔ نواب چیسٹر اور طوتانی (Teutonic) نائٹ ان تجاویز کو سُن کر خوشی سے اچھل پڑے لیکن پاپائے روم کے وکیل۔ اہل اطالیہ اور فوجی عہدہ دارون نے کسی معقول مشورے کی سماعت نہ کی جنگ شروع کردی گئی اور محاصرین نے افواج مصر اور محصورین دمیاطہ کے

(بسلسلہ نوٹ صفحہ ماسبق) نیل کی طغیانی روز افزون تھی۔ مسلمانون کے ہاتھ مین مسیحیون کی چند کشتیان بھی آ گئین جس سے انکا حوصلہ بڑھ گیا یعض مسلمان انجنیر جو اپنے فن مین کمال رکھتے تھے موجود تھے انھون نے موقع پا کر دریائے نیل کا پانی اس طرح کاٹ دیا کہ مسیحیون کے لشکر مین سیلاب آ گیا جس سے انکے خیمے مال و اسباب تمام چیزین بہ گئین۔ مسیحی گھبرا کر اُلٹے پاؤن دمیاطہ واپس جا نے لگے لیکن پشت پر ملک معظم کا لشکر پہنچ چکا تھا جس نے ہزیمت کا بھی راستہ روک دیا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ خود پوپ کے نائب نے صلح کی درخواست پیش کی اور دمیاطہ تک واپس دینے پر راضی ہو گئے۔ مسلمانون کے لشکر مین جو سردار اس بات پر جمے ہوئے تھے کہ عیسائیون کو بالکل غارت کر دینا چاہیے انھین بمشکل ملک الکامل نے راضی کیا اور سمجھایا کہ ایسی حالت مین جبکہ ارض شام پر تاتاریون کی یورش کا اندیشہ ہے صلح کر لینی ہی زیادہ مناسب ہے۔ آخر کار ۷ رجب ۶۱۸ھ کو صلحنامہ لکھا گیا جسکی رو سے جان آف برین (ملک یوحنا ی بریاء) ملک عکہ۔ کارڈنل پیلاجیوس نائب پاپائے روم رول مین مسلمانون کے پاس مقیم رہے اور ملک الکامل کا بیٹا ملک الصالح جس کا سن اُس زمانہ مین (۱۵) سال کا تھا اور ایک جماعت اُمرا عیسائیون کے پاس یرغمال مین رہی۔ عیسائیون نے دمیاطہ واپس جا کر ۱۹ رجب کو قلعہ مسلمانون کے سپرد کر دیا۔ اور ملک الصالح اور امرا کو واپس کر دیا جنکے آنے کے بعد عیسائی روسا بھی آزاد کر دیے گئے۔ اس کامیابی کی مبارکباد مین قاضی ہبۃ اللہ بن محاسن نے ایک قصیدہ لکھا ہے جس کے چند شعر یہ ہین:-

هنيئاً فان السعد جاء مخلداً ۔۔۔ وقد انجز الرحمٰن بالنصر موعدا

حبانا اله الخلق فتحاً لنا بدا ۔۔۔ مبيناً وانعاماً وعزاً مؤبدا

تهلل وجه الارض بعد قطوبه ۔۔۔ واصبح وجه الشرك بالظلم اسودا

ولما طغى البحر الخضم باهله ۔۔۔ الطغاة واضحى بالمراكب مزبدا

اقام لهذا الدين من سل عزمه ۔۔۔ صقيلاً كما سل الحسام المهندا

فلم ينج الا كل شلو مجندل ۔۔۔ ثوى منهم او من تراه مقيدا

ونادى لسان الكون فى الارض رافعاً ۔۔۔ عقيرته فى الخافقين ومنشدا

اعباد عيسى[1] ان عيسى[2] وحزبه ۔۔۔ وموسى[3] جميعاً ينصران محمدا[4]

[1] یعنے اہل صلیب ۱۲ [2] الملک المعظم عیسےٰ ۱۲ [3] الملک الاشرف موسیٰ ۱۲ [4] الملک الکامل محمد۔ (ماخوذ از حروب صلیبیہ مولفہ سید علی الحریری صفحات ۲۲۸ و ۲۲۹)۔

مابین رسل و رسائل کے تمام ذرایع مسدود کردیے اور آخرکار اُسے فتح کرلیا صلیبی اس شہر مین بھی اُسی جوش انتقام
اور بے پناہ وحشیانہ بیدردی کے ساتھ داخل ہوے جس نے محاربین اول کو داخلۂ یروشلیم کے وقت ممتاز کیا تھا۔
ایک عجیب منظر تھا ہر طرف قتل و غارت کا بازار گرم تھا۔ دمیاطہ بادشاہ یروشلیم کے زیر نگین کردیا گیا[۱]
تسخیر دمیاطہ نے مسلمانون مین اسقدر ہیبت پیدا کردی کہ دوسرے اہم مقامات مین بھی لوگون نے ہتھیار ڈالدیے
اب فلسطین کا رستہ عیسائیون کے لیے بالکل کھل گیا لیکن بجاے اسکے کہ ایسے عمدہ موقع سے فائدہ حاصل کرین فوج نے
موسم سرما عیش و آرام اور باہمی نااتفاقیون مین لبسر کیا اور موسم بہار مین نصف سے زیادہ سپاہی یورپ کی طرف اپنے
اپنے گھر واپس آگئے[۲] جو پھل کہ انھین ان فتوحات سے حاصل ہوا تھا وہ بھی عرصہ تک انکے قبضہ مین نہ رہا۔ تسخیر
قاہرہ کے لیے ایک مہم روانہ کی گئی جسمین صلیبیون کو ایسی شکست نصیب ہوی کہ بمشکل جان بچاکر بھاگ سکے اور
وہ شہر بھی دیدینا پڑا جسے ابھی ابھی انھون نے فتح کیا تھا۔ اس طرح پر دمیاطہ جس وقت فتح ہوا اسکے بعد ہی پھر قبضہ
سے نکل گیا[۳]

فتح و شکست۔ کامیابی و ناکامی کے ان سریع السیر تغیرات کو پڑھکر ناظرین یہ کہے بغیر نہ رہ سکین گے کہ محض
اسباب طبیعی کے مقابلہ مین فطرتی اور اخلاقی اسباب کی طاقت کس قدر بڑھی ہوی ہے اور ایک روشن خیال عیسائی کو
یہ ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ خدا کی مشیت کس قدر جاری و ساری ہے۔ تمام اشیا اُسی کی مرضی کے مطابق کام کرتی
ہین اور جو اُسکا حکم ہے وہی سب پر نافذ ہے۔ باوجود ان تمام ناکامیون کے مسیحی فوج کے سردار کسی طرح لپست نہوے
اور ایک خود غرضانہ حکمت عملی نے پاپاے روم کو بھی اسپر آمادہ کیا کہ تسخیر فلسطین کے لیے ایکبار اور کوشش کی
جائے۔ اس زمانہ مین فریڈرک ثانی شاہنشاہ جرمنی تھا۔ عرصہ سے اس کا عہد تھا کہ مین صلیبی جہاد کی تلوار علم
کرون گا لیکن چونکہ معاملات یورپ اسکی نظر مین بمقابلہ فلسطین کے زیادہ اہمیت رکھتے تھے اسلیے دانشمندی کر
اس نے اس مہم کو کسی قدر معرض التوا مین پڑا رہنے دیا۔ آخر کار گریگوری نہم جو ایک نہایت سرکش طبع اور غیر
متحمل مزاج شخص تھا انوسنٹ ثالث کے جانشین ہونوریس ثالث کے بعد مسند پاپائی پر متمکن ہوا۔ اور اس نے
فریڈرک کو حکم دیا کہ اپنا عہد پورا کرے اور یہان تک مجبور کیا کہ اُسے جہاز پر سوار ہوکر روانہ ہونا پڑا۔
شاہنشاہ صرف برنڈزی تک جانے پایا تھا کہ بیمار پڑ گیا اور مجبوراً واپس آیا۔ اسپر پاپاے روم نے خفا
ہوکر اُسے مذہب سے خارج کردیا لیکن دوسرے سال پھر فریڈرک روانہ ہوا اور تھوڑی ہی مدت مین عکہ پہونچ گیا
لیکن چونکہ روانگی سے پہلے اس نے پوپ سے معافی مانگ کر خارج المذہب ہونے کے حکم کو منسوخ نہین کرالیا تھا

[۱] ہسٹوریا ہزنارڈی تھیسا ورار ئی ابواب ۱۹۰ الی ۲۰۰ و ہسٹوریا جیکو باڈی وٹریا کو جلد سوم ۵۳ ہسٹوریا ہزنارڈی
تھیساورار ئی باب ۲۰۲ [۳] ایضاً ابواب ۲۰۴ لے ۲۰۶ -

اس لیے اُسے اب دوبارہ مذہب سے خارج کیا گیا۔ دربار روما نے گویا اُسے برباد کرنے کا قصد کر لیا تھا۔ جو کام وہ کرتا جرم تصور کیا جاتا حتیٰ کہ صقلیہ مین جہان اسکی موروثی سلطنت تھی حضرت قبلہ و کعبہ کے ان ہی جھگڑون کی وجہ سے بد نظمی پھیلی ہوی تھی۔

ابھی فریڈرک فلسطین پہونچنے بھی نہ پایا تھا کہ پاپاے روم کے مکتوبات پہنچ گئے جنمین درج تھا کہ فریڈرک خارج المذہب کر دیا گیا ہے اور کوئی شخص اسکی اطاعت نہ کرے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ یروشلیم کی اکثر عیسائی فوج نے اسکے جھنڈے کے تلے جمع ہونے سے انکار کر دیا لیکن شاہنشاہ پہلے سے خفیہ مسلمانون کے ساتھ خط و کتابت کر رہا تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ شہنشاہ جرمنی اور اہل اسلام مین باہم ایک[۱] معاہدہ ہو گیا جسکی رو سے بلد مقدس اور فلسطین کا

[۱] ان دنون مصر کا حاکم ملک الکامل ابن ملک العادل سیف الدین ابن ایوب تھا اور دمشق پر اسکا بھائی ملک المعظم عیسیٰ ابن ملک العادل سیف الدین ابن ایوب حکمران تھا ان دونون بھائیون مین ایک قسم کی چشمک تھی۔ ملک المعظم کا انتقال جمعہ ۳۰ ذیقعدہ ۶۲۴ھ کو ہو گیا۔ یہ بڑا عالم و فاضل بادشاہ تھا۔ فقہ حنفی۔ نحو و لغت مین تبحر تام رکھتا تھا حتیٰ کہ صدہا طالب علم اسکے سرچشمۂ علم سے سیراب ہوتے تھے۔ مشہور لغت صحاح جوہری اور مسند امام احمد بن حنبل بترتیب فقہی اسی کے زمانہ مین مدون ہوی۔ اسکی وفات کے بعد اسکا بیٹا ملک الناصر داؤد بن عیسیٰ تخت نشین ہوا جسکی عمر صرف ۲۰ سال کی تھی۔ ملک الکامل نے یہ حالت دیکھکر بھائی کے ملک کا قصد کیا۔ ملک الناصر نے ملک الاشرف اپنے چچا سے مدد طلب کی جو گرجستان کا بادشاہ تھا۔ غرضکہ ملک الاشرف نے چچا بھتیجون مین صلح کرا دی۔ ملک الکامل نے جو نامہ و پیام فریڈرک سے صلح کے بارے مین کیے تھے انمین اب بے توجہی شروع کر دی فریڈرک بھی تمام باتین تاڑ گیا اور تغیر حالات کو سمجھ گیا مگر اپنی طرف سے اس کوشش مین لگا رہا کہ جو نامہ و پیام ہوا ہے اسکا نتیجہ کچھ نہ کچھ ضرور نکلنا چاہیے۔ ابتداءً تو وہ اس بات کا طالب تھا کہ لاطینی سلطنت کو ارض فلسطین کا پورا علاقہ سپرد کر دیا جاے اور ایک حد تک اُسکی خواہش پوری ہونے والی تھی۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ ملک المعظم کی وفات کے بعد اسکے بیٹے اور بھائی مین کشاکش پیدا ہو گئی ہے۔ وہ جانتا تھا کہ مسلمانون کی سلطنت کا شیرازہ بکھرے گا اور ایوبیہ خاندان مین ہر شخص اپنے بھائی کا گلا کاٹکر ملک پر خود قابض ہونے کی خواہش رکھتا ہے۔ ایسے زمانہ مین اُس نے اپنی مطلب براری کا موقع پایا تھا لیکن ملک الاشرف کی کوشش نے ایوبیون کی باہمی جنگ کو روک دیا اور فریڈرک کا موقع کم ہو گیا۔ یہی وجہ تھی جو اس نے اپنی شرائط صلح مین تخفیف کر دی اور بیت المقدس اور اسکے گرد کے چند گاؤن یا خابیت اللحم اور ناصرہ لے کر صلح پر راضی ہو گیا اور باقی بلاد مثل طرابلس نابلس۔ عکہ و طبریہ وغیرہ مسلمانون کے قبضہ مین رہے چنانچہ فریقین کے دستخط ہو جانے کے بعد پورا شہر بیت المقدس سواے ہیکل سلیمانی (مسجد عمر یا مسجد اقصیٰ) کے جسکی کنجیان مسلمانون کے قبضہ مین رہین شہنشاہ کے حوالہ کر دیا گیا عیسائیون کو بھی خاص شرائط کے ساتھ وہان جاکر عبادت کرنے کی اجازت تھی۔ جس مقام مقدس کے لیے سلطان صلاح الدین نے جہاد کیا تھا جسمین مسلمان شہید ہوے تھے اور اتنا روپیہ صرف ہوا تھا اسکا یون بے لڑے مسلمانون کے قبضہ سے عیسائیون کے پاس چلا جانا

ایک بڑا حصہ دس سال کے لیے عیسائیون کو اس شرط پر دیدیا گیا کہ اہل اسلام اور اہل صلیب دونون ہیکل سلیمانی
(مسجد اقصیٰ یا مسجد عمرؓ) مین نماز پڑھ سکین گے۔ اسکے بعد فریڈرک یروشلیم گیا لیکن جو شرطین معاہدہ مین اس نے
کی تھین انکی وجہ سے ارض یہود یہ کے عیسائیون مین بدنام ہو گیا اور وہ اسکی موجودگی کو بار سمجھنے لگے۔ جبتک وہ
رہا کلیسا مین نمازین موقوف رہین اور تمام رسومات بند ہو گئین۔ تاج پوشی کے لیے قربان گاہ پر سے اوٹھا کر
خود اسے اپنے ہاتھ سے مجبوراً اپنے سر پر تاج رکھنا پڑا۔ اسکے بعد ہی اسے سلطان مصر کے سفر سے معلوم ہوا کہ فوج کے
بعض لوگون نے اہل اسلام سے کہا تھا کہ ہم خود فریڈرک کو گرفتار کرکے تمھارے ہاتھ مین دیدینگے۔ یہ حالت دیکھکر اس نے
بھی ضروری سمجھا کہ اب وطن واپس جانا چاہیے۔ پس چند ایسے بڑے بڑے لوگون کو سزا دے کر جنھون نے اسکے احکام
کی تحقیر کی تھی جہاز پر سوار ہوا اور جانب یورپ لنگر اُٹھایا اور اپنے پیچھے فلسطین کو ایسی اچھی حالت مین چھوڑ گیا جو جنگ
طبریہ سے اسوقت تک اسے نصیب نہین ہوئی تھی۔[لہ]

محاربہ ہفتم:۔ باوجود صلحنامہ فریڈرک کے فلسطین کے مسیحیون پر ایک نہ ایک مسلمان ریاست کا حملہ اکثر ہوتا رہا
ایکمرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ دس ہزار زائرون کی جماعت مکہ و بلد مقدس کے راستہ مین ترکی ظلم و تعدی کا شکار ہوئی
ان خبرون سے برانگیختہ ہوکر اور نیز اس غرض سے کہ فریڈرک کے نام پر دھبہ آئے اور یہ بات لوگون کو جتائی جائے
کہ یروشلیم کو ابھی کفار کے ہاتھ سے رہا کرنا باقی ہے اور نیز اس خیال سے کہ اس کام کی سرانجامی کا سہرا دوسرون کے
سر بندھے اور سب سے زیادہ اس وجہ سے کہ جنگہائے صلیبی کو زندہ رکھنا پاپائے روم کے علاقہ و حکومت کے برقرار رکھنے
کے لیے مفید ہے پاپائے روم گریگوری نہم نے ۱۲۴۰ء مین مقام اسپالیٹو (Spoleto) ایک مجلس منعقد کی اور تجدید
جہاد صلیبی پر اصرار کیا چنانچہ یہ طے پایا کہ یورپ سے ایشیائی فوج بھیجی جائے اور مذہبی جماعتہائے فرانسسکن اور

(بسلسلۂ نوٹ صفحہ سابق) اہل اسلام کو نہایت ناگوار گزرا مگر اس خرابی کی اصلی وجہ وہی تھی جو اوپر بیان ہوئی یعنی ایوبیون کا باہمی نفاق
انکی حرص ملک گیری۔ چنانچہ سب سے زیادہ دلچسپ یہ بات ہے کہ اس معاہدہ کے صرف چھ مہینے بعد ملک الاشرف جو گرجستان سے اس تپاک
کے ساتھ پہلے اپنے بھتیجے ملک الناصر کی مدد کرنے آیا تھا اور جس نے اسکا ملک ملک الکامل کی دستبرد سے بچایا اب خود اُسی کو مغلوب کرکے
دمشق پر قابض ہو گیا۔ ؎ شنیدم گوسپندے را بزرگے + رہانید از دہان و دست گرگے + شبانگہ کارد بر حلقش بمالید
روان گوسپند از وے بنالید + کہ از چنگال گرگم در ربودی + چو دیدم عاقبت خود گرگ بودی +۔

[لہ] ہسٹوریا ہنارڈی تھیسا ورار بی ر و ہسٹوریا سینوٹائی جلد (۳) باب (۱۲) و تاریخ میتھیو پیرس صفحات ۴۷۸ و ۴۷۹۔
[سہ] فریڈرک کا صلحنامہ نہ کچھ مسلمانون کو پسند تھا اور نہ عیسائیون کو۔ عیسائی اسے سخت ناپسند کرتے تھے کہ مسجد اقصیٰ (مسجد عمرؓ)
مین مسلمانون کی نماز ہو اور مسلمانون کو یہ شاق تھا کہ بیت المقدس پر اہل صلیب کا قبضہ رہے۔ چونکہ پاپائے روم نے فریڈرک کو خارج
المذہب کر دیا تھا اسی خیال سے اُسکی طے کی ہوئی صلح کو بھی عیسائیون نے ناجائز اور ایسا سمجھا جسکی پابندی کچھ ضرور نہ تھی۔ علاؤ

[صہ] ہسٹوریا سینوٹائی (Hist: Sanutic) جلد (۳) حصہ (۱۱) باب (۱۳)

ڈامی نیکن کو حکم دیا گیا کہ مجلس کی منظورہ تجاویز بادشاہان و رعایاے ممالک مسیحی کے پاس پہنچا دین۔ انھین یہ بھی اختیار دیا گیا کہ اس مہم کے اخراجات کے واسطے چندہ بھی جمع کرین[۱]۔

آخر کار فرانس۔ انگلستان و دیگر ممالک کی فوجین حرب صلیبی کے لیے جمع ہونا شروع ہوئین امیر شمپین۔ شاہ نیور (Navarre) ہیوغ امیر برگنڈی۔ ہنری امیر برٹینی۔ اور دیگر امیر و رئیس لیالنس (Lyons) مین جمع ہوے تاکہ اپنی متحدہ اغراض کو عملی صورت مین لانے کے تدابیر اختیار کرین[۲]۔ اس مہم مین رچرڈ امیر کارنوال نے کارنمایان کرکے امتیاز خاص حاصل کیا۔ سنہ ۱۲۴۰ء کے موسم بہار مین وہ عکہ پہونچا جہان فرانسیسی فوج پہلے پہونچ چکی تھی اسکی شہرت اور اسکے نام نے عیسائیون کے دل بڑھا دیے اور کفار کے قلوب پر ہیبت طاری کردی۔ اس نے سب سے پہلے امیر کرک سے عیسائی قیدیون کی رہائی کا مطالبہ کیا اور جب امیر نے قیدیون کے دینے مین تامل کیا یا اپنی عاجزی ظاہر کی تو امیر موصوف عیسائی فوجون کو لے کر یافا کی جانب بڑھا اور صرف اسی ایک نقل و حرکت کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام اغراض جنگ حاصل ہوگئین۔ سلاطین دمشق و مصر مصالحت کے لیے جھک پڑے اور ان دونون کی باہمی نزاع سے امیر نے نہایت قابلیت کے ساتھ فائدہ اٹھایا کسی نہ کسی سے اس نے یہ وعدہ لے لیا کہ یروشلیم مع ان ممالک کے حصہ کثیر کے جو سلطنت لاطینی کے عروج کے زمانہ مین عیسائیون کے قبضہ مین تھے اسکے حوالہ کردیا جاے۔ اسکے ساتھ ہی کفار کے قبضہ سے تمام عیسائی قیدی بھی واپس لے لیے آخر کار فلسطین[۳] مین اسقدر قیام کرکے کہ

(سلسلۂ نوٹ صفحہ ماسبق) اسکے بقول سٹرلین پول کے اس زمانہ کے عیسائی مسلمانون سے معاہدہ کرکے اسپر قائم رہنا کوئی ضروری نہین سمجھتے تھے۔ اسی طرح اس معاہدہ کی بھی پابندی نہ کی گئی یہ صلح گو صرف دس سال کے لیے کی گئی تھی لیکن اس مدت کے اندر دونون فریقون مین چھیڑ چھاڑ شروع ہوگئی۔ پاپاے روم اور فریڈرک مین گو بظاہر بمقام انگنی صلح ہوگئی تھی لیکن شاہنشاہ کا دل صاف نہ تھا اسکی خدمات کا بجاے اسکے کہ پوپ اعتراف کرتے خود اسکو خارج المذہب کردیا تھا۔ فریڈرک اور پوپ دونون نے جنگ صلیبی کا حکم دیدیا تھا مگر دونون طرف سے کوشش کی جاتی تھی کہ اس کی گفتگو فی الحال ملتوی رکھی جاے لیکن امراے فرانس جو بسر کردگی تھیو بالڈ امیر شامپین اور رئیس نویرا اور ہیوغ امیر برگنڈی وغیرہ جمع ہوے تھے التواے جنگ پر راضی نہین ہوے اور رفتہ رفتہ عکہ پہونچ ہی گئے۔ اس زمانہ مین ملک الکامل کا انتقال ہوچکا تھا (۱۲ رجب سنہ ۶۳۵ھ) اور اسکا بھتیجا ملک الناصر داؤد یہان برسر حکومت تھا۔ سنہ ۶۳۷ھ مین اس نے بڑھکر بیت المقدس کا محاصرہ کیا جہان زمانہ صلح مین عیسائیون نے ایک مضبوط قلعہ بنا لیا تھا۔ مسلمانون کو فتح ہوئی اور قلعہ اور برج داؤدی منہدم کردیا گیا ۱۲ (الحروب الصلیبیہ مولوی سید علی الحریری صفحہ ۲۴۳)۔

[۱] لےبیای کلکشیو کنسی لیورم (Labbaei Collectio Conciliorum) جلد (۱۱) صفحہ ۴۸۱۔

[۲] تاریخ میتھیو پیرس صفحہ ۴۱۶ و ہسٹوریا سینو ٹائی جلد (۳) حصہ (۱۱) ابواب (۱۵) و (۱۶)

[۳] سلاطین مصر و دمشق مین پھر اس زمانہ مین نزاع تھی جس سے رچرڈ کارنوال کو بہت فائدہ ہوا۔ مسلمانون کے باہمی اختلافات کی

اہل صلیب کا علم یروشلیم کے شہر پناہ پر ایکبار پھر لہراتا نظر آنے لگا امیر کارنوال نے سواحل فلسطین کو خیرباد کہکر مراجعت کی راستہ مین جس مقام سے اسکا گذر ہوتا لوگ "نجات دہندۂ مرقد مقدس" کے نام سے اسکا خیر مقدم کرتے ۵۱

محاربہ مشتم :- امیر کارنوال رچرڈ کی قائم کی ہوی صلح کو خوارزمیون کے عجیب و غریب وحشی جماعتون کے سیلاب نے بہت جلد درہم برہم کردیا مغلون کی فوج سے علیحدہ ہوکر ساحل کیسپین (Caspian) کے یہ چوپان سرحد فلسطین پر نازل ہوے اور مصر مین قیام کرنے کا ارادہ کیا۔ انکی آمد آمد سے خوف زدہ ہوکر سلطان مصر نے اس خیال سے کہ ایسے ناخواندہ مہمانون کو دوسری طرف متوجہ کردینا چاہیے اور نیز اس وجہ سے کہ ہیکلیین کی جماعت نے خواہ مخواہ برسر پیکار ہوکر عیسائیون کی طرف سے اسے برہم کردیا تھا ان وحشیون کو یہ مشورہ دیا کہ ارض مقدس مین جا کر بس جائین چنانچہ خوارزمی ایک مصری امیر کی رہبری مین بیس ہزار سوارون کے ساتھ داخل ارض مقدس ہوے اور یروشلیم کا قصد کیا جسے بزور شمشیر فتح کرکے تمام عیسائیون کو تلوار کے گھاٹ اُتارا۔ عورتین اور لڑکیان جنکی اس وحشیانہ اور غیر منتظم سپاہیون کی جماعت نے طرح طرح کی ہتک و توہین کی پا بجولان کی گئین۔ انھون نے کلیسائے مرقد مقدس کو برباد کردیا اور جب اپنی غیظ و غضب کی آگ فرو کرنے کے لیے کوئی اور شے نہ ملی تو عیسائیون کی قبرون کو کھود ڈالا اور انکی لاشون کو باہر نکال کر جلا دیا۔ سلاطین حلب و حمص ۵۲ و دمشق اپنی اپنی فوجین لے کر عیسائیون کے ساتھ

(بسلسلۂ نوٹ صفحۂ سابق) یہ حالت تھی کہ بعض ملوک سوریا نے اہل صلیب کے ساتھ عہد و پیمان کیا تھا کہ صلیبی اور مسلمان دونون مل کر مصر کو فتح کرین اور اسکے معاوضہ مین صلیبیون کو مقامات مقدسہ دیدیے جائینگے۔ ان حالات سے نفع اُٹھا کر رچرڈ کوچ کرتا ہوا یافا پہونچ گیا اور جو شرائط فریڈرک دوم کے ساتھ طے کیے گئے تھے اُن سے بھی زیادہ اچھے اسکے ساتھ ہوے اور طبریہ عسقلان۔ سقیف اور بیت المقدس اہل صلیب کے سپرد کردیا گیا جو دو سال تک انھین کے قبضہ مین رہا۔

۵۱ تاریخ میتھیو پیرس صفحات ۵۲۶ – ۵۴۷ – ۵۵۰ دسہٹوریا سینوٹائی جلد (۳) حصۂ (۱۱) باب (۱۲)

۵۲ اس مرتبہ عیسائیون کے قبضۂ بیت المقدس کا خاتمہ خوارزمیون کے ہاتھون ہوا۔ یہ وہ لوگ تھے جنھین چنگیز خان کے تاتاریون نے خوارزم سے بھگا دیا تھا اور خانہ بدوشی کی حالت مین کسی نہ کسی جگہ بس جانے کی نیت سے مارے مارے پھر رہے تھے اس پریشان گردی مین خوارزمی دریاے شرقی کے حدود پر آکر اُترے۔ ملک الصالح سلطان مصر نے انھین ایک خط لکھا اور ایک معاہدہ کیا کہ یہ لوگ صلیبیون اور ان امراے شام سے جو اسکے مخالف تھے جنگ کرین جسکے معاوضہ مین سلطان انکی بسنے کا انتظام کردیگا۔ یہ طے کرکے اہل خوارزم سوریا کے بہت سے مقامات جلاتے ہوے غزہ مین آکر اُترے جہان صلیبی و شامی لشکرون سے مڈبھیڑ ہوی دوسری طرف سے سلطان مصر نے بھی بسرکردگی رکن الدین بیبرس (جو ملک الصالح کا غلام تھا) مدد کے لیے ایک فوج بھیجی۔ اس جنگ مین عیسائیون کو سخت شکست ہوی۔ جمعیت ہیکلیین اور جمعیت ضیافت الغربا کے تمام افسر کام آئے اور اول الذکرین سے (۳۳) اور ثانی الذکرین سے (۱۶) اور صرف (۳) طوتانی نائٹ زندہ بچے اور غزہ اور بیت المقدس پر سلطان

مل گئے تاکہ ان حملہ آوردن کا مقابلہ کیا جاسے لیکن انکی مجتمعہ قوت اس سیلاب کا زور توڑنے کے لیے ناکافی تھی دونون فوجین غزا کے قریب ایک دوسرے کے مقابل ہوئین۔ پہلے خوارزمیون نے حملہ کیا جس کا شامیون نے کچھ یون ہی سا مقابلہ کیا اور بھاگ کھڑے ہوے۔ آٹھ سو قیدی اس جنگ مین گرفتار ہوے اور تیس ہزار سے زیادہ اہل صلیب و اہل اسلام کی لاشین خاک و خون مین غلطان میدان جنگ مین نظر آئین۔ سارا ملک ان وحشیون کا شکارگاہ بن گیا اور عیسائی سپاہیون مین سے جو باقی بچے انھون نے اپنی اخیر جاے پناہ یعنی قلعہ عکہ مین پناہ گزین ہوکر دروازے بند کرلیے[51] ایسے نازک وقت مین آٹھوین جنگ صلیبی کی کھچڑی پکائی گئی یعنے پوپ انوسنٹ چہارم نے لیانس (Lyons) مین ایک عام جلسہ منعقد کیا جہان یہ طے پایا کہ تمام ممالک صلیبی مین جہاد کا ایک وعظ کیا جاے اور چار سال تک یورپ مین امن و امان رہے اور وہ لوگ جو بذات خود اسمین شریک نہو سکین اپنی طرف سے فوجین اور دیگر لوازمات و ضروریات جنگ روانہ کرین[52]

اس زمانہ مین فرانس کا حکمران ایک بادشاہ تھا جسکے نام نے آیندہ نسلون مین بہت ثنا و صفت کے ساتھ شہرت پکڑی اسکا نام نامی لوئی (Louis) نہم تھا۔ جس وقت اس سے کہا گیا کہ تمام بیدینون کو حوالہ تیغ کرنا چاہیے لوئی نے فوراً اہل اسلام کے ساتھ جنگ کرنے کی اہمیت کا کما حقہ اندازہ کرلیا سنہ ۱۲۴۴ع مین وہ سخت بیمار پڑ گیا۔ اور یہ خیال کرکے کہ اُس سے حمایت صلیب مین تلوار اُٹھانے کے لیے کہا گیا تھا اس نے عہد کیا کہ صحت حاصل ہونے کے بعد ارض مقدس کا سفر اختیار کرے گا۔ بخار کے بحران مین کبھی کبھی اُسے یہ معلوم ہوتا تھا کہ عیسائیون اور مسلمانون مین باہم جنگ ہورہی ہے اور وہ اسے دیکھ رہا ہے اور کفار فتح یاب ہوے ہین اور اُس سے کہا جاتا ہے کہ آکر انکا انتقام لے خوارزمیون کی فتح نے بیشک اسکے خواب و خیال کو کسی قدر پورا کردکھایا اور اسکی تیاری جنگ گویا مجلس لیانس (Lyons) کی شکل مین ظہور پذیر ہوی[53]

بارھوین جون سنہ ۱۲۴۸ع کو لوی اپنے تینون بھائیون سمیت خانقاہ سینٹ ڈینس (St Denis) مین حاضر ہوا اور زائرین کے مانند جھولی عصا اور متبرک جھنڈا ہاتھ مین لیا ایسے جھنڈے عموماً سینٹ ڈینس کے شاہی خانقاہ کے تارک الدنیا عباد اور رہبان اپنی خانگی جنگون مین لیجایا کرتے تھے لیکن چونکہ انکی مذہبی حیثیت اس امر کی مانع تھی کہ خود ہتھیار اُٹھائین وہ اب اپنی جگہ کسی کو نائب بنا دیتے تھے جو خود عابد خانقاہ نشین کے ہاتھ سے یہ جھنڈا لیتے اور آگے آگے میدان جنگ مین بلند کیے ہوے چلتے تھے[54]

(بسلسلہ نوٹ صفحہ سابق) مصر کا پھر قبضہ ہوگیا۔ اس جنگ مین کونٹ دی بار اور ہمفان دی منتفورت عیسائی سردار مسلمانون کے ہاتھ گرفتار ہوے۔ [51] سرگذشت ژوان دی [illegible] (Mann's [illegible]) جلد دوم صفحہ ۳۳۵۔ [52] نے بیای ککلیشو کسنی بیوروم جلد (۱۱) صفحہ (۶۵۳) [53] تاریخ میتھیو پیرس صفحہ ۶۳۲ و سرگذشت ژوان دی ول جلد اول صفحہ (۱۱۶) [54] ایضاً جلد دوم صفحہ ۱۶۹

اس فرانسیسی بادشاہ کا سامان سفر جب تیار ہوگیا تو آخر اگست مین فرانس سے روانہ ہوا اور ستمبر مین ۱۲۴۸ء مین جزیرہ سائپرس پہونچا جہان اسکے امیر اور باجگذار رئیس حسب قرار داد سب مجتمع تھے۔ اسے ہر طرح فتح و نصرت کا یقین تھا اور کبھی وہم و گمان مین بھی اپنی مہم کی رسوائی و بدانجامی نظر نہین آتی تھی۔ لوی آٹھ ماہ تک سائپرس مین مقیم رہا۔ ۱۲۴۹ء کے موسم بہار مین اسکے سپاہی جمع ہو چکے اور جہازات تیار ہوگئے۔ سپاہیون کی تعداد پچاس ہزار تھی اور جنگی ذخائر وسامان رسد و باربرداری کے جہازات اٹھارہ سو تھے۔

مصر پر اسکی پہلی نگاہ تھی جسے فتح کرنے کے بعد فتح فلسطین کی امید کی جاسکتی تھی۔ یہ خیال کر کے ارض مزریم ([illegible]) کی جانب لنگر اُٹھایا۔ ناگہان ایک طوفان نے آگھیرا۔ جہازات متفرق و منتشر ہوگئے اور شاہی دستہ فوج جسمین تین ہزار نائٹ اور انکے اسلحہ بردار و ملازم شامل تھے قبل اسکے کہ باقی ماندہ فوج نظر آئے ساحل دمیاط کے قریب پہونچ گیا۔[1] سواحل پر سلطان کی افواج پرے جمائے کھڑی تھی۔ ژدان ویل کہتا ہے کہ انکا سردار طلائی ہتھیار لگائے کھڑا تھا جو ایسے زرق و برق تھے کہ جب آفتاب ان پر پڑتا تو اوسکا خود ایک آفتاب نظر آتا تھا۔ اسلامی سپاہیون کی قرنا اور جنگی طبل کی آواز نے فرانسیسیون مین ہیبت ڈالدی اور قبل اسکے کہ لڑائی شروع ہو بادشاہ نے ایک ایلچی کے ہاتھ اس مضمون کا ایک خط سلطان کے نام روانہ کیا کہ "غالباً آپ ناواقف نہونگے کہ مین اُن لوگون کا بادشاہ ہون جو اسی طرح حضرت عیسیٰ مسیح کے مذہب کی پیروی کرتے ہین جس طرح آپ دین محمدی کی۔ آپ کی قوت و شوکت سے مجھے کوئی ہراس نہین ہے" خط مین یہ بھی لکھا تھا کہ اس طوفان کی جو آپ کے ملک پر آیا ہے دفع کرنے کی صرف یہ شکل ممکن ہے کہ آپ اپنے ملک مین ہمارے پادریون کو آنے دین تاکہ مصر کے لوگون کو وہ مذہب عیسوی تلقین کرین۔ اس خط کا جواب سلطان نے ترکی بہ ترکی دیا۔[2]

لوی کے مشیرون نے مشورہ دیا کہ جبتک اور نائٹ جو اسوقت موجود نہین آنہ جائین اسوقت تک خشکی پر اترنے سے احتراز کیا جائے لیکن بہادر بادشاہ نے جسے ہر وقت یہ اندیشہ تھا کہ مبادا سمندر کے خطرات ابر و باد مین پھنس کر اسکی فوج کو نقصان نہ پہونچے فوراً حملہ کر دینے کا ارادہ کرلیا اور خود ہمہ تن زرہ بکتر سے آراستہ گلے مین سپر حمائل کیے نیزہ ہاتھ مین لیے اور خانقاہ سینٹ ڈنیس کا جھنڈا آگے رکھکر[3] سمندر مین کود پڑا جہان چھاتی تک

[1] سرگذشت ژدان ویل جلد (۱) صفحات ۱۲۰-۱۲۲-۱۲۳ [2] ایضاً جلد دوم۔ صفحات ۲۳۹-۲۴۰-

[3] جس وقت لوی مع اپنے بھائی کے جہاز پر سے اُترا اسکے ایک طرف ایک رئیس علم حرب بلند کیے لیجا رہا تھا اور آگے آگے پاپائے روم کا نائٹ صلیب لیے ہوئے تھا۔ سنیچر کے دن ۲۱ صفر ۶۴۷ھ کو عیسائیون اور مسلمانون مین ایک سخت معرکہ ہوا جسمین بعض مسلمان امرا شہید ہوئے۔ ایک بحری جنگ بھی اسکے ساتھ ساتھ ہوئی مسلمانون کی طرف سے شام کے وقت امیر فخرالدین نے ہزیمت شروع کی جسکے پیچھے اسکے ساتھی اور اہل شہر ہوگئے اور شہر خالی کرکے اشخون مین جو فوج تھی اوسمین شامل ہوگئے صلیبیون نے

پانی تھا اور سب سے پہلے ساحل پر قدم رکھا۔ عیسائیون کے اس طرح دلیرانہ اُتر پڑنے سے مسلمانون مین ایک ہیبت سی بیٹھ گئی نیز اسی وقت سلطان کی غیر متوقع وفات کی خبر بھی پہونچی جس سے اور بھی جی چھوٹ گئے اور بغیر لڑے بھڑے مکانون کو خالی کر کے ان مین آگ لگاتے ہوئے شہر کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ فرانسیسیون کو اپنی اس فتح سے سخت تعجب ہوا اور دمیاطہ پر قبضہ کر کے وہ اب اپنی باقی ماندہ فوج کا انتظار کرنے لگے[۵۱]۔

لیکن مسلمان بہت جلد سنبھل گئے اور خوف و دہشت کو دور کر کے ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ ٹوٹ پڑے ایک جنگ عظیم[۵۲] ہوئی جسمین فرانسیسیون کو شکست ہوئی اور انھین راہ فرار اختیار کرنا پڑی۔ بادشاہ اپنی فوج سے

(بسلسلہ نوٹ صفحہ سبق) صبح کو شہر خالی پایا بلا دغدغہ داخل ہو گئے (یکشنبہ ۲۲ صفر ۶۴۷ھ) لیکن وہان کے باشندے شہر کے اس حصہ مین جہان مال تجارت اور غلہ وغیرہ بھرا ہوا تھا آگ لگا کر قاہرہ چلے گئے تھے۔ ملک الصالح اس شکست کی خبر سُنکر نہایت غیظ و غضب مین آیا۔ لوگون سے پوچھا کہ تم کیون بھاگے اُنھون نے جواب دیا کہ ہم نے امیر فخرالدین کو بھاگتے دیکھا پس ملک الصالح نے حکم دیا کہ (۴۵) امرا جو بغیر اسکی اجازت کے شہر دمیاطہ کو خالی کر کے چلے آئے معدوم کر دیے جائین (حروب الصلیبیہ مولفہ سید علی الحریری صفحہ ۲۵)

[۵۱] سرگذشت تروان ویل جلد دوم صفحہ ۱۲۸۔ [۵۲] عربی وقائع نگار اس جنگ کو واقعہ منصورہ کے نام سے تعبیر کرتے ہین وہ لکھتے ہین کہ دمیاط مین اپنی حالت وغیرہ درست کر کے عیسائیون نے قاہرہ کا قصد کیا۔ منصورہ مین مسلمانون کی فوج سے مُڈبھیڑ ہوئی یہ وہی مقام تھا جہان گزشتہ جنگ صلیبی مین عیسائی خیمہ زن تھے۔ دونون طرف سے آغاز جنگ ہوا۔ مسلمانون نے حقہ ہائے آتشین اور تیرون سے حملہ شروع کیا۔ ہر روز عیسائیون کی ایک بڑی تعداد قتل و اسیر ہوتی۔ اتنے مین ملک الصالح کی وفات کی خبر پہونچی۔ عیسائیون نے موقع دیکھکر سخت حملے شروع کیے۔ مسلمانون نے بھی خوب مقابلہ کیا اس فرقہ اسلامی فوج امیر فخرالدین کی سرکردگی مین تھی جس نے نہایت شجاعت سے مقابلہ کیا۔ یہ تمام واقعات دریاے اشموم پر ہوئے اور عیسائیون کو عبور کر کے منصورہ تک پہونچنے کا موقع نہ ملا دریاے نیل کے سوا انھین کوئی راستہ معلوم نہ تھا۔ اس اثنا مین ایک باغی مسلمان نے ایسا راستہ بتادیا جہان سے آنے مین سہولت نظر آئی اور تمام سواران جمعیت ہیکلیین (ٹمپلرز) اور جمعیت سینٹ جان (قدیس یوحنا المعمدان) کونٹ رابرٹ نواب ارتواز برادر لوئی کی سرکردگی مین نہر کے اس پار آگئے نواب موصوف نے رائے دی کہ یونہی دبائے چلے جانا چاہیے لیکن جمعیت ہیکلیین کے سردار نے سمجھایا کہ دشمن کے ظاہر پر اعتبار نہ کرنا چاہیے۔ لیکن رابرٹ نے نہ مانا۔ اسوقت امیر فخرالدین حمام مین خیمہ زن تھا اسے عیسائیون کی آمد آمد کی خبر معلوم ہوئی۔ اس نے اپنے سپاہیون کو بلا کر مقابلہ کا قصد کیا۔ ایک دو ابتدائی معرکون مین مسلمانون کو کچھ ہزیمت ہوئی تھی کہ ملک الصالح کے غلامون نے نہایت سختی سے مقابلہ کیا اس معرکہ مین عیسائیون کی طرف سے نواب مذکور۔ ولیم لانگ سورڈ اور ایک انگریز امیر جو دو سو ٹاٹون کے ساتھ کمک کے لیے آیا تھا اور راول دی کوزی اور بہت سے سردار کام آئے۔ بہسٹر کاکس لکھتے ہین کہ مملوک ان پر اس طرح آن پڑے جس طرح شکاری جانور شکار پر آپڑتا ہے۔ مسلمانون کی تھوڑی فوج اس خدمت پر روانہ کی گئی کہ نواب آرتواز کی فوج مین اور اوس اصلی

علیحدہ ہوگیا اور ایک چھوٹے سے ٹیلے پر صرف چند نائٹون کے ساتھ چڑھ گیا جہان مسلمانون نے اُسے گھیر لیا اور ہتھیار رکھدینے پر مجبور کیا اور یہ وعدہ کیا کہ آپ کی جان محفوظ رہے گی۔ قریب قریب اسکے تمام امرا کافرون کے ہاتھ مین گرفتار ہوگئے[۱] بادشاہ اور اسکی فوج کے معاوضہ مین دس ہزار زر سرخ کا مطالبہ کیا گیا اور یہ بھی کہا گیا کہ شہر

(بسلسلۂ نوٹ صفحہ ماسبق) فوج مین جو بادشاہ کے ہمراہ تھی باہم تعلقات نہ رہیں اور ایک دوسرے کی خبر نہو۔ اہل صلیب پر مکانون پر سے کھولتے ہوئے پانی کا مینھ، ڈھیلے اور جلتی ہوئی لکڑیان برسنے لگین" جب اس واقعہ کی خبر بادشاہ لوئی کو پہونچی اس نے اپنے سردار فوج کو جلدی پہونچنے کا حکم دیا۔ راہ مین مسلمانون سے مقابلہ ہوا اور خنجر و سنان و تیر و پیکان کی ایک جنگ شدید ہوئی۔ مسیحیون مین دالی تر لیشاطو۔ ہوگزدی اکوسا۔ روال دی فنورہ۔ اور فارلیس دی لوبی وغیرہ بڑے بڑے سردار کام آئے۔ ارادودی ایری ایک عیسائی سردار کے ایک مملوک نے ایسی تلوار ماری کہ بیچ مین سے سر دو پھانک ہوگیا۔ اتنے مین لوئی خود اپنی فوج کو لیے ہوئے آپہونچا۔ عیسائیون کے پیر جو اُکھڑ چلے تھے پھر جم گئے۔ کہ بادشاہ کا دوسرا بھائی کاونٹ آف انجو گھوڑے پر سے گرا مسلمانون نے اسکی گرفتاری کا قصد کیا لیکن لوی اور اسکی فوج جھک پڑی اور اُسے چھڑالے گئی لڑائی برابر ہوتی رہی حتی کہ دونون فریق تھک گئے اور کسی ایک کو بڑھنے کی ہمت نہین پڑتی تھی۔ اس اثنا مین مقتولین کی لاشون کے سڑنے سے عیسائیون مین وبا پھیل گئی اور کثرت سے سپاہی مرنے لگے ساتھ ہی رسد کی بھی کمی معلوم ہونے لگی اور بھوک کی سختی بھی شروع ہوی۔ ان مصائب پر جنگ کے مصائب مزید تھے منصورہ کے قریب مسلمانون کے جہاز پہونچ گئے اور جب اُنھین کوئی جہاز ایسا ملتا جو عیسائیون کی مدد کے واسطے آیا ہو تو وہ اُسے گرفتار کر لیتے۔ مرض کی شدت سے بادشاہ لوئی بھی بیمار پڑ گیا۔ مسیحیون نے گھبرا کر کہ مبادا یہ مر نہ جائے مسلمانون سے چند روز کے لیے مہلت جنگ طلب کی۔ اتنے مین ۱۲ ذیقعدہ ۶۴۷ھ کو سلطان غیاث الدین توران شاہ اپنی فوج لیے ہوئے مسلمانون کی کمک کو آپہونچا اور ایک بحری و بری جنگ ہوی جسمین مسلمانون نے عیسائیون کے (۳۲) جہاز گرفتار کر لیے۔ لوئی نے عیسائیون کی کمزوری دیکھکر صلح کی درخواست کی اور یہ صورت معاہدہ پیش کی کہ دمیاط لے کر شہر بیت المقدس کی حکومت اُسے دے دی جائے جسے ملک المعظم نے نامنظور کر دیا۔ پھر عیسائیون نے دمیاط واپس جانے کا قصد کیا جس کی خبر پاتے ہی مسلمانون نے غربی فارسکور ابین تعاقب کرکے مقابلہ کیا۔ یہ قتال نہایت سخت تھا اور کہا جاتا ہے کہ تیس ہزار عیسائی مارے گئے۔ اس حملہ مین لوئی مع اپنے بھائی اور امراے فوج کے گرفتار رہوا۔ تمام عیسائی یا تو گرفتار ہوے یا قتل کیے گئے۔ مسلمانون نے لوئی کو منصورہ مین لاکر اس کے تمام امیرون سمیت کاتب الانشاء فخر الدین بن لقمان کے مکان مین رکھا۔ اور ملک المعظم توران شاہ نے منصورہ سے فارسکو آکر اس فتح کی یادگار مین لکڑی کا ایک برج تعمیر کیا ۱۲ (حروب صلیبیہ مولفہ سید علی الحریری صفحات ۲۵۲ و ۲۵۳)۔

[۱] سرگزشت ژوان ویل جلد اول صفحات ۱۳۰ - ۱۳۸

دمیاطہ مسلمانون کو واپس کردیا جاے تاکہ دس سال کے لیے صلح کی جا سکے۔ اسکے سوا کوئی دوسری شرط ممکن نہ تھی جس پر لوئی رہائی حاصل کرسکتا[۱]

پردیسی امیرورئیس جو شریک جنگ تھے انکی ایک بہت بڑی جماعت یورپ لوٹ آئی اور خود لوئی عکہ چلا گیا یہان اس نے فلسطین مین اقامت کرنے اور جہان تک فوج وخزانہ بہم پہونچ سکا جمع کرکے عیسائی قلعہ جات کے استحکام وتحفظ مین صرف کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ چار سال تک برابر وہ اپنے کام مین لگا رہا اور ذلت ورسوائی کے ساتھ وطن واپس جانے سے انکار کرتا رہا۔ اس تمام مدت مین اس نے کوئی فیصلہ کن جنگ نہین کی لیکن یافا اور قیساریہ کے قلعہ جات کی مرمت کردی اور جو مما لک عیسائیون کے پاس باقی رہ گئے تھے انھین ایک محفوظ و قابل مدافعت حالت مین کردیا۔ اسکے بعد اس نے فرانس کا رخ کیا جہان اسکی بہت سخت ضرورت تھی لیکن جب اس نے اپنے ایک ایسے مقصد کو خیرباد کہا جو اُسے بے انتہا عزیز تھا تو اسکی گردن خجالت واندوہ سے جھک گئی اس طرح صلیبی جنگ ششم ختم ہوی۔ لوئی دل ہی دل مین نہایت درجہ غمزدہ اور نادم تھا اور خود اپنے آپ کو ملامت کرتا تھا کہ فضول اُس نے اپنی فوج اور رعایا کو شکست وتباہی سے ہم آغوش کیا اور شرفاے ملک اور خزانون کی بھینٹ چڑھائی جسکے مقابلہ مین اس سے کوئی ایسا کارنمایان نہین بن آیا جو اسکے نام کے لائق ہوتا یا یہ کہا جاتا کہ اس نے مسیحیون کی کچھ خدمت انجام دی یا انکی عزت رکھ لی[۲]

محاربۂ آخر:۔ یورپ سے چونکہ کوئی نئی کمک نہین آئی اسلیے فلسطین کے نائٹ اور امرا مجبوراً اپنے قلعون کے حدود مین پناہ گزین رہنے لگے کبھی کبھی دشمنون سے صلح کے معاہدے بھی کرتے رہتے تھے جنھین ہمیشہ انھین کا پہلو دباہوا رہتا تھا جمعیات ضیاف الغربا اور ہیکلیین اکثر آپس ہی کی لڑائی جھگڑون مین مصروف رہتی تھین کہ اس اثنا مین مصر سے ایک تازہ حملہ ہوا جسنے اور ستم ڈھایا۔ اس نے گو مخالفین کی مخالفت دور کردی اور تمام عیسائیون کو متحد کردیا لیکن سلطنت کا قریب قریب تختہ الٹ دیا اور یہ اندیشہ ہو گیا کہ شاید سلطنت عیسوی کو یہان سے یکلخت مفقود ہونا پڑے گا۔ انطاکیہ بزور شمشیر لے لیا گیا قیساریہ بھی ان عالمگیر آفات سے بچ نہ سکا تسخیر انطاکیہ کے بعد سترہ ہزار آدمی قتل کیے گئے اور ایک لاکھ سے زیادہ قید کرلیے گئے اور وہ شہر جو ایک زمانہ مین دور دور مشہور تھا اب ایک ویرانہ نظر آنے لگا[۳]

اس دل ہلا دینے والے سانحہ نے جسکے ساتھ عیسوی سلطنت انطاکیہ کا خاتمہ ہو گیا پاپاے روم کو معاملات مشرق کی طرف متوجہ کردیا۔ لوئی نہم شاہ فرانس کے فرو نہونے والے جوش نے اسے پھر حوصلہ دلایا

[۱] سرگزشت ژوان ویل جلد اوّل صفحات (۱۵۱) و (۱۶۳)۔ [۲] ایضاً جلد دوم صفحات ۲۲۵ - ۲۳۲ و تاریخ میتھیو پیرس صفحہ ۶۳۰ [۳] ایضاً صفحہ ۹۵۶ و ہسٹوریا سبنوٹائی جلد (۳) حصہ (۱۲) باب (۹)

کہ اس خیالی راہ خدا مین کچھ کام کرنا چاہیے۔ پوپ کلیمنٹ چہارم نے اظہار پسندیدگی فرماکر اور حوصلہ افزائی فرمائی اور لوی کو ایک نہایت
دل بڑھانیوالا خط لکھا[۵۱] بادشاہ اب ہمہ تن مستعد ہوگیا اور صیام اربعین (لینٹ) Lent کے زمانہ مین جبکہ موسم بہار
شگفتگی پر تھا پیرس مین تمام امرا و روساء کو دعوت دی جہان اپنے تینون بیٹون کے ساتھ اس نے پھر صلیب کا معرکہ
لیا۔ ژوان ویل نے بھی جو گزشتہ جنگ مین شریک ہوچکا تھا لوی نے اپنے ہمراہ چلنے کے لیے کہا لیکن اس نے انکار ہی نہین
کیا بلکہ جن لوگون نے بادشاہ کو اس مہم کے لیے آمادہ کیا تھا انھین سخت ملامت کی[۵۲]

لوئی گو اب بڈھا ہوگیا تھا اور بال پک گئے تھے تاہم اب دوسری مرتبہ ارض مقدس کے قصد سے ایک بیشمار
فوج کے ساتھ یہ خیال کرکے چل کھڑا ہوا کہ یا تو فتح و نصرت کا سہرا سر پر بندھے گا یا شہادت کا تاج زیب سر ہوگا۔ اسکے
ہمراہ بادشاہ نیوارا اسکی بی بی۔ بھائی۔ امیر طولوس اور اسکے لڑکے فلپ اور ٹرسٹن بھی ہو لیے۔ لوئی ابھی جہاز پر سوار
ہی تھا کہ لوگون نے مشورہ دیا کہ قصد ارض مقدس کو کسی قدر تبدیل کردینا چاہیے فلسطین مین کامیابی حاصل
کرنے کے لیے پہلے اس امر کی ضرورت ہے کہ مسلمانان شمالی افریقہ کو زیر کرلیا جاے۔ اس مشورہ مین آکر لوی نے قصد
بدل دیا اور طونس کے قریب لنگر انداز ہوا جہاں اسکی فوج کو کامیابیان بھی حاصل ہوئین لیکن تمام آرزوئین
دل کی دل مین رہ گئین اور ساری تمناؤن پر اوس پڑگئی یعنی مسیحی افواج مین ایسی سخت وبا پھیلی کہ خود لوی
اسکا شکار ہوگیا۔ جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ اب اُسکا وقت آگیا ہے تو اُس نے اپنے بچون کو پاس بلایا اور اخیر
وصیتین کین۔ کلیساے روم کے کلمات اُسے تلقین کیے گئے اور جب تک اسکی زبان نے یاری دی وہ برابر اپنے
خالق کی حمد و ثنا کرتا رہا۔ کہا جاتا ہے کہ جب اسکی اخیر ساعت پہونچی تو آسمان کی طرف آنکھ اُٹھاکر اس نے
کہا "مین تیرے گھر مین داخل ہون گا اور تیری ہی خانقاہ مین تیری عبادت کرون گا"[۵۳] اس طوفان کارزار مین
لوی کی موت[۵۴] کم سے کم نہایت خوشی و خرمی اور اطمینان کے ساتھ ہوی لیکن آیا اسکا بھروسہ حضرت مسیح کے کفارہ
پر تھا یا نہین جو سب کے لیے کافی و وافی ہے۔ اور جسکے لیے خود وہ ذات پاک دنیا کے خاتمہ پر اسلیے ایکبار
تشریف لائی کہ معنوی خود اپنے تئین قربانی چڑہاکر کفارہ معصیات کردے"۔ یا اسکا بھروسہ اس کلیسا کے رسوم اور

---

[۵۱] سرگزشت ژوان ویل جلد ا صفحہ (۴۱۵) [۵۲] ایضاً جلد (۱) صفحہ (۴۴۱) [۵۳] گیو لی المس ڈی ننگیاکو ان ڈوشین* جلد (۵)
صفحہ (۳۹۳) و مشہور یا سینو ثانی جلد (۳) حصہ (۱۲) باب (۱۰) و سرگزشت ژوان ویل جلد (۱) صفحات ۲۴۳ و ۲۴۴۔

[۵۴] لوی نہم کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ادبائے تونس مین سے ایک صاحب نے جن کا نام احمد بن اسمٰعیل الزیات تھا یہ شعر کہے تھے
جس مین ابن لقمان کے مکان کی طرف اشارہ کیا ہے جہان لوی قید کے زمانہ مین رہا تھا۔ سہ

یا فرنسیس ھذہ اخت مصر　　فتھیأ لما الیہ تصیر
لك فیھا دار ابن لقمان قبر　　وطواشیك منكر ونكیر

*Gulielmus de Nangiaco in Duchesne

عقائد باطلہ پر تھا جس نے حضرت مسیح کو قدوسیون کے زمرہ مین شامل کیا ہے اسکا تصفیہ فیصلہ ہاے یوم عظیم پر چھوڑ دینا چاہیے۔

اس زمانہ مین انگلستان آرام سے ٹھنڈی نیند سو رہا تھا اور اسکے فوجی نوجوان بیکار پڑے پڑے اُکتا گئے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ بادشاہ نے بمقام نارتھمپٹن پارلیمنٹ کا ایک اجلاس منعقد کیا جسمین پوپ کا نائب بھی شریک تھا۔ اُس نے اس بات پر بہت زور دیا کہ جو کچھ اب عیسائی حکومت ارض مقدس مین باقی رہگئی ہے اسکے تحفظ کا انتظام کیا جاے۔ بادشاہ ہنری سوم کے لڑکے شاہزادہ ایڈورڈ اور نوابان واروک Warwick اور پمبروک Pembroke نے صلیب کا مقدس نمونہ اسکے ہاتھ سے لیا تاکہ یروشلیم کو اسلام کے چنگل سے چھڑانے کی اخیر کوشش کی جاے[1]

ایڈورڈ ۱۲۷۰ء مین جہاز پر روانہ ہوگیا۔ اسے امید تھی کہ فرانسیسی اسکا ساتھ دینگے لیکن اپنے بادشاہ کے انتقال کے بعد ہی سے انھون نے مہم بیت المقدس کا خیال ہی دور کر دیا تھا اور یورپ واپس آگئے تھے۔ باوجود اسکے انگریز شاہزادہ نے یہ کہا کہ کچھ مضائقہ نہین اگر میرا ساتھ سب چھوڑ دین تو مین تنہا اپنے ایک سائیس کے ساتھ برابر بڑھتا چلا جاؤن گا۔ اُس نے موسم سرما صقلیہ مین بسر کیا اور موسم بہار آتے ہی عکہ کی جانب روانہ ہوگیا وہان پہنچکر دیکھا کہ شہر کی بہت ردی حالت ہے اور عنقریب مسلمانون کے قبضہ مین چلا جاے گا جو اسکا محاصرہ کیے ہوے پڑے ہین[2]۔ ایڈورڈ کی کل فوج ایک ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ انھین لے کر وہ ناصرہ کی طرف بڑھا اور مسلمانون سے ایک سخت جنگ کے بعد اس شہر پر قابض ہوگیا اور جتنے مسلمان وہان ملے سب کو بیدریغ تہ تیغ کیا۔ لیکن موسم کی نامناسبت نے اسکی کامیابیون کا رستہ بند کر دیا۔ اب موسم گرما کا وسط تھا شدت حرارت سے ایڈورڈ کو بخار آگیا جس سے رفتہ رفتہ اسکی حالت ردبہ اصلاح ہونی شروع ہوی۔ اسی حالت مین ایک عجیب غریب نامہ بر آیا جس نے کہا کہ خود شہزادے کے ہاتھ مین خطوط دون گا۔ شہزادے کے پاس اُسے لیگئے اسوقت کوئی نوکر چاکر قریب نہ تھا صرف شہزادہ بستر پر پڑا ہوا تھا۔ نامہ بر نے خطوط دیے اور تھوڑی دیر یافا کے حالات بیان کرتا رہا۔ یکایک اس نے خنجر کمر سے نکالا اور قبل اسکے کہ شہزادہ ہوشیار ہو اسکے سینہ پر مارا۔ شہزادہ بیماری سے بہت کمزور ہوگیا تھا لیکن اب بھی اسمین اتنی طاقت ضرور تھی کہ قاتل کے ہاتھ سے خنجر کو چھین لے اور خود اپنے ہاتھ سے اُسے حوالۂ اجل کرے۔ اس ہنگامہ کی آواز سن کر اسکے نوکر کمرے مین گھس آے اور دیکھا کہ ایک زہر آلود

---

[1] انیلیز ویورلی انسیز (مجموعہ گیل) Annales Waverleiensis in Gale's collection جلد (۲) صفحہ ۲۲۵

[2] کرونیکا ہیمنگفورڈ (مجموعہ گیل) Chronica Hemingford in Gale جلد (۲) صفحہ (۵۹۳) اور کرونیکان وائک (مجموعہ گیل) Chronicon Wike in Gale جلد (۲) صفحہ (۹۶)

خنجر سے شہزادے کے زخم کاری لگا ہے جس سے خون بہ رہا ہے۔[۵۱] خیریت ہوئی کہ زخم مہلک نہیں ثابت ہوا لیکن کس طرح شفا ہوئی اسکے حالات باہم متضاد پائے گئے ہیں۔ فولر کہتا ہے "ایک کہانی مشہور ہے کہ شہزادہ کی بی بی ایلینا رانے زخمون مین سے زہر چوس لیا تھا اور اُسے بھی خود کوئی ضرر نہین پہنچا"۔ آگے چل کر وہ کہتا ہے کہ "عورت کی زبان جس پر محبت کا راج تلک لگا ہو ایسی ہی اعلےٰ درجہ کی دوا ہے۔ انسوس ہے کہ محبت کی معجز نما داستانین تو بکثرت مشہور ہون مگر ایسی پیاری کہانی جھوٹ ہو اور سچی نہو۔ جو شخص ایسی دلفریب کہانی کو جو صنف نازک کے مرتبہ کو اتنا بلند کر دکھاتی ہے جھٹلائے گا اسمین شک نہین کہ اس کوشش کا کوئی پھل نہین پائے گا۔ تاہم جو حالات و واقعات دوسرون نے لکھے ہین انکے سامنے ایسا واقعہ پایۂ ثقاہت تک نہین پہنچ سکتا"۔ اصل واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ فوراً ہی خبر لی گئی اور علاج ہو گیا۔ اور خود ایڈورڈ کی طبیعی قوت نے احتیاط کے سایہ مین عمل کر کے نہایت جلد اُسے صحیح و تندرست کر دیا۔[۵۲]

انگریز شہزادے نے چودہ مہینے فلسطین مین گزارے۔ آخر کار[۵۳] سلطان مصر نے اسکی جرأت اور قابلیت سے مرعوب ہو کر اور نیز اس وجہ سے کہ خود بھی دوسری طرف سخت جنگون مین مصروف تھا مفید شرائط کے ساتھ شاہزادے کے سامنے پیام صلح پیش کیا۔ ایڈورڈ کو اس بات کا احساس تھا کہ اتنے بڑے کام کے لیے اسکی فوج نہایت کم ہے۔ علاوہ اسکے اُسکے باپ کا ایک خط بھی آیا تھا جسمین وطن واپس آنے کے لیے بہت کچھ منت سماجت کی تھی۔ اس نظر سے اس نے خوشی سے صلح منظور کر لی اور مسیحیان ارض مقدس کو اس دس سالہ صلح سے فائدہ اُٹھانے کے لیے چھوڑتا گیا۔[۵۴]

یہ واقعات تھے اخیر جنگ صلیبی کے۔ غرضکہ انگریز شاہزادے کی مراجعت کے بعد اس زمانہ مین جبکہ باقی ماندہ

---

[۵۱] کرانیکان وانگ دمجموعہ گیل) جلد (۲) صفحہ (۹۷) و ہیمنگفورڈ جلد (۲) صفحہ (۵۹۱) [۵۲] فولر کی تاریخ جنگ مقدس جلد (۴) باب (۲۹) و کرانیکان وانگ جلد ۲ صفحہ (۹۷) و کرانیکا ہیمنگفورڈ جلد (۲) صفحہ ۵۹۲ [۵۳] یہ اسقدر معمولی جنگ تھی کہ عربی مورخون نے اس طرف کم التفات کیا ہے بعض نے اسے محض ادنیٰ حروب صلیبیہ مین جگہ دی ہے۔ انگریزی مورخون نے بیشک اسکا ذکر اور اس کے زخمی ہونے کا واقعہ بھی بیان کیا ہے جو باطنیون کے ایک فدائی کے ہاتھ سے ظہور مین آیا تھا اور جس نے اسکی زندگی ہی کو بیکار کر دیا اور اگر غیر معمولی ڈاکٹری قابلیت۔ اسکا شباب اور بی بی (ایلینا را) کی خدمت مساعدت نہ کرتی تو فدائی کے زہر آلود خنجر کے زخم سے جانبری محال تھی۔ ایڈورڈ اس خیال سے اور جلد واپس جانے مین کوشان تھا کہ نہ معلوم کس وقت انگلستان مین اسکی موجودگی کی ضرورت اُٹھ کھڑی ہو۔ غرضکہ دس برس کے لیے صلح کر کے انگلستان کے مجاہدین صلیب بھی جہازون پر سوار ہو کر وطن روانہ ہوئے اور انکی تمام کوششون کا اتنا بھی نتیجہ نہ نکلا جتنا کہ ریت پر خط ڈالنے سے نشان پڑ جاتا ہے ۱۲

[۵۴] رایمر (Rymer) جلد ۱ صفحہ ۴۸۷ ۔ ہیمنگفورڈ جلد (۲) صفحہ ۵۹۲۔

عیسوی مقبوضات ساحل فلسطین اسکے طے کیے ہوئے صلح کی بدولت امن و امان مین تھے بعض اخیر لیکن بے سود کوششین یورپ کو اس طرف متوجہ کرنے کے لیے ہوئین تاکہ یہ مقامات محفوظ رہین۔ ۱۲۷۴ء مین پوپ گرگوری دہم نے ایک مجلس منعقد کی اور ایک نئی جنگ صلیبی کی تجویز پیش کی اور پادریون کو حکم دیا کہ اپنی آمدنی کا ایک عشر چھ سال تک برابر اخراجات جنگ کے لیے ادا کرتے رہین لیکن پاپا کا تھوڑے ہی دنون کے بعد انتقال ہوگیا اور یہ تجویز یون ہی رہ گئی[1]

فلسطین کی لاطینی سلطنت کا زوال اب بہت جلد شروع ہوگیا۔ یکے بعد دیگرے تمام مقامات مسلمانون کے ہاتھون مین جانے لگے اور آخر کار عکہ جو عیسائیون کا اخیر مضبوط قلعہ تھا محصور کر لیا گیا۔ مصر کے تاتاری مملوک ساٹھ ہزار سوار اور ایک لاکھ چالیس ہزار پیدل کے ساتھ ارض مقدس پر کوچ کرتے ہوئے آپہنچے اور اس مشہور شہر کے سامنے خیمہ زن ہوے۔ عیسائی جنگ آزماؤن نے نہایت دلیری اور استقلال کے ساتھ مقابلہ کیا جنگہاے صلیبی کی شجاعت و دلاوری کی یہ آخری لپک تھی۔ حدود شہر پناہ کی محافظت اتنی کامیابی کے ساتھ ممکن نہ تھی جتنی سختی سے کہ حملہ کیا جا رہا تھا اور عیسائیون نے دیکھا کہ اُنکے جنگی مینارے دشمنون کی سرنگون اور قلعہ شکن ارابون کے سامنے منہدم ہوتے چلے جاتے ہین آخر کار تینتیس(۳۳) دن کے محاصرے کے بعد شہر کی دوہری (۱۲۹۱ء) دیوارین مسلمانون نے شگافت ڈالدیا اور ایکدم سے حملہ کرکے اندر گھس گئے۔ شہر بزور شمشیر فتح کر لیا گیا۔ اور ساٹھ ہزار عیسائیون کی قسمت مین موت یا غلامی لکھدی گئی۔ سکلین کے قلعہ نے تین دن تک اور مدافعت کی لیکن اسکے سردار کا ایک تیر نے خاتمہ کردیا اور پانچ سو ناٹٹون مین سے صرف دس زندہ بچے۔ بادشاہ یروشلیم بطریق اور شفاخانون کے سردار نے ساحل کی جانب راہ فرار اختیار کی لیکن سمندر متموج تھا اور جہاز کافی نہ تھے۔ ترکون نے فراریون کا تعاقب کیا اور ریگ اور موجون کو انکے خون سے رنگ دیا سلطان کے حکم سے عکہ جلا ڈالا گیا اور بلاد لاطینی کے کلیسا اور قلعہ جات مسمار کردیے گئے شام مین عیسائیون کی حکومت کی اس آخری علامت نے بھی اب رخصت طلب کی[2] اور بقول گبن کے ایک

[1] لے بیای کنسیلیورم جلد (۱۱) صفحہ ۹۳۸ و ایبلیز ویوری لی انسس (مجموعۂ گبل) جلد (۲) صفحہ ۲۳۱ [2] صلیبی لڑائیان اب ختم ہوگیئن اور یورپ کا مذہبی جوش ٹھنڈا پڑتا گیا۔ ساتھ ہی یورپ کا اثر بھی کم ہوتا گیا۔ ارض فلسطین پر کافی معرکہ آرائیان ہوچکی تھین اور بہادران یورپ کی ہمتین اس طرف سے پست ہوکر دوسری طرف معرکہ آرائی کی خواہشمند تھین۔ طوتانی سورما اپنے وطن پولینڈ کو واپس چلے گئے۔ جمعیت ضیافت الغربا (ہاسپٹلرس) کے باقی ماندہ اشخاص پہلے تو جزیرہ قبرس مین پناہ گزین ہوے۔ پھر وہان سے نکل کر رودس مین پہنچے جسے یونانیون اور مسلمانون سے فتح کرکے اپنی آرامگاہ بنا کر جنگہاے صلیبی کے بعد ستانے بیٹھ گئے۔ اب بھی کئی بادشاہون کو تمنا ارض مقدس مین پھر معرکہ آرائی کرنے کی تھی لیکن پہلی سی ہمت دین مین رعایا بہت

"ایسی سنسان خاموشی جس سے ہیجان گریہ ہوتا ہے اُس ساحل پر چھا گئی جسمین اتنی مدت تک دنیا کی باہمی منازعت کی آواز گونجتی رہی تھی"[1]

باب ہفتم

(انگلستان و محاربات صلیبی (سن ابتداے ۱۰۹۵ء لغایۃ ۱۲۷۲ء)

جنگہاے صلیبی مین جو حصہ انگلستان نے لیا ہے وہ انگریزی خوان ناظرین کے لیے قدرتی طور پر خاص دلچسپی کا باعث ہوگا۔ پس اس کام کے لیے چند صفحے خاص طور پر وقف کیے جاتے ہین۔ صلیبی جنگون کا جوش اس ملک کے عام لوگون مین اسقدر ساری وطاری نہ تھا جسقدر کہ براعظم یورپ کے دیگر ممالک مین تھا۔ اس کے بہت سے وجوہ تھے۔ پہلی جنگ نارمن لوگون کی فتوحات کے فوراً بعد ہی چھڑ گئی تھی اور فاتحین کی حالت کچھ مستقل نہ تھی۔ انکی ہمت نہین پڑتی تھی کہ اس نو مفتوحہ ملک اور نئے گھر بار کو چھوڑ کر دوسرے ممالک فتح کرنے کا ارادہ کیا جاے سیکسن لوگ جو اپنے نئے مالکون کی لوٹ مار سے بالکل خستہ ہو گئے تھے ان مین اتنا دم ہی نہ تھا کہ اس عام جوش کا کچھ بھی اثر ان پر ہوتا۔ یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ بادشاہ ولیم ردفس (William Rufus) کی خود غرضانہ طبیعت نے اور بھی ان مین اس عالمگیر شعلہ کو مشتعل ہونے سے روکا اور اس نے کوشش کی کہ یہ آگ کسی طرح اسکی رعایا مین پھیلنے نہ پاے۔ چونکہ انگریزون نے ابتدائی محاربہ مین اس قدر کم حصہ لیا تھا اس لیے صلیبیون کو جن ناکامیون اور مصائب کا بعد مین سامنا ہوا اسکا بہت کم اثر اس قوم پر ہوا اور جنگہاے مابعد مین کسی غیر معمولی جوش سے کام لینے کا انھین بہت کم خیال پیدا ہوا۔

پہلی جنگ صلیبی مین انگریزون نے من حیث القوم کوئی حصہ نہین لیا لیکن بعد کی جنگون مین انگریز سپاہی کا

(بسلسلہ نوٹ صفحہ ماسبق) تباہ ہو چکی تھی اس لیے کسی کی ہمت نہ پڑی "مسیحیون اور مسلمانون دونون کے خون سے ارض فلسطین کی آبپاشی پوری طرح ہو چکی تھی اب یورپ اور خاصۃً فرانس کی سرزمین اس گروہ کے خون پینے پر آمادہ تھی جس نے ارض فلسطین مین لاطینی سلطنت قائم کرنے مین اسی قدر کوشش کی تھی جسقدر کہ اسکی بربادی مین" اس گروہ سے مراد جمعیت ہیکلیین (ٹمپلرس) ہے جنکے تباہ کرنے مین انتہا درجہ کی شیطنت اور ظلم و تعدی سے کام لیا گیا۔ فلپ دی فیر نے چاہا کہ انکی جائدادین ضبط کر لی جائین چنانچہ اس نے پوپ کلیمنٹ پنجم کو دھمکی دیکر ان پر ایسی الزامات قائم کرنے کی منظوری حاصل کر لی جنھین وہ خود بھی پہلے تسلیم کرنے کے لیے آمادہ نہین تھا جن بہادرون نے میدان جنگ مین کبھی پیٹھ نہ دکھائی تھی انکے مغلوب کرنے کے لیے جھوٹی گواہی طرح طرح کی جسمانی اذیتین اور قیدین ایجاد کی گئین اور زبردستی اقبال جرم کرایا گیا اور بالآخر انکو نیست و نابود کر دیا گیا۔ اس سے کچھ ہی کم برتاؤ انکے ساتھ انگلستان مین کیا گیا اور وہان سے بھی انھین معدوم کیا گیا۔ [1] ہسٹوریا سینوٹا ئی جلد (۳) حصہ (۱۲) ابواب (۲۱ و ۲۲) وگبن جلد (۱۱) صفحہ (۱۶۲)۔

نام بہت مبہم بالشان نظر آتا ہے خصوصاً تیسری جنگ مین اسکا نام دوسرون کے مقابلہ مین زیادہ مشہور نظر آتا ہے۔ اسکے بعد شاید ایسا کبھی نہین ہوا کہ کوئی صلیبی مہم یورپ سے فتح ارض مقدس کے لیے روانہ ہوئی ہو اور اسمین انگلستان کے سپاہیون اور روپیون کی مدد شریک نہ رہی ہو فولر کہتا ہے کہ انگلستان اس زمانہ مین گویا یورپ کا اک بھاڑے کا ٹٹو تھا اور جب کسی کام کا موقع آتا تو شاذ ہی اصطبل مین آرام سے بندھا نظر آتا تھا[۱] نیز اس زمانہ مین بھی جبکہ کوئی عام تحریک نہوتی یہ اندازہ کرنا مشکل ہے کہ کس قدر جنگجو بہادر علامت مقدس لگا کر پنج کے طور پر صلیبی جنگ کا قصد کرتے رہے ہین جنگہائے صلیبی کی تمام مدت مین ارض فلسطین مین شاید ہی کوئی ایسی بڑی حرب یا قابل یادگار محاصرہ گزرا ہوگا جسمین کوئی نہ کوئی مشہور انگریز شریک نہوا ہو تاریخ مین جن مشہور و معروف محاربین صلیبی کا ذکر ہے انمین ایک انگلستان کا بادشاہ اور انگریز بادشاہون کے تین لڑکے نظر آتے ہین۔ اور تیسری چھٹی اور اخیر جنگہائے صلیبی ایسی گزری ہین جن مین انگریزون کا تعلق خاص طور پر دکھائی دیتا ہے۔

مشہور انگریز سرداران فوج رچرڈ سوم (Richard III) رچرڈ امیر کارنوال (Richard Earl of Cornwall) اور شاہزادہ ایڈورڈ (Edward) گزرے ہین۔ رابرٹ ڈیوک آف نارمنڈی (Robert Duke of Normandy) کا بھی عموماً انھین مین شمار کیا جاتا ہے۔ رابرٹ کا نام محاربین جنگ اول کے زمرہ مین بھی نظر پڑتا ہے اور بہت کم لوگ ایسے دکھائی دیتے ہین جن کا جوش اسکے جوش کا مقابلہ کرسکتا ہو چونکہ یہ ہمیشہ تہی دست رہا اسلیے اُس نے خیال کیا کہ اسقدر بیشمار رعایا اور امرائے باج گزار جوش جنگ مین بھرے ہوئے اُسکے ہمراہ ایشیا جانے کو تیار ہین اور اُنکے سردار کی حیثیت سے اپنا مرتبہ قائم رکھکر روانہ ہونا اسکے لیے ناممکن ہوگا پس اُس نے اپنی تمام مملکت جس پر حکومت کرنے کا اسمین مادہ نہ تھا رہن رکھنے یا یون کہیے کہ بیچ ڈالنے کا قصد کرلیا اور اپنے بھائی ولیم کے ہاتھ اک غیر مساوی رقم مبلغ دس ہزار زر نقد (مارک) پر سودا کرلیا۔ ولیم نے کسی طرح روپیہ جمع کرکے اسکے حوالہ کیا اور نارمنڈی (Normandy) اور مین (Maine) پر قبضہ حاصل کرلیا اور ادھر رابرٹ روپیہ لے کر ایک نہایت شاندار جلوس کے ساتھ نام آوری کی دھن مین اور اس یقین کامل کے ساتھ کہ اس طریقہ پر اُسے نجات ابدی حاصل ہوجائے گی ارض مقدس کی طرف روانہ ہوگیا[۲] فلسطین مین اسکا نام انتہا درجہ کے تہور اور جوانمردی مین مشہور رہا اکثر تبہ کا ذکر ہے کہ بوہمانڈ (Boemand) اور ٹانکریڈ (Tancred) کی فوجین غنیم کے مقابلہ مین شکست کھا کر بھاگ کھڑی ہوئی تھین کہ یہ نارمن امیر اپنی محفوظ فوج لیے ہوئے اس ہزیمت کا تماشہ دیکھنے کے لیے آ پہنچا

[۱] تاریخ جنگ مقدس مصنفہ فولر جلد اول باب سترھم ۵۳ [۲] ولیم باشندۂ ماسبری (Malmesbury) کی کتاب صفحہ ۳۳۱

اور اپنی دل کی ساری قوت سے کام لے کر۔ سر ننگا کرکے میدان جنگ مین چلا چلا کر کہنے لگا کہ "لو ٹو۔ لو ٹو اور دشمنون پر جھک پڑو! خدا کی یہی مرضی ہے! خدا کی یہی مرضی ہے! آج کے دن ہمین شکست نہین ہوگی اور اپنا جھنڈا ہاتھ مین لے کر اپنے ہمراہیون سمیت ترکون پر حملہ آور ہوا اور انھین بھگا دیا پھر سوارون کو یکجا کیا فوج مین ترتیب قائم کی اور محافظت کا انتظام درست کر دیا۔ تسخیر یروشلیم مین یہ بات قابل یادگار ہے کہ جن شخصون نے بلد مقدس کے دروازے حملہ کرکے کھولے تھے وہ یہی دونون رابرٹ اور ٹانکریڈ تھے[1]

فتح یروشلیم کی تکمیل کے بعد امیر نارمنڈی معہ دیگر مسیحی روسا و امرا کے میدان کارزار سے مراجعت کرکے جانب وطن واپس ہوا لیکن اثنا سفر مین بارہ ماہ تک اطالیہ مین پڑا رہا اور اس طرح انگلستان کا تخت و تاج جو ولیم کے یکایک مرجانے سے خالی ہوگیا تھا اسکے ہاتھ سے نکل گیا۔ حرب صلیبی کی کامیابی کا سہرا باندھنے کے لیے اس نے ایکمرتبہ اپنا اتنا بڑا ملک ہاتھ سے دیدیا جتنا کسی اور صلیبی رئیس نے نہین دیا تھا اور اب عیش و نشاط کے شوق نے اُسے ایک اتنی بڑی سلطنت سے محروم کر دیا جو اُس اعلےٰ شہرت و نام آوری پر نظر کرکے جو جنگ صلیبی مین اُس نے حاصل کی تھی اور نیز اپنے مسلمہ حق کی وجہ سے جو اُسے از روے خاندان و نیز اس معاہدہ کی رو سے حاصل تھا جو اپنے بھائی سے اُس نے کیا تھا اُسے مل جاتی۔

لیکن تیسری حرب صلیبی مین رچرڈ اول کی ذات سے بڑی عظمت و شان ظاہر ہوئی حمایت صلیب مین جنگ کرنا اسکی زندگی کا جذبۂ غالب تھا اور جو حصہ اُس نے ان لڑائیون مین لیا وہ اسکے زمانۂ حکومت مین سب سے بڑا نشان امتیاز سمجھا جاتا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتداے زمانۂ حکمرانی سے اسکی حکومت کی گویا غایت الغایت یہی تھی کہ ارض مقدس کو کسی طرح فتح کیا جاے اور یروشلیم کو مسلمانون کے ہاتھ سے چھڑایا جاے۔ رچرڈ جانتا تھا کہ مہم فلسطین کی سرانجامی کے لیے اُسے اتنا بڑا خزانہ اپنے ہمراہ رکھنا ہوگا جو تمام ضروریات کے لیے کفایت کرسکے اور اُسکا ملک اسقدر دور ہے اور مالی حالت کے لحاظ سے بھی دولتمند نہین ہے اس لیے یہ ممکن نہین ہوسکتا کہ اُن تمام ضروریات کے پورا کرنے کے لیے جو ایسی خطرناک مہمون مین لازمی طور پر لاحق ہوتی ہین یورپ سے برابر سلسلہ رسد جاری رہ سکے۔ اسکے باپ نے مرتے وقت ایک لاکھ زر نقد (مارک) خزانہ مین اسکے لیے چھوڑے تھے لیکن رچرڈ نے اپنی موجودہ غرض کے سوا تمام دوسرے امور کی طرف سے کان بند کر لیے اور یہ کوشش کرنی شروع کی کہ جس تدبیر سے ہوسکے اس رقم مین اضافہ کیا جاے خواہ وہ تدبیر عامۂ خلایق کے لیے کتنی ہی ضرر رسان یا خود اسکے اپنے مرتبہ اور شان کے لیے کتنی ہی خطرناک کیون نہو[2]

Robertus Monachus lib. III — [1] روبرٹس مونیکس جلد سوم

Benedictus de Vita Richardi I — [2] بینی ڈکٹس ڈی وٹا رچرڈ ائی صفحہ ۵۵۳

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جب جنگ و نام آوری نے بمقابلہ مذہبی خیالات باطلہ کے رچرڈ کو مائل بہ پیکار کرنے میں زیادہ حصہ لیا تھا اور گو اس مہم میں حصول کامیابی کے لیے شیر دل بادشاہ نے اپنے تمام دیگر مقاصد و منافع کو قربان کر دیا تاہم اسکے چال چلن میں اسقدر کم اظہار تقدس پایا جاتا ہے ایک مرتبہ نیولی (Neuilly) کے ایک پادری مسمی فوک نے جو محاربات صلیبی کا ایک بہت پُر جوش واعظ تھا اور جسے اسی وجہ سے نہایت آزادی کے ساتھ سچ بولنے کا حق حاصل ہو گیا تھا رچرڈ کو نصیحت کے طور پر کہا کہ حضور اپنی ان تین بُری عادتوں یعنے غرور۔ حرص و شہوت پرستی کو ترک فرما دیں۔ بادشاہ ان تینوں کو اپنی تین بیٹیاں کہا کرتا تھا۔ اس نصیحت پر رچرڈ نے بیساختہ اک ایسا جواب دیا جس سے اس زمانہ کی اور خود بادشاہ کی طبیعت کا اندازہ معلوم ہوتا ہے اس نے تمسخر کے طور پر پوچھا "کیا واقعی ایسا ہے؟ بہت اچھا آپ ملاحظہ فرمائیں۔ میں ان تینوں کو کس کس کے حوالہ کرتا ہوں نیکلیپس کے حوالہ تو میں غرور کو کرتا ہوں۔ حرص آز کو پیروان سینٹ بینیڈکٹ (St. Benedict) کے سپرد کرتا ہوں اور شہوت پرستی کو پادریوں کے حوالہ کرتا ہوں۔ اس طور پر میری تینوں لڑکیاں اب آپ لوگوں کے حوالہ کر دی گئیں[1] بہر حال اُس جذبۂ جوش کی بنا جس نے عیسائیوں کو مذہبی جنگ پر آمادہ کیا تھا کچھ بھی کیوں نہو نتیجہ یہ ہوا کہ فوجی اور سرکش لوگ اک جماعت کثیر میں بادشاہ کے پاس جمع ہو گئے اور کفار کے مقابلہ کے واسطے ایشیا جانے کے لیے عجلت کرنے لگے۔

رچرڈ کا جو طریقہ اور چال چلن فلسطین میں رہا اسکا ذکر کیا جا چکا ہے اسی طرح یورپ کی جانب اسکی مراجعت بھی خود اُسکے اور اُسکی سلطنت کے لیے سخت مصیبت ناک ظاہر ہوئی۔ بادشاہ فرانس کی وجہ سے فرانس سے گذرنے کی اُسے ہمت نہ ہوئی۔ اسلیے بحر ایڈریاٹک کا رخ کر کے جہاز پر روانہ ہوا۔ لیکن اکوائلیا (Aquileia) کے قریب جہاز ٹوٹنے کی وجہ سے اُسے جرمنی کی راہ سے جانا پڑا مگر سیدھے راستہ کو بدرجۂ مجبوری چھوڑ کر اس نے وائنا کی راہ اختیار کی اور ایک زائر بیت المقدس کا بھیس بدل کر چلا۔ اس موقع پر فولر (Fuller) نہایت ظرافت کے ساتھ لکھتا ہے کہ شیر دل بادشاہ نے "بھیس تو بدل لیا لیکن اپنے اخراجات نہیں بدلے" جس سرائے میں یہ ٹھہرا تھا وہاں کی بھٹیاری نے یہ دیکھکر کہ "اس شخص کے اخراجات اسکے لباس کے اعتبار سے بہت زیادہ ہیں" اسے فوراً پہچان لیا اور لیوپولڈ رئیس ڈیوک) آسٹریا کے حکم سے وہ فوراً قید کر لیا گیا۔ اس امیر نے رچرڈ کی ماتحتی میں محاصرہ عکہ کے زمانہ میں کام کیا تھا لیکن اس متکبر بادشاہ کے کسی سخت ہتک آمیز کلمہ سے متنفر ہو کر اسے اسقدر اشتعال پیدا ہوا تھا کہ (اُس نے نہایت نامردی کے ساتھ) اس موقع پر اپنی خواہش کو پورا کرنے اور انتقام لینے کا قصد کیا۔ شاہنشاہ ہنری ششم بھی رچرڈ کو اپنا دشمن سمجھتا تھا۔ چنانچہ رئیس آسٹریا کے پاس

[1] کیمڈن کی کتاب الآثار صفحہ ۲۰۰ (Camden Remains)

اس نے ایلچی روانہ کیے کہ رچرڈ اسکے حوالہ کردیا جائے جسکے صلہ مین وہ بطور انعام کے ایک بہت بڑی رقم دے گا۔ اس طور پہ بادشاہ انگلستان نے جسکی شہرت سے تمام عالم گونج رہا تھا اُس وقت جبکہ اسکے ملک کی حالت انتہا درجہ کی نازک تھی اپنے تئین جرمنی مین ایک قیدی کی حالت مین پایا اور اُسوقت تک اُسے رہائی نصیب نہ ہوئی جب تک ڈیڑھ لاکھ زرنقد (مارک) بطور زرتاوان کے ادا نہین کردیا گیا[1]

رچرڈ ارل آف کارنوال نے چھٹی جنگ صلیبی مین شہرت حاصل کی اور شاہزادہ اڈورڈ نے اخیر جنگ مین نام پیدا کیا لیکن جن معنون کے یہ دونون سردار ہوے تھے ان مین قومی حیثیت موجود نہ تھی۔ پھر بھی رچرڈ کو فلسطین کے کارنامون مین بہت شہرت حاصل ہوئی ممکن ہے اس شہرت سے اُسے سلطنت روما کے بادشاہ منتخب ہونے مین کسی قدر مدد ملی ہو۔ لیکن گو رابرٹ۔ ہر دو رچرڈ اور اڈورڈ انگریزی محاربین صلیبی مین سب سے زیادہ ممتاز اور مستم بالشان تھے لیکن یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ انکے علاوہ اور کوئی ایسا انگریز نہ تھا جس نے صلیبی جنگجویون کے زمرہ مین شہرت و نام آوری حاصل کی ہو۔ جو جنگجو امیر بیان سے روانہ ہوا اسکے ہمراہ نائٹون اور امیرون کی کم و بیش اک تعداد ضرور روانہ ہوئی جو اسکے جھنڈے کے نیچے لڑی۔ اس قسم کے لوگون مین خاص کر ولیم لانگ سورڈ (William Longsword) کا نام امیر کارنوال کے نام کے ساتھ اور اڈمنڈ امیر لنکاسٹر الملقب بہ کوزہ پشت کا نام شاہزادہ اڈورڈ کے نام کے ساتھ ہمیشہ لیا جاتا ہے۔ علاوہ انکے ان رئیسون امیرون کے ساتھ ادنے درجہ کے ہزارون لوگ شریک تھے۔ یہ بھی اک قابل لحاظ امر ہے کہ گو پہلی۔ تیسری۔ چھٹی اور اخیر جنگہاے صلیب ایسی تھین جنمین انگلستان نے کوئی نہ کوئی حصہ بذات خود لیا تھا لیکن دوسری جنگون مین بھی اسکا کسی نہ کسی طرح پر تعلق رہا ہے۔ راجر دی ہاوڈن (Roger de Hoveden) بیان کرتا ہے کہ وہ انگلستان کے عوام الناس کی بیشمار جماعتین اُس جنگ صلیبی مین شریک ہوئین جنکو وعظ سینٹ برنارڈ (St. Bernard) نے دیا تھا۔ ہنری دوم کی خدمت مین ہرقلیس (Heraclius) بطریق یروشلم بالڈون دوم کا بھیجا ہوا مدد طلب کرنے کی غرض سے حاضر ہوا تھا بادشاہ نے اسکے ہاتھ سے مرقد مقدس کی کلید اور بلد مقدس کے شاہی علم تو لے لیے۔ لیکن اس عزت کے قبول کرنے سے انکار کردیا جو اُسے عطا کرنے کی تجویز تھی اور بادشاہت کے نشان امتیازی کو واپس کردیا تاہم پانسو اشرفیان (طلائی مارک) اور بیالیس ہزار نقرئی سکے "نقرئی مارک" فتح ارض فلسطین کی مدد کے طور پر بھیجدیے اور یہ وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد جمعیات ضباف الغربا اور ہیکلیین کو پانچ ہزار مارک دے دیے جائین۔ گو وہ خود نہین گیا مگر اُسکے بہت سے نائٹ اور امیر صلیب کا معرکہ لگا کر سواحل انگلستان کو خیرباد کہکر عازم ایشیا ہوے تھے۔ ہنری سوم نے بھی نشان مقدس لگایا

[1] مشہیو پیرس صفحات ۱۶۵-۱۶۷ (Matthew Paris)

اور بعدہ زمانہ پیری میں اپنے لڑکے شہزادہ ایڈورڈ کو اس خطرناک مہم پر روانہ کیا تھا[۵۰]
روپیہ پیسہ سے جو امداد انگریزوں نے حروب صلیبیہ میں کی تھی وہ کسی عیسائی قوم کے مقابلہ میں نسبتہً کچھ کم نہیں تھی۔ عام لوگوں نے بھی اپنے حصہ کی رقم اس جزیہ کی شکل میں ادا کی جو مختلف پوپوں نے بظاہر ان مہموں کی انجام دہی کے لیے قائم کیا تھا لیکن اکثر انکی اپنی جیبوں ہی میں گیا۔ ہنری دوم اور ہنری سوم نے اپنی رعایا سے تمام کرایہ جات اور جائداد غیر منقولہ کا دہ یک "محاربات صلیبی" کے لیے وصول کیا تھا جنہیں بذات خود ان میں سے کوئی بھی شریک نہیں ہوا۔ اول الذکر نے شاہ اسکاٹ لینڈ کے پاس سفیر بھیجے اور اسے اپنے قدم بقدم چلنے کے لیے ورغلایا لیکن اسکے باجگذار رئیسوں نے بالاتفاق کسی جزیہ کے دینے سے انکار کردیا اور صاف کہہ دیا کہ اگر وہ شاہ یہ جزیہ وصول کرنے کے لیے حلف بھی اٹھائے گا تب بھی ہم نہ دینگے[۵۱] یہ سخت جبریہ ٹیکس بعض اوقات لوگوں کو بہت کھلتا اور ناقابل برداشت معلوم ہوتا تھا۔ ولیم روفس نے لوگوں پر جزیہ اسلیے لگایا تھا کہ اپنے بھائی کی مملکت کو خرید کرے چنانچہ ہر مرتبے کے آدمی سے یہ رقم وصول کی گئی۔ بشپ اور خانقاہ نشین راہبوں کی ایک جماعت کی جماعت دربار میں حاضر ہوئی کہ اس سے وہ مستثنیٰ کردیے جائیں لیکن بادشاہ نے جواب دیا "کیا تمہارے یہاں سونے چاندی کے مقبرے نہیں ہیں جنہیں مردوں کی ہڈیاں بھری ہوئی ہیں؟" کہا جاتا ہے کہ اس جواب سے اشارہ پاکر انہوں نے اپنے بزرگوں کے مقبروں میں سے تمام سونا نکالا اور صلیبوں اور مقدس پیالوں کو گلاکر بادشاہ کے خزانے میں داخل کردیا[۵۲]

رچرڈ اول نے جو جو تدبیریں روپیہ جمع کرنے میں کیں ان کا ذکر کیا جاچکا ہے۔ اجازت نامے۔ فرامین۔ قلعہ جات اور بادشاہی علاقہ جات جہاں کہیں کوئی خریدار ملا فروخت کیے گئے اور کثیر التعداد لوگوں نے یہ دیکھکر کہ بادشاہ کو نقد روپیہ کی کس قدر ضرورت ہے خوب سودا بنایا۔ اسّی مارک (سکہ) میں بیدفورڈ (Bedford) کے باشندوں نے اپنے قصبہ کی زمینداری اور حقوق خرید لیے۔ تھوڑا روپیہ لے کر بادشاہ نے یہ اجازت دے دی کہ وہ جنگل گرادیے جائیں جو اسکے باپ دادا نے لگائے تھے۔ بڑے بڑے اعتماد اور اختیار والے عہدے حتّٰی کہ حاکم جنگلات و شریف تک کے عہدے جو قدیم زمانہ میں اسقدر مہتم بالشان سمجھے جاتے تھے کھلے طور پر بکنے لگے اور بڑے اعزازی خطابات روپیہ کی خاطر فروخت ہونے لگے۔ ہیوغ بشپ ڈرہم نے صلیب لیکر اسی بہانے سے

---

۵۰ راجر ڈی ہاویڈن (Roger de Hoveden) صفحہ ۴۹۰ ریمر (Rymer) صفحہ ۵۷ - کرانکان وائیک (Chronicon Wikes) جلد دوم صفحہ ۴۴ -

۵۲ اینالیز ویورلی اینسس (Annales Waverleienses) جلد دوم صفحہ ۱۶۳ - میتھیو پیرس صفحہ ۲۰۷ بینی ڈکٹس (Benedictus) صفحہ ۵۱۴ - ۵۳ ولیم باشندہ ماسبری کی کتاب صفحہ ۴۱۹ -

اپنے پیرووں سے روپیہ جبریہ وصول کرنا شروع کیا۔ لیکن جب وہ اس مہم کے لیے گیارہ ہزار روپیہ جمع کر چکا تو قسم کا کفارہ ادا کر کے ساری رقم خود دبا بیٹھا اور بادشاہ سے نارومبر لینڈ کی جین حیاتی ریاست مول لے لی اور ایکہزار مارک (سکہ) اور دے کر صدر عدالت کا منصب بھی جسکے اقتدار مین تمام قوانین کی تعمیل تھی حاصل کر لیا شہرت و نام آوری کی دُھن مین جو اس زمانہ مین سوائے کفار کے مقابلہ کے اور کسی جنگ سے حاصل نہین ہوتی تھی رچرڈ نے تمام دیگر خیالات کو بالائے طاق رکھدیا۔ حتیٰ کہ جب کبھی اسکے بعض دانشمند وزیر سمجھاتے کہ حضور یہ کیا کر رہے ہین۔ اس سے ملک کی آمدنی اور بادشاہ کی طاقت تباہ ہو جائے گی تو وہ جواب دیتا کہ "اگر کوئی خریدنے والا ہو تو مین لندن تک کو بیچ ڈالون"۔ [۱]

ایک اور اس سے زیادہ شرمناک طریقہ روپیہ کھینچنے کا اختیار کیا گیا تھا۔ بادشاہ نے نواب الالی (Earl of Ely) (ارل آف الالی) کو اپنی شاہی مہرون مین سے ایک مہر دیدی تھی تاکہ اُن فرامین پر ثبت کی جائے جنکے جاری کرنے کی اثناء حکومت مین ضرورت لاحق ہو اور اپنے ہمراہ بڑی مہر نارمنڈی لیتا گیا اور بیان ظاہر کیا کہ وہ کھو گئی ہے اور دوسری نئی مہر بنوا کر اعلان کیا کہ کوئی عطیہ یا انعام جائز نہ ہوگا جبتک کہ اس دستاویز پر جسکے ذریعہ سے وہ عطا کیا گیا ہو یہ نئی مہر ثبت نہو اور اس مہر کے ثبت کرنے کے لیے بڑے بڑے جرمانے وصول کیے جانے لگے۔ مزید برآن ہر خانقاہ اور ہر شاہی علاقہ کو مجبوراً ایک سواری کا گھوڑا اور ایک اسباب کا ٹٹو مہیا کرنا پڑا اور ہر شہر پر اسکی دوگنی تعداد لازم کی گئی [۲]

فوجی جماعتین اسوقت بڑی مالدار تھین اور انکے پاس ملک کے مختلف اقطاع مین بڑے بڑے انتظامات اور عملے تھے جن سے بہت کچھ آمدنی تھی۔ ان لوگون کی وجہ سے صلیبی محاربات کا اثر انگلستان مین ہر جگہ محسوس ہوا ہوگا۔ ان لوگون کی بہت سی دلچسپ یادگارین ابتک موجود ہین۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ہیکلیین کا قدم انگلستان مین اسٹیفن کے زمانہ مین آیا تھا۔ اس زمانہ مین انکے پاس بہت سے مکانات اور جاگیرات تھین۔ سب سے پہلے انکا قیام ہولبرن کے قدیم کلیسا مین ہوا جہان اس زمانہ مین سلاطین بنین لگی تھین اور جو سڑک سے جانب جنوب ساوتھمپٹن بلڈنگ Southampton Building کے متصل واقع تھا یہان یہ لوگ ۱۱۸۵ء تک رہے جسکے بعد اس سے زیادہ آرام کے مکان مین جسے کلیسائے جدید کہتے تھے فلیٹ اسٹریٹ (Fleet Street) کے مغربی کنارے پر اُٹھ گئے یہان انھون نے بہت دولت و عزت کمائی۔ انپر ایک ماسٹر افسر تھا جسکے سب تابع فرمان تھے۔ جسقدر ان کے مکانات مدرسے اور جاگیرین انگلستان مین تھین ان سب پر اسکی حکومت تھی لیکن

---

[۱] بینی ڈکٹس صفحہ ۵۶۸۔ گیولی المس نوبری جی انسس (Gulielmus Neubrigiensis) جلد چہارم باب پنجم

[۲] بینی ڈکٹس صفحات ۵۵۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۵۔

اسکے علاوہ ان کا ایک اور افسر گرانڈ ماسٹر تھا۔ جب پوپ کلیمنٹ (Clement) پنجم اور فلپ بادشاہ فرانس نے جمعیت ٹمپلین کا استیصال کر دیا تو یہ مکان شاہ ایڈورڈ ثانی نے نواب پیمبروک (Earl of Pembroke) کو عطا فرمایا۔ بعدہ یہ مکان ضیافت الغربا کو دیدیا گیا جنھون نے اپنے زمانہ مین قانونی طالب علمون کو پٹہ پر دیدیا چنانچہ آج تک انھین طالب علمون کے قبضہ مین ہے۔ مڈل ٹمپل ہال (Middle Temple Hall) کا بڑا ہال ۱۵۷۲ء مین دوبارہ بنایا گیا تھا اولڈ اور نیو ٹمپلون (قدیم و جدید کلیساؤن) کی مرمت کی۔ جب کبھی مرور ایام یا حوادث زمانہ نے ضرورت ثابت کی تو وقتاً فوقتاً ہوتی رہی۔ جب ۱۷۶۹ء مین ہال کا فرش بنایا جا رہا تھا تو اسمین ایک مینا کا صندوقچی ملی جس پر چاندی کا ملمع تھا۔ اسمین تقریباً سو جوڑ چھوٹے چھوٹے ہاتھی دانت کے پانسے نکلے جو شکل سے زمانۂ حال کے پانسون کے دو ثلث ہونگے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نامور جماعت کے لوگون کی بود و باش کا طریقہ اور مشاغل کیا تھے۔

یروشلیم کے کلیسا سے مرقد مقدس کی نقل مین ٹمپل چرچ بھی ایک مدور شکل کا تعمیر کیا گیا تھا۔ ٹمپلین کے تمام گرجون مین عام طور پر یہی وضع رائج تھی۔ ہنری دوم کے زمانہ (۱۱۸۵ء) مین ہرکلس بطریق یروشلیم نے اس گرجے کا افتتاح کیا تھا موجودہ عمارت کی مرمت اور جو کچھ اسمین توسیع ہوئی وہ چند سال ہوئے کی گئی تو اسمین تقریباً ساٹھ ستر ہزار پاونڈ صرف ہوئے۔ اس موقع پر اسکے اندرونی حصہ مین حسن عمارت و آراستگی کی ایسی ایک مجموعی شان پیدا کی گئی تھی کہ اس سے زیادہ ہو نہین سکتی۔

مغربی دروازے کے سامنے کا ڈیوڑھی جو ابتداءً ایک قدیم خانقاہ سے ملا ہوا تھا اب فلیٹ اسٹریٹ مین چانسری لین کے محاذی ایک طول طویل گلی کے کنارے پر واقع ہے۔ اگر تم اسکے اندر جانا چاہو تو ایک وسیع مدور مکان مین داخل ہوگے جو اس متبرک عمارت کا سب سے زیادہ قدیم حصہ ہے۔ اسکا گنبد چھ چھوٹے ستونون پر قائم ہے جو پربک (Purbeck) کے سنگ مرمر سے بنائے گئے ہین اور ہر ایک ستون کی چوٹی دوسرے ستونون سے زیبائش و آراستگی مین مختلف ہے۔ اسی پتھر کے ستون دیوارون کو سہارا دیے ہوئے ہین جس سے انکی اور زینت بڑھ گئی ہے۔ کلیسا کے اس حصہ سے متصل اور اسی طرف کو کھلی ہوئی ایک مستطیل الشکل عمارت ہے جسکی رسم تقدیس ۱۲۴۰ء مین ادا کی گئی تھی، جسکی چھت محراب دار ہے اس چھت کی استرکاری پر نہایت عمدہ نقش و نگار بنائے گئے ہین۔ عمارت کے اخیر سرے پر رنگین شیشون کی ایک نہایت پرتکلف کھڑکی ہے جسمین بہت سے شوخ رنگ ملے جلے جھلملاتے نظر آتے ہین۔ اس عمارت مین بہت سی نشست گاہین بنی ہین اور یہین نماز پڑھی جاتی ہے ارغنون باجہ جو شمالی دیوار سے ایک گوشہ نشین کمرہ مین ہے فادر شمٹ (Father Schmidt) کا بنایا ہوا ہے اور دنیا کے نفیس ترین باجون مین شمار کیا جاتا ہے۔

اس خوبصورت عمارت مین ایک اور بہت دلچسپی کی چیز چوپڑی کا فرش ہے۔ تمام عمارت مین یہی فرش
کیا گیا ہے۔ جس وقت موجودہ مرمت اور توسیع آغاز کی گئی تھی اسوقت کلیسائے قدیم کے ستون اور دیوارین تک
روغن اور قلعی سے بہت گہری پپی ہوئی پائی گئین۔ یہ قلعی مدت ہائے مدید سے تہ بہ تہ ہوتی چلی آئی تھی۔ جب
اسے چھیل کر صاف کیا گیا تو اصلی ستون بہت خراب و خستہ پائے گئے اور یہ خیال ہوا کہ یہ گنبد کے وزن کو نہ
اٹھا سکین گے چنانچہ اسکے نیچے اسی خیال سے ہنگامی طور پر ایک پائڈو باندہ دی گئی یہ ستون فن عمارت
کے لحاظ سے بہترین سمجھے جاتے تھے۔ مگر انکی حالت ایسی خستہ تھی کہ مجبوراً ایک ایک کرکے نکالنے پڑے اور موجودہ
ستون اصلی ستونون کے ٹھیک نمونہ کے مطابق بنا کر انکی جگہ لگا دیے گئے۔ اصلی ستون جب نکالے گئے تو
انکی کرسی کے نیچے سے ہزارون من مٹی اور کوڑے کے تلے دبی ہوئی کھپریل برآمد ہوئی جن پر جان۔ ہنری اور
رچرڈ اور دیگر بادشاہوں اور شہزادون کے جنہون نے جنگہائے صلیبی مین حصہ لیا تھا جنگی علامات اور اسلحہ
منقش تھے۔ ان سب کی نہایت صحت کے ساتھ نقل اتاری گئی اور اندرونی اور وسطی کلیسا (اپرٹیل مڈل ٹمپل) پر
دو جماعتون کے بھی علامات اضافہ کرکے تمام گرجے مین انکا فرش کر دیا گیا جس سے عمارت مین ایک ایسی شان
پیدا ہوگئی ہے کہ اسکا حسن آسانی سے بیان نہین ہو سکتا۔

لیکن جو اشیا سب سے زیادہ دلچسپ ہین وہ مجسمے ہیکلین کے نائٹون کے لیٹے ہوئے مجسمے ہین جو اکثر یہان مدفون
ہین یہ تعداد مین نو ہین۔ چار چار کی دو جماعتین گنبد کے نیچے لگا دی گئی ہین لیکن نوان (۹) بت جو جنوبی دیوار
کے نیچے رکھا ہوا ہے اور جسکے محاذی شمالی جانب سنگی تابوت کی شکل کی آثار قدیمہ مین سے ایک شے ہے ہیکلین کے
سردار (گرانڈ ماسٹر) کا بت ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ تمام دیگر بتون سے یہ زیادہ قدیم ہے۔ تمام بت اس طرح پر بنائے
گئے ہین کہ گویا ایک نائٹ زرہ بکتر آراستہ سب طرح کے ہتھیار لگائے ہوئے لیٹا ہے۔ اس زمانہ مین یہ رواج تھا کہ
جو لوگ جنگہائے صلیبی مین شریک ہوتے انکا بت یادگار کے طور پر بنایا جاتا تو اس طرح چہار زانو بیٹھا ہوا بنایا جاتا
کہ اس سے علامت صلیب پیدا ہوتی۔ اسی طرح انہین سے اکثر بت اسی نہج پر چہار زانو لیٹے ہوئے ہین بعض
انہین ایسے ہین جنکے پیر گھٹنون کے اوپر رکھے ہوئے ہین جو ایک خاص عزت و امتیاز کی علامت سمجھی جاتی ہے ان
صورتون مین سے صرف دو شبیہین شناخت کی جا سکی ہین ایک امیر پمبروک (ارل آف پمبروک) کی اور دوسری
اس کے بیٹے کی۔

زمانہ اور حوادثات زمانہ نے ان سب کی صورتون مین کچھ نہ کچھ تغیر پیدا کر دیا ہے جس سے یہ ضرورت
لاحق ہوتی ہے کہ اپنی اصلی جگہ سے انہین ہٹا کر الگ رکھ دیا جائے۔ کیمڈن (Camden) کے زمانہ
مین معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک علیحدہ جگہ پر رکھے ہوئے تھے۔ وہ لکھتا ہے کہ انہین سے ایک پر یہ کتبہ ایسے حروف مین

جو قریب قریب مٹ گئے تھے لکھا ہے "کامس پمبرشیا" (Comes Pembrochiae) ارل آف پمبروک اور دونون پہلوٹھن ہن "مائیلس ایرم ماریس۔ مارس ملٹاس و ایسراٹ آرمس" (Miles Eram Martis Mars meltos veerat armi) مین مریخ کا ایک سپاہی تھا۔ مریخ نے اپنے زور بازو سے بہتون پر فتحیابی حاصل کی" (I was a soldier of mars, mars conquered many arms)۔
یہ عبارت اب بالکل مٹ گئی ہے لیکن بت ابھی تک موجود ہین۔ جو ایک ایسے زمانہ کی خفتہ یادگار ہین جو بعید از عقل حماقت اور ذلیل و خوار باطل پرستیون کی وجہ سے اتبک مشہور ہے اور جسکی تاریخ پڑھی جاے تو اسکا بڑا حصہ بجاے حقیقت واقعی کے کسی خیالی کہانی کی بعید از قیاس باتون کا مجموعہ معلوم ہوتا ہے۔ ان بتون کے علاوہ ایک اور بت ہے جو بلند نشست گاہون اور تختہ بندی کے دور کرنے کے بعد جو قدیم دیوارون کو چھپاے ہوے تھی دریافت ہوا تھا۔ یہ ایک بشپ کا مجسمہ ہے جو دوسرے مجسمون کی طرح بیٹھا ہوا ہے۔ یہ مورت سنگ مرمر کی بنی ہوی ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ ہرقلس کے لیے بنائی گئی تھی جس نے اس گرجے کی رسم تقدیس ادا کی تھی۔

جمعیت ضیاف الغربا کا بھی انگلستان مین بہت بڑا کارخانہ تھا۔ ہالبرن (Holborn) کے شمالی جانب انکے لیے ایک مکان تیار کیا گیا تھا جو بعد مین وسیع کرکے ایک محل بنا دیا گیا۔ اسمین ایک خوبصورت گرجا بھی تھا جسمین اتنا اونچا ایک مینا رتھا کہ شہر کے لیے باعث زیب و زینت معلوم ہوتا تھا۔ ضیاف الغربا کے دولت و تمول نے انکے لیے اعلےٰ سے اعلےٰ اعزاز کا راستہ صاف کر دیا تھا۔ انکا سردار خانقاہ انگلستان کے امیر الامرا کے برابر سمجھا جاتا تھا اور نہایت تزک و احتشام اور ثروت کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا۔ بادشاہ ہنری ہشتم کے زمانہ مین انکے تمام مقبوضات خود بادشاہ کے اپنے تصرف کے لیے ضبط کر لیے گئے۔[۱]

باب ہشتم

تبصرۂ عام

ناظرین اب مختصر سے حالات ان واقعات کے ملاحظہ فرما چکے ہونگے جن کا شمار ان بے انتہا غیر معمولی حادثات مین ہے جنھون نے عالم کو تہ و بالا کر دیا تھا۔ حروب صلیبیہ ایک مورخ کے لیے انتہا درجہ کی دلچسپی کا مضمون ہے انکی تاریخ پڑھنے کے لیے خود بخود یہ سوالات پیدا ہوتے ہین کہ۔ وہ کون سے اسباب تھے جنکی مدد سے یہ صلیبی جنگی جوش اتنی مدت تک قائم و برقرار رکھا گیا؟ پھر اسکے انحطاط کے اسباب کیا ہوے؟ ان محاربات کا اثر کیا ہوا اور وہ کون سے اخلاقی نتایج ہین جو ان مہمات سے ہم نکال سکتے ہین؟ یہ تمام سوالات ہین جو غور و خوض کے لیے علحدہ

[۱] کیمڈن کی کتاب "برطانیہ" جلد (۲) صفحہ (۹)۔

علیحدہ ہماری توجہ اپنی طرف مبذول کرتے ہین۔

ان سوالون مین کا پہلا سوال یعنے وہ کون سے اسباب تھے جنکی مدد سے یہ صلیبی جنگی جوش اتنی مدت تک قائم وبرقرار رہا کچھ کم دلچسپ نہین ہے جس جذبہ نے مذہبی جنگون کی یہ آگ لگائی تھی اسکی ابتدا پر اگر نظر کی جائے تو وہ اتنی غیر معمولی نہین معلوم ہوتی جتنی یہ بات کہ اتنی طول طویل مدت تک اسکا سلسلہ کیونکر جاری رہا۔

(۱) نام آوری کی خواہش۔ یعنی وہ نام آوری جو قوت بازو کی مدد سے حمایت مذہب مین داخل کیجائے یہ وہ اصول تھا جس پر محاربات صلیبی کی بنا قائم ہوئی تھی اور اسی اصول نے کم وبیش قوت واثر کے ساتھ ایک زمانہ سے دوسرے زمانہ تک لوگون کو اپنی جانب متوجہ رکھا۔ یہی جذبہ اُن فوجی جمعیتون کے معرض وجود مین آنے کا باعث ہوا تھا جنکی عظمت مشہور تھی پھر ہم دیکھتے ہین کہ رفتہ رفتہ یہی بچہ ماں باپ کا پرورش کنندہ بن جاتا ہے۔ انکے اجتماع کی غایت۔ انکی جماعتون کا مقصد حتیٰ کہ عین انکا وجود ان جنگون کی بقا کا مترادف بن جاتا ہے جنھین وہ مقدس کہتے تھے۔

ضیافت الغربا اور ہیکلیین کے نائٹون کی تعداد۔ دولتمندی بڑھتی بڑھتی تمام یورپ مین پھیل گئی۔ ان جمعیت سے تعلق رکھنا ایک ایسی عزت تھی جس پر بے انتہا فخر کیا جاتا اور جس کے حاصل کرنے کی تمنائین کی جاتین۔ انکا اثر انکے مرتبہ اور ثروت کے اعتبار سے بڑھتا گیا ہیکلیین کی جماعتکے ابتدائی قیام کے چند ہی سال بعد اُنھین وہ بڑی جاگیرین یا اضلاع عطا کیے گئے جو اندلس مین عربون سے فتح کیے گئے تھے صرف شرط یہ رکھی گئی کہ خود اپنی اور نیز قوم کے ملک کی حفاظت کرین۔ یہ جاگیرین دریاے ابرو کے اُس پار اقطاع ارغون د ... مین واقع تھین جنھین فتح ہوے تھوڑا ہی زمانہ ہوا تھا۔ اس لیے انکی حالت ابھی غیر مستقل سی تھی۔ اسکے تھوڑے عرصہ بعد دوسرے اقطاع کے بھی بعض اضلاع انھین جاگیر مین ملے۔ اس جمعیت کی اور نیز جمعیت قدیس یوحنا (سینٹ جان) کی اسقدر غیر معمولی عزت کی جاتی تھی اور سارے عالم مسیحی کو انکی ذات کے ساتھ ایسی ایسی امیدین وابستہ تھین کہ ارغون کے پہلے بادشاہ الفانزو نے جو لاولد تھا مرتے وقت اپنی پوری سلطنت انکے نام ہبہ کردی تھی یہ فیاضی کی ایک ایسی مثال ہے جسے سُن کر آئندہ زمانہ مین حیرت واستعجاب اور خود اسکے زمانہ مین بیچینی واضطراب پایا جاتا ہے ارغون کی رعایا نے اس عجیب وصیت نامہ کو فسخ کردیا لیکن باین ہمہ جانشینان الفانزو کو روپیہ پیسہ اور جاگیرات سے بیحد مراعات کر کے ان جمعیتون کے حریص سپاہیون کی تالیف قلوب کرنی پڑی اور یہ وعدہ لینا پڑا کہ انکے مقابلہ مین اہل مراکش سے مصالحت نہ کرسکین۔ اس عظیم الشان اثر کی وجہ سے جو ان جماعتون کو یاستہائے یورپ پر حاصل تھا اس بات کا صحیح اندازہ کرنا غیر ممکن ہے کہ لوگون کے مختلف قلوب پر انکی کس قدر حکومت تھی

اگر یہ کبھی اپنی فوجی وردی پہنے اور وہ مذہبی نشان لگائے جو اُنکے مقصد کا نشان امتیازی تھا سامنے آ نکلتے ہوتے تو دیکھنے والوں کے دلوں میں صلیبی جنگ کا ہیجان اور ایک قسم کی حیرت انگیز حرارت پیدا ہو جاتی تھی[1]

(۲) محاربات صلیبی کا زمانہ وہ زمانہ تھا جبکہ قصہ کہانی اور شعر و شاعری کا تمام تر چرچا پھیلا ہوا تھا بلکہ یہ صلیبی جنگیں بھی درحقیقت ایک قسم کے ایسے واقعات کا سلسلہ تھیں جو زیادہ تر قیاسات و افسانہ جات سے تعلق رکھتے ہیں اور جن پر لوگوں کا میلان اُن جذبات کی وجہ سے ہوا تھا جنھیں شاعرانہ تخیل وجود میں لایا اور باطل پرستی نے حقائق آسمانی کا جامہ پہنایا تھا۔ پس یہ کوئی حیرت انگیز امر نہیں ہے کہ تمام عالم مسیحی میں مذہبی جنگ کا جوش قائم رکھنے میں شاعری ایک نہایت قوی ذریعہ ثابت ہوئی ہو۔

اس زمانہ کی شاعری بالکل اُسی طرح کی شاعری تھی جس کی توقع دماغ انسانی کی ابتدائی کوششوں سے جبکہ وہ نسبتہً وحشت کے زمانہ سے نکل کر تہذیب کے زمانہ میں داخل ہو رہا ہو کی جاسکتی ہے۔ سیدھی سادی تصنع سے آزاد لیکن پرجوش جس کا نفس مضمون ان واقعات سے ماخوذ ہو جو اسی وقت وقوع پذیر ہو رہے ہوں اور جو اپنے زمانہ کی جسمیں اُس نے جنم لیا ہے سچی اور پوری تصویر ہو۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ صلیبی محاربات جن کا مقصد ارض مقدس کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے نجات دلانا تھا شاعروں کے گیتوں کا نفس مضمون نہ بن جاتے۔ وہی جذبہ جس نے چند صدیوں بعد ٹیسو Tasso کو اپنی عالی شان نظم "فتح یروشلیم" (Jerusalem Delivered) لکھنے پر آمادہ کیا۔ کیا اس زمانہ میں جبکہ صلیبی افواج کہیں میدان جنگ میں جا رہی ہونگی اور کہیں میدان سے واپس آکر اپنے کارنامے بیان کر رہی ہونگی شعرا کو جوش دلانے میں ناکامیاب رہا ہوگا۔ بہادرانہ عشق و محبت کی داستانیں اور مردانہ وار جنگ و پیکار کی حکایتیں اس زمانہ میں شاعری کے لیے بکثرت مضامین پیش کر سکتی تھیں۔ بلکہ وہ عظیم مہمات جسمیں تمام یورپ کے سورما شریک تھے اگر ایک شاعر کی طبیعت پر اپنا اثر پیدا کرنے میں کامیاب نہ ہوتیں تو نہایت حیرت انگیز بات ہوتی مگر وہ بلاشک کامیاب ہوئیں۔ محاربات صلیبی نے شاعروں کی طبیعتوں کو ہیجان میں لاکر شاعرانہ مضامین کا القا کیا اور شاعری نے اپنی نوبت پر محاربین صلیبی کی طبیعتوں کو ہیجان میں لاکر انمیں جنگجویانہ خیالات پیدا کیے جس کا قوی اثر ہمیں کثرت کے ساتھ نظر آتا ہے۔

اس جذبۂ شعر و شاعری کی آگ ایک دفعہ بھڑک اُٹھنے کے بعد دور دور پھیلتی چلی گئی اور عالمگیر ہوگئی خود وہی لوگ جو میدان جنگ میں تیغ و تبر چلاتے تھے جب لڑائی سے فرصت پاتے تو انھیں مشاغل میں جی بہلاتے کیا بادشاہ۔ کیا سپاہی اور کیا عورتیں اور شعرا سب ہی اس دلکش فن کی مشق کیا کرتے۔ یہ سچ ہے

---

[1] ہیلم صاحب کی تاریخ ازمنۂ وسطیٰ (Hallam's Middle Ages) جلد دوم صفحہ ۳۷۵

کہ ابھی تک چھاپے کا رواج نہین ہوا تھا اور مطلعون نے اُنکے کلمات مین جو آتش سوزان کی مثال تھے پر نہین لگا دیے تھے تاہم ملک ملک پھرنے والے بھاٹ اور گویے دور دوران اشعار کو لیجاتے اور اپنے پُر جوش طریقۂ ادا سے اُنکی قوت اثر کو دوبالا کر دیتے تھے۔

طروبادوریون[1] ([illegible]) کی کثرت ہوگئی تھی۔ اس طبقہ کے شاعرون مین سب سے پہلا شاعر جسکا پتہ ملتا ہے ولیم امیر پوئیتو (Count of Poitou) تھا جس نے ۱۱۲۶ء مین وفات پائی انہین سے ایک سو بیالیس شاعرون کی سوانح عمریان لکھی جا چکی ہین اور انکے علاوہ بہت سے ایسے شعرا کے صرف نام درج کر دیے گئے ہین جنکے حالات کسی طرح دستیاب نہو سکے لیکن اسمین بھی کوئی شک نہین کہ بکثرت ایسے بھی ہونگے جنکے نام تک باقی نہین رہے اور تاریخون مین ذکر تک نہین آتا۔ انھین "طروبادوریون" مین ایک بادشاہ انگلستان (یعنے رچرڈ شیر دل)۔ دو شاہان ارغون (Aragon) ایک بادشاہ صقلیہ ایک ولیعہد ([illegible]) آورنی۔ ایک رئیس فائی (Count of Foix) اور ایک شاہزادہ آریج کا شمار کیا جاتا ہے۔ صلیبی بہادرون کے من گھڑت کارنامے فوجی نغمون مین گائے جاتے اور ساتھ ہی ساتھ عشق و محبت اور عیش و طرب کی داستانین بیان کی جاتین جو بہادری اور جوانمردی کا ایک جزو اور انکے مقاصد کی ترقی دینے والی سمجھی جاتی تھین۔ غرضکہ یہی مضامین تھے جن پہ یہ شعرا اپنی تمام قوت صرف کیا کرتے تھے۔ طروبادوری ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک قلعہ سے دوسرے قلعہ تک خود اپنے یا کسی دوسرے کی تصنیف کیے ہوے اشعار گاتے بجاتے جایا کرتے تھے۔ یہ چرچا اسقدر پھیل گیا تھا کہ خانقاہ نشین راہب بھی جب کبھی کوئی مذہبی رسم انجام دیتے تو اپنے جلسہ کو راگ اور موسیقی سے رونق دینے اور پر لطف بنانے کے لیے ان گویون کو بلایا کرتے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ "دنیا گانے مین دیوانہ دست تھی۔ اس ابتدائی زمانہ مین قومون کی حالت ایک پُر جوش صاحب جذبہ و جذبات نوجوان کی سی تھی۔ نوجوانی کی وہ للک اور ادھا دہند کسی کام کے پیچھے پڑ جانا جو تقریباً ہر شخص نے عنفوان شباب کے عالم مین اپنی طبیعت مین محسوس کیا ہوگا معاشرت عامہ (سوسائٹی) کی ایک خصوصیت خاص ہوگیا تھا۔ یورپ ایک پُر جوش لڑکے کے مانند تھا اور جس کام کو اختیار کرتا خواہ عشق و عاشقی کے متعلق ہوتا۔ خواہ مذہب کے خواہ نغمہ و سرود کے وہ ایسے جوش و خروش سے بے قابو ہو کر سرتا پا گرمجوشی کے ساتھ اسمین منہمک ہو جاتا جس کی مثال قومون اور آدمیون کے محض آوان صبا مین نظر آتی ہے"۔ شاعری اس زمانہ مین نہایت دلچسپی و مسرت کا ذریعہ اور لوگون کے خیالات مین ہیجان پیدا کرنے کا ایک آلہ بن گئی تھی۔ پھر بھلا اُس کا اثر

[1] غزل گو شاعرون کے ایک طبقہ کا نام ہے جنھون نے گیارھوین۔ بارھوین اور تیرھوین صدی عیسوی مین جنوبی فرانس و شمالی اطالیہ مین بڑی ترقی کی تھی

[2] ہیلم صاحب کی تاریخ ازمنہ وسطی جلد (۲) صفحہ (۴۹۲) اور بیننگٹن صاحب (Bennington) کی تاریخ ازمنہ وسطی صفحات ۲۲۷ و ۲۲۹

اس زمانہ مین کیا ہوا ہوگا جبکہ خاص کر حرب سوم کے موقع پر طرد با دور اپنی اپنی قوتون کا باہم مقابلہ کرتے پھرتے تھے کہ کون ہے جو یورپ کے بادشاہون اور سورماؤن کے قلوب پر اپنے کلام سے اتنا زبردست اثر ڈال سکتا ہے کہ وہ اپنی خانگی تنازعات کو یکسو کرکے ارض مقدس کی نجات کے لیے دوڑتے ہوے چلے جائین؟

(۲) پاپاے روم کی حکمت عملی یہی تھی کہ کسی نہ کسی طرح ممالک عیسوی مین صلیبی محاربات کا جوش باقی رہے اور اس غرض کے لیے اُس نے ہزارون جتن کیے اور جتنی تدبیرین ممکن تھین عمل مین لاتا رہا۔ مگر اُسکے پاس اس جوش کی بقا کی خواہش کے وجوہات بھی تھے۔ اسکی غرض یہ تھی کہ تمام عالم کی بادشاہی رومتہ الکبریٰ کے پوپ کی ذات واحد مین مرتکز ہو جاے۔ پابندی قواعد کلیسا سے آزادی۔ کلیساے عیسوی پر حکومت۔ بادشاہان روے زمین پر ایک عالمگیر اقتدار۔ یہ تین بڑی بڑی خواہشین تھین جنکے حصول کے لیے وہ برابر کوشش کرتا رہتا تھا۔ پوپ انوسنٹ سوم کے زمانہ مین اس زبردستی اور سلب اختیارات کی مثالین بہت واضح نظر آتی تھین۔ گریگوری ہفتم کی ضرب لاانتقال اور کھاد تین سو برس سے زیادہ پرانی اور پختہ ہوگئی تھین اور بادشاہون کی گردنون کو پیرون سے روندنے کا حق پاپا کی صفات کا جزو لاینفک تسلیم کرلیا گیا تھا۔ چنانچہ انوسنٹ کا یہ بیان ہے کہ "جس طرح سورج اور چاند آسمان پر موجود ہین اور جس طرح دن کی روشنی زیادہ ہوتی ہے اور رات کی کم۔ اسی طرح کلیسا مین دو قوتین ہین ایک پوپ کی قوت جو اس وجہ سے کہ روح کا تعلق اُس سے ہے بڑی قوت ہے اور دوسری بادشاہ کی قوت جو اس وجہ سے کہ صرف آدمیون کے جسمون کی نگرانی اُسکے ذمہ ہے اُس سے کمتر قوت ہے۔" ان تصورات کے نشہ مین مست ہوکر انوسنٹ سوم سمجھتا تھا کہ بادشاہون کا کسی قسم کا جھگڑا ایسا نہین ہے جو اسکے اختیارات کے حدود سے خارج ہو۔ اُس نے فرانس و انگلستان کے بادشاہون سے ایک مرتبہ کہا کہ "گو مین نہین فیصلہ کرسکتا کہ فلان جاگیر پر کس کا حق ہے لیکن یہ فیصلہ کرنا میرے اختیارات مین داخل ہے کہ کہان ارتکاب گناہ کیا جا رہا ہے اور یہ میرا فرض ہے کہ تمام قسم کی فضیحتون اور عام فواحش کا انسداد کرون۔" ہیلم صاحب کہتے ہین کہ "اگر ہم اس حوصلہ مند آدمی کے رسل و رسائل پیش نظر رکھکر اندازہ کرین تو معلوم ہوگا کہ اسکی سب سے زیادہ خوشی یہ تھی کہ اپنے غیر محدود اختیارات کا اظہار کیا جاے۔ اسکے خطوط خاص کر وہ جو پادریون کو لکھتا ہے خواہ مخواہ درشتی و سخت کلمات سے مملو ہوتے ہین۔ گریگوری ہفتم کی طرح اسکی بھی طبیعت تیز و تند نظر آتی ہے اور وہ یہ نہین پسند کرتا کہ کسی شخص کا ذرا بھی مرہون منت بنے۔ اسکے خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انکار کو پہلے ہی فرض کرلیتا ہے اور جیسے جیسے آگے بڑھتا ہے اپنے غیظ و غضب کی باگ ڈھیلی کرتا جاتا ہے اور جہان کہین وہ کوئی آرزو ظاہر کرتا ہے تو بغیر دھمکی دیے خط نہین ختم کرتا۔ مذہبی علوم و قوانین کی کامل و وسیع دستگاہ۔ واقعات عالم کا گہرا مطالعہ کرنا۔ اور ایک ان تھک کوشش ذاتی یہ سب ایسی صفات تھین جو اسکی بے خوف و اُولوالعزم طبیعت کو سنبھالے رکھتی تھین۔

جدھر دیکھیے روتۃ الکبریٰ کی گرج تمام بادشاہون کے سرون پر سُنائی دیتی تھی کبھی ایک شخص سویرو (Sverre) نام اس علت مین کہ ناروے کا تاج اس نے زبردستی سے لیا ہے خارج المذہب کیا جاتا ہے اور کبھی ہنگری کے بادشاہ کو اس جرم مین کہ پوپ کے وکیل کو جو ہنگری سے گزر رہا تھا اس نے روک لیا ہے کسی قدر نرم الفاظ مین لکھا جا رہا ہے لیکن ساتھ ہی یہ دھمکی بھی دی جا رہی ہے کہ اگر وکیل مذکور رہا نہ کر دیا جائے گا تو مجبوراً اُسے بادشاہ کے لڑکے کی جانشینی مین مزاحمت کرنا پڑے گی۔ بادشاہ لیان (Leon) نے کہین اپنی بنت عم کیسٹائل (Castile) کی شاہزادی سے شادی کر لی تھی انوسنٹ نے اس جرم مین اسکے تمام ملک مین مذہبی مراسم ادا کرنے کی ممانعت کر دی لیکن جب پادریون نے درخواست بھیجی کہ مراسم مذہبی بند کرنے کی وجہ سے لوگون نے انھین [illegible] وہ ٹیکہ دینا بند کر دیا ہے اور اسوجہ سے مذہب حق کی تعلیم بند ہو گئی ہے اور لوگ بیدین معلمون کے کلمات سُننے لگے ہین تو اُس نے اتنی اجازت دی کہ صرف دروازے بند کر کے نماز پڑھائی جایا کرے لیکن تجہیز و تکفین کی کوئی مذہبی رسم ادا نہ کی جائے۔ اس سختی سے تنگ آکر آخر کار بادشاہ نے سر تسلیم خم کر دیا اور اپنی بی بی کو اُسکے گھر واپس بھیج دیا۔ پطرس دوم بادشاہ اراغون نے روتۃ الکبریٰ مین پوپ کے ہاتھ سے لے کر نائٹ بننے کا کمر پٹکہ باندھا اور شاہی تاج سر پر رکھا اور اپنی اور اپنی اولاد کی طرف سے دوامی اطاعت و فرمانبرداری کا حلف لیا۔ اس نے اپنی سلطنت نذر کے طور پر پیش کی اور پوپ کی طرف سے پھر اُسے قبول کیا۔ اور پاپا کی جاگیر کی حفاظت کے معاوضہ مین ایک رقم بطور سالانہ خراج کی دینا منظور کی۔ انگلستان کے بادشاہ جان کا بھی اسی شخص کے سامنے خاک مذلت منھ پر مل کر رہ جانا تیین دینا ناظرین کو معلوم ہوگا"[1]

محاربات صلیبی پاپاے روم کی حرص پوری کرنے کے لیے ایک نہایت موزون ذریعہ بنائی گئی تھین۔ کلیساے یونانی و کلیساے لاطینی کا باہم اتحاد ایک ایسا مقصد تھا جو پہلے ہی سے ان مہمات کا مقصد قرار دیا گیا تھا اور قسطنطنیہ فتح کرنے کے بعد بھی اس غایت کے حاصل کرنے کی طمع و ہوس اسی قدر غالب رہی جسقدر کہ پہلے تھی۔ ہمین شک نہین کہ انوسنٹ سوم نے محاربین صلیبی کی توجہ دوسری طرف منعطف ہونے پر جس سے فتح ارض مقدس مین رکاوٹین پیدا ہو گئین بہت اظہار افسوس کیا بلکہ اسکی مخالفت بھی کی لیکن ہم دیکھتے ہین کہ وہ یونانی بطریق پر فتح حاصل کرنے اور پوپ کے مرتبہ کے سامنے اسکے سر اطاعت خم کرنے پر کسقدر اظہار مسرت کرتا ہے[2] محاربین صلیبی کو جسقدر کامیابیان ہوتی جاتی ہین وہ سب پاپاے روم کی قلمرو کو وسعت دیتی جاتی تھین۔ بادشاہ پر و تسلیم اسکا ایک باجگذار نظر آتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ بات نظر آتی ہے کہ صلیبی جنگجو خود یورپ مین پاپا کی اطاعت کو قوی کرتے رہتے ہین۔ حمایت صلیب مین جتنی افواج بر سر جنگ تھین سب بڑے نام پاپاے روم کی سرکردگی مین سمجھی جاتی تھین۔ اور کئی بار ایسا بھی اتفاق ہوا ہے کہ خود اسکی خانگی تنازعات کی حمایت مین انھین میدان مین آنا پڑا ہے۔ جو والیان ملک ایسے تھے کہ اپنے اقتدار و حکومت

---

[1] ہیلم صاحب کی تاریخ ازمنہ وسطی جلد (۱) صفحات (۵۰۱) و (۵۰۳)۔ [2] دیکھو ابتدائی اوراق باب ششم کتاب ہذا۔

کی وجہ سے پاپاے روم کے مقاصد کے ابتدا میں حامی سمجھے جاتے تھے اُن سے نجات حاصل کرنے کے لیے یہی محاربات صلیبی نہایت کارآمد تدابیر ثابت ہوتی تھیں۔ ایسے رئیسون کو جس طرح ممکن ہوتا مجبور کیا جاتا کہ ترکون کے مقابلہ مین میدان کارزار گرم کرکے صلیب کی حمایت کرین۔ اس طرح انکی وہ قوت جسے وہ پوپ کے اختیارات محدود کرنے مین صرف کرتے بیرونی دشمن کے مقابلہ مین توڑ ڈالی جاتی۔ اسی وجہ سے شاہنشاہ فریڈرک دوم کو جنگ صلیبی شروع کرنے کے لیے مجبور کرنے مین طرح طرح کی تدبیرون سے کام لیا گیا۔ اس غرض کے علاوہ ایک اور غرض یہ بھی تھی کہ روپیہ جمع کیا جاے کیونکہ جنگ ہاے صلیبی خصوصاً اخیر کی لڑائیان کلیساے رومۃ الکبریٰ کے لیے بہت بڑی آمدنی کا ذریعہ تھین۔ کلیسائیون کی معافیات وموقوفات اور انکی آمدنی کا ذکر کرتے ہوے ایک نہایت مستند وعالی مرتبہ مصنف بیان کرتا ہے کہ بڑی بڑی رقوم اُن عقیدت مند لوگون سے جنھین عورتون اور ایسے بیکار آدمیون کا حصہ زیادہ ہوتا جو بذات خود میدان میں نہین جاسکتے تھے اس بہانہ سے وصول کی جاتین کہ انھین حلف کے پورا کرنے کی مجبوری سے آزاد کردیا جائے یا اور دعاتین اور دیگر روحانی انعام جو اپنی جدت کے لحاظ سے کسی کے وہم وگمان مین بھی نہین آسکتے تھے عطا کیے جائین سب رقوم جنگ کی مد مین جمع ہوتین۔ اس مین سے کچھ جنگ مین صرف ہوتا۔ کچھ رئیسان ووالیان ملک کو دیا جاتا اور ایک بہت بڑی رقم امام دین عیسوی یعنی پاپاے روم کے قبضہ مین جاتی اور کلیسا کے خزانہ مین اضافہ کرتی [سلہ]

یہی اسباب تھے جنکی وجہ سے پاپاے روم اس شعلہ کو جس نے صلیبی جنگون کی آگ پھیلائی تھی اور بھڑکاتا جاتا تھا چنانچہ گریگوری دہم کے زمانہ تک ہم دیکھتے ہین کہ اسی قسم کی کوششین برابر جاری رہی ہین۔ علاوہ اسکے پاپاے روم کے پاس اس قسم کے سامان وذرائع کی بھی کمی نہ تھی جو اس کام کے لیے ضروری سمجھی جاتے ہین۔ تمام چھوٹے پادری ہر وقت اپنے لاٹ پادری کے احکام کی تعمیل کے لیے مستعد نظر آتے تھے۔ خانقاہ نشین راہبون کی جماعت بھی پوپ کے اشارہ پر کام کرتی تھی اور جس وقت کوئی عام انجمن قائم ہوتی کہ عامۂ مسیحیین مین مسلمانون کے خلاف انتقام کی آگ بھڑکائی جاے اور فلسطین کے عیسائیون کی مدد کی جائے تو اس انجمن کے فیصلون کو ہزارون پیغامبر تمام ممالک عیسوی مین مشتہر کرنے کے لیے فوراً کھڑے ہو جاتے تھے۔ انکے پاس عامۂ خلائق کو متاثر کرنے کی دلیلون اور اسباب کی بھی کوئی کمی نہ ہوتی۔ علاوہ مسلمانون کے مظالم اور بیرحمیون [سلہ] اور عیسائیون

سلہ فادر پالکی Father Paul's History of Ecclesiastical Revenues کی تاریخ آمدنی ہاے کلیسہ جات صفحہ (۱۱۱) pp 111

سلہ مسلمانون کے مفروضہ مظالم اور بیرحمیون کو عیسائیون نے ہمیشہ اپنے مظالم اور بیرحمیون کی آڑ بنایا ہے۔ ابتداے جنگہاے صلیبی سے اس وقت تک جبکہ اس بیسوین صدی عیسوی مین باوجود دعوہاے تہذیب صلیبی لڑائیان نئی شکل تو پھر شروع کی گئی ہین اور جنگ

کے مصائب کی داستانون کے جو جگہ جگہ بیان کی جاتین اگر ایک دو موقعون مین کامیابی ہو جاتی تو فوراً ثبوت کے طور پر پہ ان واقعات کو پیش کیا جاتا کہ کوئی بات غیر ممکن نہین ہے اور یہ بھی نہایت زور کے ساتھ بیان کیا جاتا کہ جو مقامات فتح ہو چکے ہین انکو پھر ہاتھ سے جانے دینا عیسائی نام کی تضحیک اور یورپ والون کی بہادری کو بٹہ لگانا ہے۔

(بسلسلۂ نوٹ صفحہ ماسبق) ترک و بلقان جاری ہے یہی ایک عذر یورپ اپنی تعدی و دست درازی کے جواب مین پھر پیش کرتا ہے۔ اور تاریخ اپنی کہانی پھر دوہراتی نظر آتی ہے۔ انھین مدعیان تہذیب دول یورپ کے بہت سے نامہ نگاران اخبار نے ترک فتحمندون کی سلامت روی اور عمدہ برتاؤ کا اس کثرت سے ذکر کیا ہے کہ اس جگہ اسکے اعادہ کی ضرورت نہین پائی جاتی مگر عیسائیون نے جنکی مذہب کی تعلیم یہ ہے کہ "مچوری نہ کرو" "اگر کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا گال سامنے کر دو" جو جو مظالم مسلمان مردون اور عورتون پر جنھین جنگ سے کوئی واسطہ نہین کیے ہین مثالاً ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ (مطابق ۸ جنوری ۱۹۱۳ء) کے الہلال کلکتہ سے نقل کر کے ناظرین کے ملاحظہ کے لیے درج ذیل کیے جاتے ہین۔ اس پرچہ کے سولھوین صفحہ پر مظالم یونان کے عنوان سے مدیر الہلال یون لکھتا ہے :-

"گزشتہ نمبرون مین ہم نہایت تفصیل سے وہ مظالم بیان کر چکے ہین جو بلغاریون نے اپنے مفتوحہ ممالک مین مسلمانون پر کیے ہین اس ہفتہ کی ڈاک مین مظالم بلغاریہ کے سلسلہ مین صرف ایک فقرہ آیا ہے کہ جزیرہ نمائے کلدلیہ مین پانسو مسلمان گولیون سے شہید کیے گئے۔ لیکن بلغاریہ کے بدلے یونان کے نہایت گریہ انگیز و دلدوز مظالم کی ایک فہرست درج ہے جس کا اقتباس ہم شایع کرتے ہین۔ "جامع یعقوب پاشا مین مسلمان نماز جمعہ پڑھ رہے تھے کہ یونانیون کی ایک جماعت نے انھین آگھیرا اور نمازیون کے کپڑے گھڑیان۔ نقد۔ جوتے وغیرہ لوٹنا شروع کر دیے۔ نمازیون مین سے جس نے انکا مقابلہ کیا سخت و شدید بیرحمی سے زخمی کیا گیا۔

یونانی فوج کی ایک ٹولی کنیسہ ایا ترزہ سے آ رہی تھی۔ محلۂ حمیدیہ مین اُسے کچھ مسلمان خاتونین ملین۔ ان ستمگرون نے صحرائی درندون کی طرح ناقابل بیان سختی کے ساتھ انپر حملہ کیا۔ انکی چادرین چاک کر ڈالین۔ کانون سے بالیان نہایت بیدردی سے کھینچ کر اتار لین اور اسقدر مارا کہ سب خون آلود ہو گئین۔ انمین سے ایک خاتون مارے دہشت کے بیہوش ہو گئی تھی مگر باقی خاتونون نے چیخنا شروع کر دیا۔ فوج کے لوگ پھر رہے تھے وہ آواز سن کر دوڑے۔ انکو دیکھتے ہی یونانی بھاگ گئے۔ جو خاتون بیہوش ہو گئی تھی وہ گھر لائی گئی مگر وہ اسقدر ڈر گئی تھی کہ جانبر نہو سکی۔

یونانیون نے زندہ مسلمان مردون اور عورتون پر جسقدر ستمرانیان کی تھین۔ اُن سے جذبۂ انتقام پسندی کی تشفی نہین ہوئی یہ وحشی چند مقبرون مین گھس گئے۔ وہان سنگ مرمر کی چند قبرین تھین جن پر طلائی حروف مین کچھ عبارتین کندہ تھین۔ ان اشقیا نے اپنے پھاوڑون سے ان تمام قبرون کو بالکل منہدم کر دیا مگر اس سے بھی انکی کمینہ کیش طبیعتون کی تسلی نہین ہوئی اور مردہ جانورون کی لاشین لائے اور ان سے قبرون کو پاٹ دیا۔

یہ مختصر حال عیسائیون کے اس برتاؤ کا ہے جو تسلط کے بعد مسلمانون کے ساتھ کیا گیا ہے جبکہ کسی شخص سے بھی خواہ وہ کتنا ہی بڑا دشمن کیون نہ ہو ایسی بیدردی کی توقع نہین ہو سکتی ہے ۱۲۔

(۴) انکے علاوہ اور بھی خیالات تھے جنکی وجہ سے صلیبی جنگوں کا جوش قائم رکھا گیا۔ شاعرانہ تخیلات اور افسانہ پسندی ان محاربات صلیبی میں سوائے مذہبی اور بہادری کی شان کے خواہ میں اور کوئی چیز دیکھنے نہ دے مگر اتباع حق اس بات کے تسلیم کرنے پر اصرار کرتا ہے کہ جو لوگ ان جنگوں میں شریک تھے وہ اپنی دنیاوی اور ذاتی منفعت کے خیال سے خالی نہ تھے محاربین صلیبی کو جو جو آزادیاں اور رعایتیں دی گئی تھیں وہ ایسی نہیں تھیں کہ حقیر سمجھی جائیں۔ مثلاً (۱) جس زمانہ میں وہ اس مقدس خدمت کی انجام دہی میں مصروف ہوں انپر کوئی قرضہ کا مقدمہ چلایا نہیں جا سکتا تھا۔ (۲) وہ اس سے مستثنے تھے کہ اس روپیہ پر جو انھوں نے جنگ مقدس کے لیے اپنی آراستگی اور درستی سامان کے واسطے لیا ہے کوئی سود ادا کریں (۳) وہ بالکل یا کم سے کم ایک خاص مدت کے لیے ادائے ٹیکس سے مستثنے تھے (۴) وہ اپنی اراضیات کو اصل مالک اراضی کی بلا مرضی جسکی طرف سے انپر قابض تھے علیحدہ کر سکتے تھے۔ (۵) انکی ذات اور مال و اسباب پطرس مقدس (سینٹ پیٹر) کی حفاظت میں آجاتا تھا۔ اور ایام غیبت میں جبکہ جنگ مقدس پر وہ ہوتے اگر کوئی انھیں تنگ کرتا۔ یا ان سے کوئی جھگڑا یا مخالفت کرتا تو کلیسا کی پھٹکار اسپر ہوتی اور لعنت کی جاتی۔ (۶) جسقدر حقوق پادریوں وغیرہ کو حاصل ہوتے وہ سب انھیں بھی حاصل ہوجاتے اور یہ لازم نہیں رہتا کہ وہ کسی عدالت دیوانی میں کسی مقدمہ کی پیروی کے لیے حاضر ہوں بلکہ وہ صرف روحانی عدالتوں کے زیر حکومت سمجھے جاتے تھے[1]

یہ دنیاوی منافع ایسی چیزیں ہیں کہ سفلہ اور فرومایہ طبیعت کے بیشمار لوگوں کا مجمع انکے اثر سے بری نہیں رہ سکتا بلکہ اکثر وہ لوگ بھی جنکی طبیعتیں اعلے خیالات سے آراستہ ہیں انکے اثر سے متاثر ہو جاتی ہیں۔ یہی حالت محاربات صلیبی کے زمانہ میں تھی۔ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اس مہم میں کوئی بھی سچے جوش اور خلوص کے زیور سے آراستہ نہ تھا لیکن ان حروب کی پوری تاریخ پر اگر نظر ڈالی جائے تو صورت حال دگرگون نظر آتی ہے۔ جیسے کہ رابرٹسن بیان کرتا ہے کہ وہ ایک ہنگامہ مسرت جو حروب صلیبیہ کے ابتدائی مورخین کے بیانات کے بموجب پوپ کی تقریر مجلس کلیرمان (Clermont) کونسل کر لوگوں میں پیدا ہوا۔ اور وہ خوشی جس سے محاربین صلیبی کی تعداد بیان کرتے وقت یہ مورخ پھولے نہیں سماتے ہیں۔ وہ ایمان و یقین جسکے ساتھ وہ مدد خداوندی پر اپنا بھروسہ ظاہر کرتے ہیں اور وہ انتہا درجہ کی شادمانی جو فتح یروشلیم کو بیان کرکے ظاہر کرتے ہیں اس سب پر نظر ڈالنے کے بعد ہم ایک حد تک سمجھ سکتے ہیں کہ اس جوش و خروش کی حد کہاں تک ہوگی جس نے اس شدت کے ساتھ لوگوں کے قلوب کو زیر و زبر کر دیا تھا۔ اب بھی اس زمانہ کا ایک خط باقی ہے جو سٹیفن ارل آف چارٹرس اینڈ بلائی (Stephen the Earl of Chartres and Blois) نے اپنی بی بی عدیلہ (Adela) کو لکھا تھا جسمیں وہ صلیبی جنگجویوں کی ترقی و کامیابی کا حال بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہی حضرت مسیح کی منتخب فوج ہے یہی خدا کے خدمت گزار اور اسکے سپاہی ہیں یہی وہ لوگ ہیں

[1] رابرٹسن (Robertson) جلد اول صفحہ (۲۸۷)

جو خاص قادر مطلق کی حفاظت وحمایت مین کوچ کرتے ہین اور اسی کی ہدایت سے فتح وظفر حاصل کرتے ہین ترکون کی نسبت وہ کہتا ہے کہ یہ ملعون وکافر ہین۔ خدا کا مقصد انھین تباہ وبرباد کرنا ہے اور جب وہ عیسائی فوج کے اُن سپاہیونکا ذکر کرتا ہے جو اس جنگ مین یا تو مرگئے یا مارے گئے ہین تو نہایت یقین کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ انکی روحین بلا روک ٹوک سیدھی جنت مین داخل ہوگئین۔ لیکن جو کچھ بھی یہ سچا جذبہ اور اصلی جوش طبیعت ہو جو مجاہدین صلیبی کے دلون مین موجزن تھا اُسے تسلیم کرنے کے بعد بھی ہمین کوئی کلام نہین کہ وہ تمام دنیاوی برائتین اور رعایتین جو جنگہائے مقدس کے تمام شرکا کو نصیب تھین ایسی نہ تھین کہ اُنھون نے لوگون کو ان لڑائیون مین پہنچنے اور جنگ کرنے کے لیے آمادہ کرنے مین کچھ کم حصہ لیا ہو۔

(۵) پاپائے روم اس جنگ کے لیے آمادہ کرنے مین صرف دنیاوی فائدہ ہی کی چاٹ نہین دیتے بلکہ نجات روحانی بھی بخشا کرتے تھے۔ اس زمانہ مین جبکہ باطل پرستی کا زور تھا نجات اخروی کا وعدہ نہایت قوت کے ساتھ اپنا اثر دکھاتا تھا۔ روح کی غیر محدود خواہش کہ کسی طرح اُسے حق کا پتہ ملے اور برکت حاصل ہو چکے ان فرائین سے اور بھڑک اُٹھتی تھی لیکن تسلی نہین حاصل ہوتی تھی۔ ارتکاب گناہ کا احساس اور عفو کی طلبگاری پیدا ہوتی تھی لیکن تسکین نہین ہوتی تھی۔ حضرت مسیح کی انجیل مقدس گواہی دیتی ہے کہ انسانی حق پسندی وادائے رسومات مذہبی خدائے جل وعلےٰ کی بارگاہ مین مقبولیت حاصل کرنے کے اعمال نہین ہین۔ بلکہ خدائے بزرگ وبرتر کی ذات پاک خود تقویٰ ونکوکاری کا سرچشمہ ہے اور محض ادلے قربانی وکفارہ حضرت مسیح ایک ایسا ذریعہ ہے جو مقدس وبرگزیدہ لوگون کو درجہ کمال تک پہنچاتا ہے اور صرف اسپر ایمان رکھنے سے پریشان ومضطرب طبیعتین سچا سکون اور آرام حاصل کرتی ہین۔ لیکن اس قسم کی تعلیم کا وعظ نہین کیا جاتا تھا۔ اسکے بجائے لوگون کو تعلیم دیجاتی تھی کہ اپنے گناہون کی پاداش مین طرح طرح کی نفس کشی، ریاضت اور جوگ کرنا چاہیے اور خود اپنے اعمال کی مدد سے نجات حاصل کرنا چاہیے۔ اسی مقصد کے حصول کے لیے پاپائے روم کی طرف سے جنگہائے مقدس کا وعظ ہوا کرتا تھا۔ جو لوگ ان لڑائیون مین لڑتے تھے اُنکے لیے بغیر تقویٰ وریاضت کا کوئی ثبوت بہم پہنچائے محض اس مہم مین شریک ہونے سے گویا تمام گناہون سے معافی حاصل ہو جاتی اور جنت کے دروازے وا ہو جاتے تھے[۱] اس دروغ پر لوگ ایمان لے آتے تھے اور وہ گنہگار جنکا ضمیر ہمیشہ انھین ملامت کرتا رہتا ان صلیبی جنگون مین دندناتے ہوئے نہایت ذوق وشوق سے شریک ہوتے اور پاپائے روم کی عطا کی ہوئی رعایتین خرید کرتے۔ لوئی ہفتم (VII منسلہ) اور لوئی نہم (IX منسلہ) بادشاہان فرانس اس واقعہ کی یادگار مثالین ہین۔

پس جبکہ ملکی اور مذہبی دونون طاقتین ایک دوسرے کے مقابلہ مین زور لگا رہی ہون کہ کون عائد خلائق کو

---

[۱] (Robertson) رابرٹسن۔ جلد (۱) صفحہ (۲۸۸)

مذہبی جنگوں کے لیے زیادہ آمادہ کرتا ہے اور لوگوں کی طبیعتوں کو مشتعل کرنے اور ہمت بڑھانے کے لیے طرح طرح کی تدبیرین ایجاد کی جا رہی ہوں اور دونوں قوتیں اپنی کوششوں سے مذہبی خیالات باطلہ کے جوش کو دوبالا کر رہی جاتی ہوں جس زمانہ میں کہ لوگ یہ ایمان رکھتے ہوں کہ ارض مقدس میں مرنا مذہب عیسوی کی شہادت کے برابر ہے اور محاربات صلیبی میں شریک ہونا خدائے عزوجل کے نزدیک بڑی قابل قدر چیز ہے اور ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے گناہ گار لوگ اندرونی بےچینی سے اپنے نفوس کو نجات دے سکتے ہیں اور آسمانی بادشاہت میں ایک ممتاز جگہ اپنے واسطے بنا سکتے ہیں جبکہ یہ صورت حال ہو تو کون سے تعجب کی بات ہے کہ جنگہائے مذہبی میں شرکت سے انکار کرنا کفر سمجھا جاتا ہوگا اور اس زمانہ میں جبکہ پادری ہر شخص کے سر پر بھوت کی طرح سوار تھے گروہ در گروہ افواج یکے بعد دیگرے اُس ہیبت ناک قبر میں دفن ہونے کے لیے جاتی نظر آتی ہونگی جو مشرق میں عیسائی محاربین کے لیے تیار کی گئی تھی ؟

لیکن صلیبی جنگیں ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتی تھیں - اخیر مہم جس زمانہ میں فلسطین کی طرف روانہ ہوئی ہے اس سے ستر برس پہلے جو مہم گئی تھی اسکی تائید میں خاص کر مذہبی جماعتیں تھیں لیکن عکہ کو جو شام میں عیسائیوں کی اخیر ملک رہ گیا تھا جب مسلمانوں نے لے لیا تو پھر کسی قسم کی تحریک و تحریص جنگجو رومتہ الکبریٰ کے مذہبی امام پچاس سال تک متواتر کرتے رہے مسیحی بادشاہوں اور رعایا کو حروب صلیبیہ کے زندہ کرنے کے لیے آمادہ و برانگیختہ نہ کر سکی - اسکی آخر وجہ کیا تھی ؟ خانگی طور پر چند مہمیں اب بھی گئیں - چند امیر اور بعض جتھے تیار ہوکر پھر بھی یروشلیم گئے لیکن ایک عام تحریک جو تھی اسکا خاتمہ ہو گیا - یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان حروب کے جاری رکھنے کی ضرورت اب لوگوں نے نہ سمجھی ہو یا جو پہلے آسانیاں تھیں وہ اب باقی نہ رہی ہوں مسلمانوں کو ایشیا میں کامیابیوں پر کامیابیاں ہوتی گئیں حتیٰ کہ یروشلیم کی عیسائی سلطنت بھی مسلمانوں کے ہاتھ میں آگئی تھی اسے دوبارہ فتح کرنے کی ضرورت باقی تھی جتنی آسانیاں ابتدائی جنگ میں تھیں ان سے زیادہ سہولتیں اور کامیابی کے ذرائع اب موجود تھے - سفر و عمل کے ذرائع سے اب یورپ والے زیادہ واقف و آگاہ ہو گئے تھے - یہ سب کچھ تھا لیکن پھر بھی کوئی شئے صلیبی لڑائیوں کے جوش کو نہ اُبھار سکی - یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ سوسائٹی کی دو بڑی بڑی قوتیں یعنی ایک طرف والیان ملک دوسری طرف رعایا دونوں اسکے خلاف تھیں [1] اس مخالفت کی آخر کیا وجہ تھی ؟ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یورپ کی طبیعت کا فوجی رنگ گھٹ گیا تھا - اب بھی یہاں جو بادشاہ و اُمرا تھے انکا بڑا شغل یہی جنگ و پیکار رہا کرتا تھا اور جنگ میں نام آوری حاصل کرنا انکے لیے باعث عزت و امتیاز تھا - پس ہمیں محاربات صلیبی کے منقطع ہوجانے کے اسباب اور ہی جگہ تلاش کرنا چاہئیں ؛

(۱) انکے زوال کے بڑے اسباب میں سے ایک بڑا سبب بلاشک یہ بھی ہے کہ ان مہموں میں پے در پے ناکامیاں

[1] موسیو گیزو — [illegible] تاریخ تمدن (۱) صفحہ (۱۵۱)

نصیب ہوئین - تمام ممالک عیسوی کی قوت و طاقت کام مین لانے اور بیشمار خزانہ صرف کرنے اور کرورون جانون کی قربانی کرنے کے بعد تقریباً دو سو برس کی متواتر جد و جہد پر بھی جسمین یورپ کے سورماؤن نے بڑی بڑی بہادری اور شجاعت کے جوہر دکھائے ارض مقدس مین کامیابی اس سے زیادہ حاصل نہوی جتنی اسوقت تھی جبکہ پطرس راہب نے محاربۂ اول کے لیے وعظ کرنا شروع کیا تھا -

ان مضمون مین جو ناکامی ہوی وہ کوئی حیرت انگیز امر نہین ہے - بہت سے اسباب تھے جو سب مل کر اس شکست کے باعث ہوے - مقامات جنگ صلیبی محاربین کے وطن سے بہت دور تھے اور ایشیا کی آب و ہوا بھی کچھ یورپ والون کے موافق نہ تھی[ملہ] - ایشیا مین عیش و آرام کے اتنے سامان موجود تھے کہ صلیبی سپاہیون کو اپنے بدترین عیوب کے اظہار کا موقع ملا اور سستی و شہوت پرستی کے عقب مین اکثر قحط و وبا کی صورت دکھائی دیا کرتی علاوہ اسکے عیسائی فوجون کو ایسے ملکون سے گزرنا پڑا جو یا تو انکے علانیہ دشمن تھے یا جھوٹے دعوے دوستی کرتے تھے اور اکثر ایسا ہوا ہے کہ مسلمانون سے جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی صلیبیون کی قوتین ضائع ہوگئین - پاپاے روم اور شاہنشاہ یونان دونون متواتر محاربین کی کامیابی مین فراحم ہوے ہین - آخر الذکر کی روش ہمیشہ معاندانہ رہی اور اول الذکر کا برتاؤ یہ تھا کہ دو مرتبہ یروشلیم کی سلطنت خود مسلمانون نے مسیحیون کو دینا چاہی لیکن پوپ کے وکیل نے صلیبیون کو لینے سے باز رکھا - ترکون کے ساتھ کسی عہد و پیمان کا لحاظ نہین کیا جاتا تھا - اور قبل اسکے کہ رچرڈ اول کی قائم کی ہوی مدت ہدنہ ابھی ختم ہو پوپ سلسطین د [illegible]) نے دوسری جنگ صلیبی کا وعظ شروع کر دیا تھا - فریڈرک دوم کو یروشلیم پر بالکل قبضہ حاصل ہوگیا تھا لیکن رومی امام مذہب مسیحی نے جمعیت مسیحیین کو اسکے خلاف بھڑکا دیا - اس سے بھی زیادہ یہ بات تھی کہ صلیبی محاربین مین ہمیشہ پھوٹ رہی کبھی اتفاق نہین ہوا - سردارون کی حالت یہ تھی کہ گو مرتبہ کے لحاظ سے سب یکسان نہ تھے مگر ہر ایک بجاے خود اپنی جمعیت کا مالک بنا ہوا تھا - یورپ کی اقوام ایک مدعاے خاص کے حصول کے لیے متفق ضرور ہوگئی تھین لیکن حصول کامیابی مین جس نظام کی ضرورت ہوتی ہے اسکی طرف سے سب غافل تھین - گھر پر آپسمین لڑا کرتی ہی تھین لیکن اس مخالفت و دشمنی کے بیج کو گھر سے باہر بھی لیتی گئین اور وہان بھی باہم لڑتی رہین - ہم دیکھتے ہین کہ اکثر مرتبہ وہ فتح و کامیابی کے دروازہ تک پہنچ جاتی ہین لیکن پھر حرص و نخوت و حسد انکی جماعتون کو متفرق کرکے شکست و مایوسی کا شکار بنا دیتے ہین -

پس اگر جنگہاے صلیبی کا نتیجہ محض ناکامی ہوا تو کوئی تعجب نہین - اتنی مدت مدید تک اس سرگرمی کے ساتھ جد و جہد

ملہ مگر اب ہم دیکھتے ہین کہ معاملہ برعکس ہے اور یورپ والون کو خود اپنے ملک کی آب و ہوا اتنی موافق نہین جتنی کہ دوسرے ملکون کی اور وہ بھی خاص کر ایشیا کی مگر شاید اس زمانہ مین انکو رکھتے تھے ۱۲ سنہ ۵۳ یہ اب کب ہے ؟ -

کرنے پر جب یہ نتیجہ ظاہر ہوا تو صلیبی جنگون کی خواہش اور اُمنگ کو مٹا دینے کے لیے بے شبہہ بالکل کافی تھا۔ اس بات پر تعجب نہین کیا جاتا کہ یہ جوش اتنی جلدی کیونکر فنا ہو گیا حیرت اسپر ہے کہ یہ اتنی مدت تک قائم کیونکر رہا۔

(۲) علاوہ برین اس مین کوئی شک نہین کہ حروب صلیبیہ کے بعض بڑے سردارون کو اسلیے کہ انھین مشرق مین بادشاہانہ مقبوضات حاصل کرنے مین کامیابی نہین ہوئی سخت مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ بہت سے ایسے تھے جو محض خواہش نام و نمود سے متاثر تھے اور اسی کو حمایت مذہب سمجھتے تھے لیکن بہت سے ایسے بھی تھے جو کم و بیش زر کے بندے اور محض بھاڑے کے سپاہی تھے۔ وہ یورپ مین اپنی اپنی املاک بیچ آے تھے کہ یہان ایشیا مین سلطنتین حاصل کرینگے چنانچہ اس خیال مین جسمین رچرڈ اول نے اسقدر نام پیدا کیا صلیبیون کی حالت یہ تھی کہ یروشلیم کے تخت و تاج کے لیے قبل اسکے کہ شہر فتح ہو آپسمین لڑے مرتے تھے۔ اسی نااتفاقی کا نتیجہ یہ ہوا کہ انجام کار سخت شکست نصیب ہوئی جس حد تک کہ صلیبی محاربات محض ایسی مہمین سمجھی جاتی ہین جنمین سپاہیون نے ملک اور روپیہ کے لالچ سے حصہ لیا تھا انکی ناکامی ہی خود انکے ترک کی بہت کافی وجہ ہے۔

(۳) لیکن محاربات صلیبی کی ناکامی ہی صرف ایک سبب انکے موقوف ہو جانے کا نہ تھا۔ اس زمانہ مین جب کہ یہ صلیبی جنگین شروع ہوئی ہین لوگون کی قوت کا ایک غیر معمولی حصہ بیکار پڑا تھا یا کم سے کم وہ قوت ضرور بیکار پڑی تھی جسکے کام مین لانے کے لیے یا تو یورپ کا میدان کافی نہین تھا یا جسکے اچھی طرح کام مین لانے کا موقع نہین آیا تھا۔ دول مسیحی اگر اپنے گھر پر کسی کام مین اچھی طرح مصروف ہوتین تو یہ غیر ممکن تھا کہ پوری قومین کی قومین اس طرح دوسرے ممالک مین مہم و مصروفیت کی تلاش مین جاتین۔ جب صلیبی لڑائیون کا زمانہ ختم ہونے کے قریب آیا تو حالات بدل گئے تھے تجارت نے وسعت اختیار کر لی تھی۔ ملک کے علم ادب مین نئی جان آنے لگی تھی۔ شہر بڑھکر نہایت مہتم بالشان بلاد ہو گئے تھے اور گورنمنٹین اک زیادہ باترتیب و منتظم شکل اختیار کرنے لگی تھین۔ لوگون کے خیالات۔ جذبات اور تمدنی حالت مین ایک تغیر عظیم پیدا ہو گیا تھا۔ نہ اب وہ پُرانی ضرورتین باقی رہی تھین اور نہ اب وہ خواہشین۔ عام طور پر اک قسم کی بیداری کے آثار پیدا ہو چلے تھے اور ایک ایسا وسیع و مختلف النوع پیمانہ زندگی جسکی تلاش محاربین صلیبی بیرونی مہمات مین کرتے پھرتے تھے خود ہمین گھر پر انھین حاصل ہونے لگا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ سیاسی ترقی کا راستہ بادشاہون کے لیے کھل گیا تھا۔ ایشیا مین جاکر سلطنتین تلاش کرنے کی کیا ضرورت تھی جب کہ نہین اپنے گھر پر ملک فتح کرنا باقی تھے؟ فلپ اگسٹس Philip Augustus جنگہاے صلیبی مین زبردستی شریک ہوا تھا۔ اس سے زیادہ اور کونسی بات تغیر زمانہ کا سچا پتہ دیسکتی ہے؟ فلپ کو خود ہمین فرانس مین اپنے تئین بادشاہ بنانا باقی تھا۔ اسی پر رعایا کی حالت کو بھی قیاس کرنا چاہیے۔ انکے لیے دولتمندی کا راستہ یہین انکی نگاہون کے سامنے وا تھا چنانچہ انھون نے کام کاج کے لیے کسی مہم پر جانے کا

ارادہ ہی ترک کردیا۔ بادشاہوں کے لیے مہمات جنگ کے بجائے مہمات سیاسی نے جگہ لی اور رعایا کے لیے ایک بڑے پیمانے پر کام کرنے کا میدان موجود نظر آیا۔[1] پس جب خود یورپ میں حرکت کے آثار پیدا ہونے لگے تو صلیبی جنگوں کا زوال ہونا شروع ہوا۔

(۴) علاوہ اسکے خود عوام کے مذہبی خیالات میں اسوقت ایک حد تک وہ سرگرمی باقی نہ رہی اور کسلمندی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ ان خیالات میں گو ابھی کوئی تبدیلی نہیں پیدا ہوی تھی یا جس قدر سختی سے انکی حکومت دل و دماغ پہلے تھی وہ اب باقی نہ رہی۔ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ لوگوں پر اب انکا اثر باقی نہیں رہا تھا بلکہ خیالات پر وہ کامل قبضہ جو مذہب کو پہلے حاصل تھا اسمیں فرق آگیا تھا۔ لوگوں کی حالت ابھی ایسی نہ تھی کہ دو سو برس تک اور وہ اصلاح مذہب کی طرف ملتفت ہوتے مگر پایائے روم کے عظیم الشان دعاوی اور مذہبی عدالتوں کے تقرر اور پادریوں کے لیکچروں نے دلوں میں شبہ اور بعض جگہ تنفر پیدا کرنا شروع کردیا تھا ادھر محاربین صلیبی کی بداعمالیوں نے زیارت بیت المقدس کے طریقہ کو بدنام کرکے عام لوگوں میں یہ خیال پیدا کرادیا تھا کہ ارض مقدس کا سفر کرنا کچھ ایسی ریاضت اور بزرگی کا فعل نہیں ہے جیسا کہ سمجھا جاتا ہے۔ جب ممالک عیسوی کی حالت اسقدر تغیر پذیر ہوگئی تھی تو سوا اسکے اور کوئی صورت باقی نہ تھی کہ حروب صلیبیہ ختم ہوجائیں۔

باب نہم

عام تنقید (تاریخ ماقبل)

محاربات صلیبی کا اثر یورپ پر کیا ہوا یہ ایک ایسا مضمون ہے جس پر بہت اختلاف آرا رہا ہے۔ ایک طرف تو یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان سے بہت نقصان پہنچا اور نفع کچھ بھی حاصل نہ ہوا۔ دوسری طرف انکی برائیاں بالکل نظرانداز کی جاتی ہیں اور انمیں جو کچھ خوبی تھی صرف وہی تسلیم کی جاتی ہے۔ ان باہم متناقض جذبات کی موجودگی میں ایک صحیح رائے قائم کرنے کے واسطے دو یا تین بڑے بڑے اصول ہمیشہ نگاہ میں رکھے جائیں۔

پہلے یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ تاریخ انسانی کے صفحات پر کوئی شئے ایسی نہیں ہے جو خالص محض اور بے میل ہو تاریخ اگر صحیح ہے اور راست راست تمام واقعات بیان کیے گئے ہیں تو اسکے ذریعہ سے ہمیں فطرت انسانی کے پڑھنے کا موقع ملتا ہے بلکہ درحقیقت تاریخ بالکل وہی ہے جو فطرت انسانی ہے۔ ایک دوسرے کا نمونہ ہے۔ ہر ذی روح میں ہم وہی ابتدائی اصول پاتے ہیں جو کل تمام اعمال انسانی کے باعث ہوتے ہیں۔ وہ اعمال برے ہوں یا بھلے۔ ادنےٰ ہوں یا اعلےٰ۔ نامردی کے ہوں یا مردانگی کے انھیں سے تاریخ کے

---

[1] موسیو گیزو کی تاریخ تمدن جلد (۱) صفحہ (۱۵۹)

صفحات پر نظر آئین گے اور جس طرح سے کہ ایک ہی آدمی کے سینہ مین یہ مبادی باہم مربوط پائے جاتے ہین اسی طرح تاریخی واقعات کی بھی حالت ہے۔ اسی بنا پر موسیو گیزو (Guizot) کا یہ قول ہے کہ "تمام اشیا مین بری اور بھلی دونون باتون کا میل نظر آتا ہے جو اسقدر گہرا اور مضبوط ہوتا ہے کہ تنہا کہین تم نظر نہ پاؤ گے اور نظام معاشرت (سوسائٹی) کے مخفی ترین اجزا کو دیکھو گے وہان بھی گزرنے والے واقعات مین انھین دونون باتون کو دوش بدوش ترقی کرتے پاؤ گے"[1] پس اگر ہم یہ توقع رکھین کہ محاربات صلیبی مین خواہ اُنکی ترقی و رفتار مین یا اُنکے نتیجہ مین نہین یہ دونون باتین نظر نہ آئین گی تو یہ سمجھنا صریحاً خلاف عقل کہا جائے گا۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مسلسل واقعات کے فوری نتائج اور وہ نتیجے جو انجام کار نظر آتے ہین ہمیشہ یکسان نہین ہوتے۔ کتاب مقدس مین اک عیسائی شخص کی آزمایش و امتحان کے بارے مین ایک اصول بنایا گیا ہے وہ تاریخ مین بھی ہر جگہ صادق نظر آتا ہے یعنے ممکن ہے کہ موجودہ حالت غم و اندوہ کی نظر آئے اور آیندہ حالت مین مسرت و خوشی ہو۔ اس زندگی مین جو کچھ آشکارا معلوم ہوتا ہے ممکن ہے اسکی شکل ایسی بُری ہو جسمین بھلائی نام کو نہ دکھائی دے لیکن اسکا پھل جو بعد مین ملے گا وہ اتنا میٹھا ہو کہ اسکی وجہ سے بہت بڑی خوشی نصیب ہو۔

اسی وجہ سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بڑے بڑے تاریخی واقعات کا اثر جو اخیر مین معلوم ہوگا خود ان واقعات کو دیکھکر نہین قیاس کیا جا سکتا۔ خدائے بزرگ و برتر کا یہ حق ہے کہ اک بُری چیز مین سے اچھی چیز پیدا فرمائے اور اُس قادر مطلق کی قدرت کی تاریخ جہان تک کہ اسکو ہماری دنیا سے تعلق ہے ایسے ہی واقعات سے مملو نظر آتی ہے محاربات صلیبی ایشیا کے لیے ایک بلا تھین اور یورپ کے لیے ایک ایسی مصیبت تھین جس نے اسکی دولت اور آبادی دونون کو جذب کر لیا لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کم سے کم یورپ کے لیے وہ انجام کار مفید نتائج کی باعث ہوئین۔

ان باتون کے علاوہ ایک اور قابل لحاظ امر یہ بھی ہے کہ نظام معاشرت مین جو بڑے تغیرات واقع ہوتے ہین وہ کبھی کسی ایک سبب سے نہین ہوتے خواہ وہ سبب کتنا ہی بڑا اور قوی کیون نہو۔ واقعات کا ایک سلسلہ دوسرے سلسلہ پر غالب آ کر زمانہ کے رنگ مین ایک خاص بات پیدا کر سکتا ہے۔ اور ممکن ہے کہ اس سلسلہ کا اثر سب سے زیادہ قوی ہو مگر اور بھی ایسے سلسلہ ہوتے ہین جو اسکے متوازی حرکت کرتے رہتے ہین اور اپنا اثر دکھائے بغیر نہین رہتے۔ مورخون نے غور کرتے وقت ممکن ہے اس بات کو نظر انداز کر دیا ہو جس کا نتیجہ اس بڑے اختلاف آرا کی شکل مین ظاہر ہوا جو ان حروب صلیبیہ کے نتائج کے متعلق لوگون مین پھیل گیا ہے۔

اسمین شک نہین کہ حروب صلیبیہ کا فوری اثر نظام معاشرت پر بہت خراب پڑا ان جنگون نے جو عظیم اور

---

[1] موسیو گیزو (M. Guizot) کی تاریخ تمدن جلد (۱) صفحہ (۰۹)

عالمگیر ہیجان پیدا کر دیا تھا اس سے بہت سی برائیان پیدا ہو گئین لیکن اسکے بغیر چارہ نہ تھا۔ قدیم جائدادین تقسیم ہو کر دوسرے مالکون کے ہاتھ مین نہین جا سکتی تھین۔ یورپ کا خزانہ غیر ملکی جنگون پر نہین خرچ ہو سکتا تھا۔ لڑکے اور شوہر اپنے اپنے گھرون کو چھوڑ کر جنگہائے صلیبی مین شامل ہونے کے لیے نہین جا سکتے تھے۔ مگر یہ کہ ان سب کا نتیجہ نہایت خراب اور دکھ دینے والا ظاہر ہوتا۔ ہمین یہ بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیے کہ لوگون کے تمام مشاغل اور پیشہ وری مین انکی وجہ سے کسقدر بدنظمی لازمی طور پر پیدا ہو گئی ہو گی اور نہ ہم یہ بھول سکتے ہین کہ جو لوگ ان صلیبی مہمات پر گئے تھے وہ یورپ کے بہترین اور منتخب لوگ تھے کیونکہ بڈھون اور کمزور و بیمار لوگون کو شریک ہونے کی ممانعت تھی اور نہ یہ بھول سکتے ہین کہ ایسی عظیم الشان فوجون کے مختلف ممالک سے ہو کر گزرنے مین جو انکی راہ مین پڑے کسقدر خراب اور تباہ کن اثر اخلاق پر پڑا ہو گا۔ خاص کر جبکہ ہمین معلوم ہے کہ صلیبی محاربات مین یہ اثر سب سے زیادہ خراب قسم کا نمایان تھا۔

لیکن ان برائیون مین بھی ایک پہلو بھلائی کا تھا۔ صلیبی جنگون کو لوگ کفارۂ گناہان سمجھتے تھے اسلیے اکثر وہ لوگ جو بدمعاش۔ ڈاکو اور عیش پرست ہوتے اسی طرف جھک پڑے تاکہ اپنے گناہون کا کفارہ ادا کرین اور نیز اس وجہ سے بھی کہ یہان انھین ایسی صحبت اور طرز زندگی میسر آئی جو انکے مذاق و طبیعت کے موافق تھی۔ ان جنگون نے ان لوگون کو بھی اپنی طرف گھسیٹ لیا جو اپنی طبیعتون کی کاہلی یا بیچینی کی وجہ سے کوئی اطمینان کا شغل یا کوئی پیشہ کرنے کے قابل نہ تھے۔ اور اس طرح سوسائٹی کو ایسے افراد سے فوراً نجات حاصل ہو گئی جو بالکل بیکار بلکہ ضرر رسان ثابت ہو رہے تھے۔ علاوہ اسکے ہمین یہ بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اثنا بانہجکر اسلام پر حملہ کرنے سے صلیبی جنگون نے اُسے یورپ کی طرف قدم بڑھانے سے باز رکھا جس وقت سے صلیبی جنگ آزماؤن نے خود مسلمانون کے ممالک مین جا کر انپر حملے شروع کیے مغربی مسیحی ممالک انکے دست برد سے بچ گئے۔ مزید بران تمام اقوام یورپ کو ایک بڑی جماعت کی شکل مین اک غرض خاص کے لیے شروع کیے لیے مجتمع کرنے سے صلیبی جنگون نے کم سے کم اک تھوڑی مدت کے لیے آپس کی اندرونی لڑائیون کا دروازہ بھی مسدود کر دیا۔

مگر ہمین ایسے نتائج کو دیکھنا چاہیے جو انجام کار ظاہر ہوئے اور عام طور پر دکھائی دیے۔ ان مین بھی سب بھلائی ہی بھلائی نظر نہ آئے گی اور برائی کی بھی صورتین دکھائی دین گی۔ محاربات صلیبی کلیسائے روم کی طاقت و دولتمندی کی ترقی کا ایک بہت وسیع ذریعہ ہوئین جس سے دنیا مین تمام باطل پرستیون کو اشاعت و قیام حاصل ہوا۔ خانقاہ کے راہبون اور دیگر مذہبی جمعیتون نے جنگ پر جانے والون کی جائدادون کو خرید لیا اور چونکہ خوش عقیدہ مسیحیون کے چندے بھی انھین کے انتظام مین جمع رہتے تھے۔ یہ لوگ اس روپیہ کو جو کفار کے مقابلہ مین خرچ کیا جاتا اکثر اس کام مین بھی لگا دیتے تھے۔ خود جنگ کرنے والے مقدس یادگارون اور تبرکات کی جھوٹی عظمت کے لوگون مین پھیلانے کا ایک ذریعہ تھے جن کی تعداد بیشمار بڑھتی گئی اور یہ لوگ مقدس لڑائیون سے واپس ہو کر جب اپنے

گھر آئے تو اُن تمام چیزون کو بیچنے لگے۔ اک ایک یادگار کے ساتھ بڑی بڑی کرامتین بیان کی جاتین اور نئے نئے افسانون سے رونق بخشی جاتی۔ دانشمندون نے مذہب کو خراب اور انکے اعمال کو عقائد باطلہ سے برباد کیا جاتا خیال کیا جاتا ہے کہ ان جنگون نے ایک اور نئی بات ایجاد کی جو گنہگار آدمی کے لیے تمام شیطانی ایجادات سے زیادہ مضر تھی گناہون کا معاف کرنا خاص خدائے پاک کا کام ہے۔ یہ اسکا انعام ہے جسے وہ بغیر کسی روپیہ اور بغیر قیمت کے محض اپنے فضل و کرم سے عطا فرماتا ہے۔ اسکا یہ انعام کسی معاوضہ کے مقابلہ مین نہین ہوتا جو گنہگار اُسے دیسکتا ہو بلکہ اسکے رحم کی وجہ سے ہوتا ہے اور اُس خون کے طفیل مین۔ خون بھی کس کا خون۔ اُسکے اپنے بیٹے[۱] کا خون جو گنہگار کے گناہون کا تنہا کفارہ ہے اور جو قادر مطلق کے فضل کو اسکے شامل حال کرتا ہے۔ باوجود اس مسئلہ کے جس کا اعلان انجیل اسقدر وضاحت سے کرتی ہے متواتر دیکھا گیا ہے کہ پادری علانیہ اسکے خلاف وعظ کہتے کہ صلیبی جنگون مین شریک ہونا گناہون سے نجات حاصل کرنے کا یقینی ذریعہ ہے۔ طرہ یہ کہ جو گنہگار خواستگار معافی ہوا اور بذات خود جنگ مین شریک نہو سکتا ہو وہ روپیہ دے کر مستثنےٰ ہو سکتا تھا اور اس طرح وہ روحانی نجات حاصل کر سکتا تھا۔ اس مقام سے معلوم ہوتا ہے کہ روپیہ دے کر معافی گناہان کا سودا کرنے کا اصول عملی طور پر تسلیم کر لیا گیا تھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ آئینی اور رعائتین بکنا شروع ہو گئین۔ یہ تجارت بعد مین اس وسیع پیمانے پر کی جانے لگی کہ لوتھر کو مقابلہ کے لیے کھڑا ہونا پڑا اور نتیجہ یہ ہوا کہ سولھوین صدی کی اصلاحات مذہب کے زمانہ نے قدم درمیان مین رکھا۔ یہ بات بھی بھولنے کی نہین کہ انھین محاربات صلیبی کے زمانہ مین پاپائے روم کے مظالم و بیرحمی سے اُس نہایت درجہ ہیبت ناک اور ظالمانہ آلہ یعنے عدالتہائے مذہبی کی ایجاد ہوئی ہے۔ لاطینیون کی بیچین طبیعت انکی عقل و مذہب کے اعضائے رئیسہ کو کھانے لگی اور اگر نوین اور دسوین صدیان تاریکی کا زمانہ تھین تو تیرھوین اور چودھوین صدیان لغویات اور بعید از عقل کہانیون کا زمانہ تھین۔ یہ بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ صلیبی جنگون نے مسلمانون کے مقابلہ مین تعصب و دیوانگی کی حد درجہ خوفناک شدت کو روا رکھ کر ان تمام لوگون کے ساتھ بھی جنھین کلیسائے روم بدین خیال کرتا تھا ظلم و ستم روا رکھنے کا ایسا خیال پیدا کر دیا جو ہمارے اس موجودہ زمانہ تک بھی بالکل معدوم نہین ہوا ہے اس سے بھی انکار نہین کیا جا سکتا کہ گو خانہ جنگیون کی مصیبتین ایک زمانہ تک رک گئی تھین لیکن "خدائی صلح" صرف چند سال تک منائی گئی اور صلیبی جنگین فوجی کارنامون اور جنگی جوش کی آگ کو تمام قومون مین بھڑکاتی رہین

(۱) لیکن تمام امور پر نظر کرنے کے بعد ہمین یقین کامل ہوتا ہے کہ حروب صلیبیہ انجام کار فائدہ بخش تھین سب لوگ یہ تسلیم کرتے ہین کہ زمانہ حرب مین یورپ نے بہت ترقی کی۔ گبن کہتا ہے "تہذیب تمدن کی موج جو اتنی مدت سے معرض زوال مین پڑی تھی ایک مستقل و تیز رفتار کے ساتھ بہنا شروع ہو گئی اور نئی نسلون کے سامنے امیدون کا اک خوش آیند

---

[۱] سبحانہ ان یکون لہ ولد - لہ ما فی السموات و ما فی الارض وکفی باللہ وکیلا - (سورہ نساء رکوع ۲۳)

منظر دکھائی دینے لگا۔ حروب صلیبیہ کی ان دو سو برس کی مدت میں یورپ کے تمدن میں بہت اضافہ ہوا اور ترقی کی رفتار بہت تیز رہی —

موسیو گیزو کہتے ہیں کہ "اگر پہلی حرب کے ہمعصر مورخین کا مقابلہ بارھویں اور تیرھویں صدی کے مورخین سے کیا جائے تو یورپ کی ترقی نہایت واضح طور پر دکھائی دیتی تھی جب ہم ان دو قسم کے مورخین کا مقابلہ کرتے ہیں تو جو بون بعید ہمیں نظر آتا ہے اس سے متحیر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اول الذکر نہایت پرجوش مورخ نظر آتے ہیں جنکا تخیل زندہ تصور سامنے کر دیتا ہے اور حروب صلیبیہ کے حالات و واقعات کو نہایت جوش سے بیان کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی انکے خیالات نہایت تنگ نظر آتے ہیں جس زمانہ سے انکا تعلق ہے اُسی زمانہ کے لوگوں کے سے خیالات ہیں۔ کوئی ترقی نہیں معلوم ہوتی۔ تمام علوم و سائنس سے بے بہرہ تعصب سے لبریز اور جو واقعات کہ انکے گرد و پیش گزر رہے ہیں یا جنکا وہ ذکر کر رہے ہیں اُنپر کوئی رائے قائم کرنے کے بالکل قابل نہیں ہیں۔ بخلاف اسکے صور (ٹائر) کے آرچ بشپ ولیم کی تاریخ حروب صلیبیہ کھول کر دیکھو تمھیں یہ دیکھکر حیرت ہوگی کہ قریب قریب موجودہ زمانہ کے مورخین کی طرح معلوم ہوتا ہے جسکے خیالات ترقی یافتہ وسیع اور آزاد ہوں جسکی واقعات کے سیاسی پہلو پر غیر معمولی نظر ہو سمجھ پختہ ہو اور جو ایک ایسی رائے رکھتا ہو جو علت و معلول اور اسباب و نتائج اسباب دونوں کو نظر میں رکھکر قائم کی گئی ہو۔ جیمس ڈی وٹری ([illegible]) کو لو جو انھیں بعد کے مورخین میں سے ہے یہ اک دوسری قسم کی ترقی کی مثال ہے۔ یہ ایک بہت بڑا عالم آدمی ہے جو صرف انھیں باتوں کو نہیں بیان کرتا ہے جو حروب صلیبیہ سے متعلق ہیں بلکہ لوگوں کے طور و طریق رسم و رواج جغرافیہ انسانی مختلف نسلوں کا بیان تواریخ طبیعی بھی درج کرتا جاتا ہے اور ملک کو خوب غور سے دیکھکر اسکے حالات بیان کرتا ہے۔ مختصر یہ کہ حرب اول کے واقعہ نگاروں اور حرب آخر کے مورخوں میں اک فرق عظیم اور بون بعید ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کے خیالات اور طبیعتوں میں کس قدر واقعی انقلاب پیدا ہو گیا تھا"[2]

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ تغیر کیونکر پیدا ہوا؟ اسمیں شک نہیں کہ بہت سے اسباب جمع ہوکر اسکے باعث ہوئے ہونگے لیکن ان تمام اسباب میں سب سے زیادہ قوی سبب ہم حروب صلیبیہ کو شمار کرتے ہیں۔ ان مہموں کا پہلا عظیم الشان اور دوامی اثر یہ ہوا کہ لوگوں میں بیداری پیدا ہوگئی۔ جو طبیعتیں سو رہی تھیں وہ جاگ اٹھیں حروب صلیبیہ کے پہلے یورپ کی حالت دماغی طور پر اک سست و کاہل آدمی [illegible] کی تھی یہ حالت بہت بڑھی ہوئی اور عام تھی حتیٰ کہ بادشاہ اور شاہنشاہ بھی مشکل سے لکھنا پڑھنا جانتے تھے سائنس خانقاہوں اور دیروں کی چار دیواری میں مقید تھی اور یورپ کے قلوب پوپ کی باطل پرستی کی گود میں چین سے پڑے سو رہے تھے۔ صلیبی

---

[1] گبن جلد (۲) صفحہ ۲۹۲ - [2] ([illegible]) گیزو - جلد (۱) صفحہ (۱۵۳)

جنگون نے انھین جگا دیا اور لوگون نے گو اپنی طبیعت کی خمار آلودگی کو بالکل دفع نہین کر دیا تاہم اسقدر بیدار ضرور ہو گئیے کہ کسی قدر آنکھ کھول کر گرد و پیش کی چیزون کو دیکھ سکین۔ اس قسم کی بیداری بیشک انھین مہمات سے پیدا ہوئی انھون نے ارواح انسانی کے تمام غالب خیالات کو مخاطب کیا گو یہ خیالات کیسے ہی مہمل و مبنی بر بطلان تھے مگر لوگ اس خطاب سے چونک اٹھے۔ انھون نے لوگون کے جذبات سے فریاد کی اور لوگون کی طبیعتون مین مستعدی پیدا کر دی۔ یہ جنگ گویا ایک سونے والے قافلہ کے لیے بانگ درا تھی۔

(۲) محاربات صلیبی کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوا کہ تمام خیالات مین وسعت پیدا ہو گئی۔ ارض مقدس کے راستہ مین صلیبیون کو ایسے ملکون مین سے گزرنا پڑا جو انکے ملکون سے زیادہ مہذب تھے اور جہان کاشت و زراعت بہتر ہوتی تھی۔ انکا پہلا مجمع عام طور پر اطالیہ مین ہوا تھا جہان وینس ([illegible]) (?نیپلز) جنیوا ([illegible]) اور پائیسا ([illegible]) اور دیگر شہرون مین لوگ تجارت کی طرف متوجہ ہو چلے تھے اور دولتمندی اور شائستگی کی طرف کچھ قدم بڑھا چکے تھے صلیبی یہان جہاز پر سوار ہوتے اور وینیشیا ([illegible]) مین اتر کر خشکی کے راستے قسطنطنیہ روانہ ہوتے۔ گو مشرقی سلطنت قسطنطنیہ کی فوجی روح عرصہ ہوا کہ پرواز کر چکی تھی اور ایک بدترین قسم کی جبریہ حکومت نے قریب قریب تمام ہمتون کو برباد کر دیا تھا۔ تاہم قسطنطنیہ ابھی تک کسی وحشی قوم کے تباہ کن غیظ و غضب کا نشانہ نہین بنا تھا اس لیے اب بھی یہ یورپ کا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ خوبصورت شہر تھا اور صرف یہی اک ایسا مقام باقی رہ گیا تھا جہان لوگون کے طور و طریق، صنعت اور فنون مین کسی قدر تمدن کی جھلک نظر آتی تھی۔ مشرقی سلطنت کی بحری قوت اس گئی گزری حالت پر بھی خاصی تھی عجیب و غریب صنعت کی چیزین اس شہر مین تیار ہوتی تھین اور مشرقی ہندوستان کی اشیاء کا بازار صرف قسطنطنیہ مین لگتا تھا باوجودیکہ مسلمانون نے اس سلطنت مین سے بہت سے زرخیز صوبے منقطع کر لیے تھے اسکی حدود بہت تنگ کر دی تھین تاہم اُن سب مختلف مقامات سے دار السلطنت مین بکثرت دولت چلی آتی تھی۔ ان صوبجات کی اشیاء مین صرف اب مذاق شان و شوکت ہی نہین پایا جاتا تھا بلکہ علوم و فنون اور مختلف سائنسون کے مذاق کو بھی جو دوسرے اقطاع یورپ کے مقابلہ مین بہت زیادہ تھا ایک طرح پر زندہ رکھا تھا[1]

جو اثر ان سب مقامات کو دیکھ کر محاربین صلیب پر ہوا وہی دیگر مسافرون پر بھی ہوا۔ انکے خیالات مین وسعت ہو گئی۔ انکے تعصبات دفع ہو گئے۔ نئے نئے خیالات دماغ مین ہجوم کرنے لگے اور جب کبھی وہ اپنی بستیون اور گنوار مین گھر لوگون کے انداز اور طریقون سے ملاتے ہون گے جو ان سے زیادہ شائستہ تھے تو انھین اسکا احساس ضرور ہوتا ہوگا یہ اثرات ایسے نہ تھے کہ وطن واپس آنے کے بعد فنا ہو جاتے۔ یہ لوگ اپنے حالات سفر اور حیرت انگیز باتین جو انھین

---

[1] رابرٹسن جلد (۱) صفحہ (۱۳۱)۔

دیکھی تھین دوسرون سے بیان کرتے جس سے ایک طرح پر اشاعت علم ہوتی گئی۔ دو صدیون تک مشرق و مغرب مین نہایت قریبی تعلقات رہے۔ نئی نئی فوجین ہمیشہ یورپ سے ایشیا کی طرف جاتی رہین اور جو لوگ پہلے جا چکے تھے وہ اب گھر لوٹ کر اُن بہت سی رسمون اور باتون کو بیان کیا کرتے جن سے وہ ایک مدت تک مشرقی ملکون مین رہنے کی وجہ سے واقف ہوگئے تھے۔ چنانچہ ہمین صلیبی جنگون کے شروع ہونے کے بعد ہی بادشاہون کے دربارون مین زیادہ شان و شوکت نظر آنے لگتی ہے۔ عام تفریحات مین بھی زیادہ طمطراق کے سامان دکھائی دیتے ہین اور مشاغل عیش و نشاط مین زیادہ شایستگی مذاق کا پتہ ملتا ہے۔ اسکے ساتھ ہی ساتھ طبیعتون مین ایک عجیب و غریب ولولہ نظر آتا ہے جو رفتہ رفتہ تمام یورپ پر حاوی ہوتا جاتا ہے اور انھین وحشیانہ مہمات مین جو حماقت و بطلان کا نتیجہ تھین ہمین اس نور کی پہلی کرن نظر آتی ہے جس نے اس سب وحشت و جہالت کو دفع کیا ہے[1]

(۳) اسی کے متعلق ایک اور نتیجہ ہے جو اہمیت کے لحاظ سے کچھ کم نہین ہے یعنی قیود مذہب سے لوگون کی طبیعتون کی اک گونہ آزادی۔ یہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ جنگہاے صلیبی کے ختم کے بعد لوگون کے مذہبی عقائد مین اپنی ناکامی دیکھکر تزلزل پیدا ہوگیا تھا۔ جب جنگہاے مقدس شروع ہوئی تھین تو باطل پرستی کی سلطنت کامل اور عالمگیر تھی اس کا ثبوت اس سے زیادہ یقینی نہین مل سکتا کہ پطرس راہب کی وعظ اور اربن دوم پاپاے روم کی تقریر پر اقوام مسیحی ایک ساتھ اُٹھ کھڑی ہوئین۔ مگر صلیبی جنگین اس جوے کو بالکل اُتار کر پھینکدینے مین کامیاب نہوئین اور وہ صرف ایک حد تک یہ کام انجام دے سکین اور چند قدم اہم کامیابی کی طرف بڑھا سکین وہ حروب صلیبیہ جنکی ابتدا مذہب کے نام اور اثر سے ہوئی تھی انھین نے مذہب کے اس کامل و جابرانہ تسلط کو جو طبائع انسانی پر چھا گیا تھا دفع کر دیا۔"

یہ اثر ابتدائی اور پچھلے مورخون کی اس طرز تحریر سے صاف مترشح ہوتا ہے جس سے وہ مسلمانون کا ذکر کرتے ہین۔ گیزو کہتا ہے کہ "ابتدائی واقعہ نگارون کی نگاہ مین اور نیز ابتدائی محاربین صلیبی کی نگاہ مین جنکی طبیعت و حالات کے یہ ابتدائی واقعہ نگار محض صورت اظہار ہین مسلمان اک ایسی شئے سمجھے جاتے تھے جو نفرت کے قابل ہو۔ یہ ظاہر ہے کہ وہ نہ مسلمانون کے حالات سے واقف تھے اور نہ انکے حالات کا اندازہ کر چکے تھے اور صرف اس مذہبی مخالفت کی نگاہ سے دیکھتے تھے جو باہم دونون فریق مین تھا۔ ہمین کوئی پتہ نہین ملتا کہ ان مین اور مسلمانون مین میل جول کے کچھ بھی تعلقات رہے ہون۔ وہ ان سے صرف نفرت اور جنگ کرتے تھے اور بس۔ لیکن ولیم باشندۂ صور (ٹایر) جیمس دی وٹری اور برنارڈ خزانہ دار مسلمانون کے اور ہی حالات بیان کرتے ہین معلوم ہوتا ہے کہ گویہ لوگ اُن سے جنگ کر رہے ہین مگر انھین ملکش نہین سمجھتے بلکہ ایک حد تک اُن کے

[1] رابرٹسن جلد (۱) صفحہ (۳۱)۔

خیالات سے آگاہی حاصل کرتے ہین۔ انکے ساتھ رہتے سہتے ہین اور اک طرح کے تعلقات بلکہ اک قسم کی ہمدردی دونون مین پیدا ہو جاتی ہے۔ ولیم باشندہ صور۔ نورالدین کی بہت تعریف کرتا ہے۔ برنارڈ خزانچی صلاح الدین کی ثنا کرتا ہے یہ مورخ لکھتے لکھتے اس حد تک ترقی کر جاتے ہین کہ عیسائی اور مسلمان بادشاہون کے طرز و طریقون مین باہم مقابلہ کرنے لگتے ہین اور مسلمانون کا ذکر کے عیسائیون کی اسی طرح ہجو کرتے ہین جیسے کہ طاسیطس (Tacitus) نے رومیون سے مقابلہ کرکے جرمنیون کے طرز و طریق کی تصویر کھینچی ہے"۔[۱]

اسمین شک نہین کہ بہت سے اسباب اس انقلاب کے باعث ہوے۔ لوگون کے خیالات کی وسعت اور فراخی طبیعت نے جس کا اوپر ذکر ہوا اسمین بہت کچھ حصہ لیا ہے۔ یقیناً فوجی لوگون کی مذہبی جمعیتون مین جو اسقدر زود شکست ہو گئی یقین مذہبی اور غیر مذہبی لوگون کے باہم میل نے اس انقلاب مین مدد دی ہوگی۔ علاوہ برین اس جنگ سے صلیبیون کو مذہب اسلام اور مذہب کلیسائے روم کا باہم مقابلہ کرنے کے موقعے حاصل ہوے۔ اسمین شک نہین کہ اس ظلمت و بطلان کے زمانہ مین آخرالذکر کو اس مقابلہ سے زیادہ نفع نہ ہوا ہوگا مگر اسکا اثر اتنا ضرور ہوا کہ مسیحیون کا یہ متعصبانہ اعتقاد کہ ہمارا رائج الوقت مسیحی مذہب حق و بر صواب ہے اور اسمین کسی تغیر کی گنجایش نہین ضرور مدفع ہو گیا۔ پاپائے روم نے اپنی خود غرضانہ حکمت عملی کی تائید و حمایت مین جن جن چالبازیون سے کام لیا انکی ترقی کا حال تاریخ حروب صلیبیہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انھون نے بھی لوگون مین اور بدعقیدگی پھیلائی ہوگی۔ پس اس طرح کامل تر آزادی مذہب حاصل کرنے کا ایک راستہ صاف ہوتا ہو گیا اور دو صدیون بعد جو مجدد و مصلح پیدا ہوے انھون نے اس غایت کی تکمیل کی۔

(۴) تجارت کی وسعت و ترقی بھی بلاشبہ حروب صلیبیہ کا اک دوسرا نتیجہ تھی۔ پہلی فوج کو جو صلیبی علم کے نیچے روانہ ہوی اور جسے پطرس راہب اور گاڈفری آف بویون جرمنی اور ہنگری (ڈمنسا) کے راستہ قسطنطنیہ لے گئے تھے سفر کی طوالت کی وجہ سے اور نیز ان وحشی لوگون کی خونخواری کی وجہ سے جو ان ممالک مین بستے تھے اسقدر تکالیف برداشت کرنا پڑین کہ دوسرون کی پھر اس راستے جانے کی ہمت نہ پڑی اور اتنے خطرات کے مقابلہ کرنے کے بجائے انھون نے سمندر کی راہ سے جانا پسند کیا۔ وینس (Venice) جنیوا (Genoa) اور پائیسا (Pisa) نے جہازون کا انتظام کر دیا جن پر فلسطین جانے والی افواج صلیبی سوار ہوئین۔ جو رقم ان بلاد کو اتنی کثیر افواج سے محض کرایہ کے طور پر ملی وہ بیشمار تھی۔ صلیبیون نے سامان رسد اور خشکی ذخائر لاد کر لانے کا بھی انھین ٹھیکہ دیدیا۔ جب فوج خشکی پر اتری انکے بیڑے ساحل پر کھڑے رہے اور جس شے کی ضرورت ہوتی مہیا کرتے رہتے۔ اس طرح پر تجارت کی ایک ایسی شاخ جو ہر زمانہ مین بے انتہا سودمند و نافع ثابت ہوی ہے اسکا

---

[۱] گبن جلد (۷) صفحہ (۱۵۳)۔

سارا کا سارا منافعہ انھین تین شہرون کو حاصل ہوتا رہا۔ جب صلیبیون نے قسطنطنیہ پر قبضہ کرکے اپنے ایک سردار کو شاہنشاہ بنا دیا اسوقت بھی اس تغیر سے اطالوی ریاستون کو ہر طرح کا نفع رہا۔ وینیس (شہر قدیم) والون نے ان مہمات کی سربراہی مین اک بڑا حصہ لیا تھا چنانچہ انھین بھی صلیبیون کی کامیابیون سے بہت نفع ہوا۔ انھون نے یونان مین اپنے تئین تمام قدیم پیلو پانی سس (Peloponnesus) اور مجمع الجزائر کے بعض بہت زرخیز جزیرون کا مالک و قابض بنالیا۔ تجارت کے بہت سے نفع بخش حصے جنکا بازار پہلے قسطنطنیہ مین لگا کرتا تھا اب وہ وینس (Venice) جنیوا (Genoa) اور پائیسا (Pisa) کی طرف منتقل ہوگئے۔ لیکن حروب صلیبیہ کا تجارتی نفع ان اطالوی ریاستون ہی تک محدود نہین رہا بلکہ محاربین مراجعت کے وقت اپنے ہمراہ ایسی ایسی چیزین ایشیا سے یورپ مین لائے جو اس ملک کی نہایت عمدہ اور عجیب و غریب صنعت کے نمونے تھین۔ ان اشیاء کو دیکھکر عام طور پر یہ خواہش پیدا ہوی کہ اگر ہوسکے تو اور منگوائی جائین۔ اس طرح نئی نئی ضرورتین پیدا ہوئین اور تجارت کی ایک روح سب جگہ پھیل گئی اور ایشیا و یورپ کے مابین آمد و رفت کا سلسلہ جو محاربین صلیبی نے قائم کردیا تھا وہ جنگ کے بعد بھی قائم رہا تاکہ دولتمند اور ذی ثروت لوگون کی فرمایشین پوری کی جاسکین۔

(۵) حروب صلیبیہ کا ایک بہت بڑا اہم اثر نظام معاشرت (یعنے سوسائٹی) پر پڑا یعنی اسکی ترکیب مین اصلاح ہوگئی۔ چنانچہ اس اثر کا پتہ مختلف صورتون مین نظر آتا ہے۔

جاگیردارانہ طرز سلطنت (فیوڈل سسٹم) کے زمانہ مین یورپ کے بادشاہون اور جاگیردار امیرون مین کچھ یون ہی سا فرق تھا جو محض برائے نام تھا۔ بلکہ بعض صورتون مین بادشاہون سے انکے امرا زیادہ طاقتور تھے۔ حروب صلیبیہ نے ملک کی اراضی خالصہ مین اضافہ کرکے بادشاہون کے اقتدار کو بڑھا دیا۔ ان امرا کو جنھون نے صلیب کا معرکہ کرکے ارض مقدس کو جانے کا عہد کیا تھا قصد کے ساتھ ہی روپیہ کی ضرورت محسوس ہونے لگی تاکہ اتنی دور و دراز مہم کے اخراجات کا بندوبست ہوسکے اور اپنے ماتحت افسرون کے سردار ہونے کی حیثیت سے موزون و مناسب شان و لوازمات کے ساتھ رہ سکین۔ لیکن جاگیردارانہ طرز سلطنت کے اصول سے کوئی غیر معمولی خرچہ قائم کرنا ممکن نہ تھا اور نہ اس زمانہ کی رعایا کسی قسم کا ٹیکس ادا کرنے کی عادی تھی۔ پس روپیہ حاصل کرنے کے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا کہ یہ امرا اپنے مقبوضات بیچ ڈالین۔ لوگون کی طبیعتین فوق العادت امیدون سے مشتعل ہورہی تھین اور سمجھتے تھے کہ ایشیا پہنچتے ہی ایسی شاندار فتوحات حاصل کرینگے اور ارض مقدس کے نجات دلانے کے نشہ مین اسقدر سرشار تھے کہ اس اک خیال کے سامنے کوئی اور خیال ہی نہین پیدا ہوتا تھا انھون نے اپنی قدیم آبائی جائدادین بلا تکلف اصل قیمت سے بہت کم قیمت پر علیحدہ کردین تاکہ ان ممالک مین جنکے حالات و واقعات انکے لیے ابھی تک راز سربستہ تھے جاکر نئے نئے ملک فتح کرین اور نئی نئی بادشاہتین قائم کرین مشرق کی

بڑی بڑی سلطنتون کے بادشاہ جنمین سے کوئی بھی پہلے حربِ صلیبی مین شریک نہوا تھا اس موقع کے گویا منتظر ہی تھے اور انھون نے نہایت شوق سے تھوڑے خرچ مین بڑی بڑی جاگیرین خرید کر خالصہ کر لین۔ اسکے علاوہ بعض ایسے امرا تھے جنکا کوئی وارث نہ تھا اور وہ لوگ جنگ مقدس پر جانے کے لیے تُلے ہوے تھے۔ اس صورت مین لامحالہ انکی جاگیرین بھی انکے اپنے بادشاہون کے قبضہ مین آئین اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جائداد اور اسکے ساتھ قوت دونون اس تغیر کی وجہ سے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ مین آگئین۔ شاہی املاک و طاقت مین اس کثیر اضافہ کی وجہ سے بادشاہون کا جتنا اقتدار بڑھتا گیا اتنا ہی امرا کا گھٹتا گیا۔ علاوہ برین اس جنگ کی وجہ سے بہت سے قوی باج گزار رئیس جو بادشاہون کو قانون کی راہ بتانے کے عادی تھے باہر چلے گئے اور والیانِ ممالک کو اپنے اقتدارات و حقوق مین وسعت دینے کا موقع ملا اور نیز اس بات کا موقع ملا کہ ملک کے نظام ترکیبی (کانسٹی ٹیوشن) مین ایک حد تک دائمی وقعت و اثر حاصل کر سکین جو پہلے انھین حاصل نہ تھا۔ ان واقعات مین ہم یہ بھی شمار کر سکتے ہین کہ تمام لوگ جو صلیب کا معرکہ لگاتے تھے فی الفور کلیسا کی حفاظت و حمایت مین داخل ہو جاتے تھے اور جو کوئی ان لوگون کو جنھون نے صلیب کی خدمت اپنے اوپر لازم کر لی تھی پریشان کرتا یا انکی بے اطمینانی کا باعث ہوتا اسپر کلیسا کی جانب سے سخت سے سخت پھٹکار پڑتی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خانگی جھگڑے اور مخالفتین جو جاگیردارانہ سلطنت (Feudal Kingdom) (فیوڈل کنگڈم) مین امن و امان قائم نہین رہنے دیتی تھین یلکخت بند و مسدود ہو گئین اور دادرسی و انصاف رسانی کا اک عام اور مستقل انتظام صورت پذیر ہونے لگا اور یورپ کی بعض سلطنتون مین اک باقاعدہ حکومت کے قیام کی طرف کسی قدر میلان و ترقی کے آثار نظر آنے لگے۔[1] جاگیردارانہ طرز سلطنت (Feudal System) یا فیوڈل سسٹم مین وہ اقوام جو اپنے آپ کو ایک کہتی تھین الگ الگ مختلف جماعتون مین منقسم ہو گئی تھین حروبِ صلیبیہ نے جاگیرون کو باہم ضم ہو جانے مین بہت مدد دی۔ یعنی جاگیرین صرف بادشاہون کے ہاتھ ہی نہین فروخت ہوئین بلکہ بڑے بڑے روساء نے بھی لین اور لے کر انھین اپنی جاگیرون مین ضم کر لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چھوٹی چھوٹی جاگیرین اور ادنی درجہ کی املاک کی تعداد بہت گھٹ گئی اور ایک مختصر سی تعداد کے جاگیردارون مین تمام قوت و املاک مجتمع ہو گئی۔ جہان کہین چھوٹے جاگیردار باقی رہ گئے اور انھون نے اپنے علاقے علحدہ نہین کیے وہ بھی جس طرح پہلے تنہا رہتے تھے اس طرح اب نہین رہنے لگے۔ بڑے جاگیردارون نے ایک مرکزی حیثیت قائم کر لی جنکے گرد چھوٹے جاگیردار جمع ہو گئے اور انکے ہمسایہ مین زندگی بسر کرنے لگے۔ حروبِ صلیبیہ کے زمانہ مین انکے لیے یہ ضروری ہو گیا تھا کہ کسی سب سے زیادہ طاقتور اور دولتمند امیر سے وابستہ دامن رہین تاکہ ضرورت کے وقت اس سے مدد مل سکے وہ اسکے ساتھ

---

[1] رابرٹسن جلد ۱ صفحہ (۳۳) جلد (۱) صفحہ (۳۲)

زندگی بسر کر چکے تھے۔ اسکی دولت سے نفع حاصل کر چکے تھے اور اسکے ساتھ سرد و گرم زمانہ کا تجربہ حاصل کر چکے تھے پس انھین اسمین کوئی دقت نہوی اور جب محاربین صلیبی اپنے اپنے وطن واپس آئے اسوقت بھی یہی دیننے ایک بڑی جاگیردارون کے ہمسایہ مین رہنے کی) عادت انکی بود و باش مین باقی رہی۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ جس طرح ہمین محاربات صلیبی کے بعد بڑی بڑی جاگیرون مین اضافہ و ترقی نظر آتی ہے اسی طرح ہم یہ بھی دیکھتے ہین کہ ان جاگیرون کے مالک جاگیردار اپنے قلعون مین بڑے بڑے دربار قائم کرتے ہین اور ان کے گرداگرد ان معززین کی ایک بہت بڑی تعداد نظر آتی ہے جو ابھی تک اپنی چھوٹی املاک پر قابض و متصرف ہین اور انکے اندر نبدرہ کر زندگی بسر کرتے بڑی جاگیرون کی توسیع اور نظام معاشرت یعنے سوسائٹی مین بجائے اُس انتشار کے جو پہلے تھا اب بعض مرکزون کا قائم ہو جانا ایسے دو قوی اثر ہین جو حروب صلیبیہ کی بدولت ہمین جاگیردارانہ نظام سلطنت (Feudalism) کے قلب پر حملہ کرتے نظر آتے ہین[۱] ان نتائج کے پیدا کرنے سے ان مذہبی لڑائیون نے نظام معاشرت مین وہ جمعیت اور مرکزی حالت پیدا کر دی جسکے نہ ہونے سے ترقی تہذیب و تمدن کی راہ مین اک بڑی رکاوٹ تھی۔

حروب صلیبیہ کا اثر بادشاہون اور جاگیردارون ہی تک محدود نہ تھا۔ قوم کی ہر جمعیت کو کوئی نہ کوئی اہم نفع حاصل ہوا انھین جنگون کی وجہ سے شہرون کی اہمیت بڑھ گئی جو اسوقت تک جاگیردارانہ سلطنت کے ظلم و ستم کے شکار ہو رہے تھے انھین بہت سے شہری حقوق حاصل گئے۔ موسیو گیزو کہتے ہین کہ "حروب صلیبیہ کی بوجہ سے بڑے بڑے قصبات بورونز Boroughs بمعرض ظہور مین آئے۔ ادنیٰ درجہ کی تجارت و صنعت و حرفت سے ایسے قصبات جیسے کہ اطالیہ (Italy) اور فلانڈرس (Flanders) کے قصبات تھے قائم نہین ہو سکتے تھے انکے لیے ایک ایسی تجارت کی ضرورت تھی جو بڑے پیمانے پر ہو۔ پس یہ اک بڑے پیمانے کی تجارت تھی اور وہ بھی بحری تجارت جو خاصکر مشرقی ممالک کے ساتھ تھی جو بڑے بڑے قصبات کے وجود مین آنے کا باعث ہوی۔ اور یہ محض حروب صلیبیہ تھین جن سے بحری تجارت کو اتنی قوی تحریک حاصل ہوی جتنی آج تک کبھی نہین ہوی تھی۔ ہمبرٹ ثانی والی نبدفہ وئنیس (Vienne) نے محاربات صلیبی کے لیے اپنا ساز و سامان درست کرنے کے واسطے ایک اعلان شایع کیا تھا جسکے ذریعہ سے اس نے وعدہ کیا تھا کہ اگر فوراً اسقدر رقم داخل کر دی جاے گی تو وہ اسکے معاوضہ مین شہرون اور قصبات کو حقوق و آزادی دینے کے لیے آمادہ ہے۔

علاوہ اسکے جب بڑے بڑے جاگیردار جو حروب صلیبیہ مین گئے تھے لوٹ کر گھر آئے تو انکی حالت عام

---

[۱] گیزو جلد (۱) صفحہ (۱۵۸)

طور پر افلاس کی تھی جس سے وہ ایک معمولی سے معاوضہ مین اپنی یا جگذار جاگیرداروں کو آزادی عطا کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے۔ علاوہ اسکے ہر غلام جس نے صلیب کا معرکہ لگایا اور فلسطین کا قصد کیا وہ آزاد کر دیا گیا۔ ہزارون آدمیون نے اس طرح پر آزادی کی نعمت حاصل کی۔ ان سب باتون پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ حروب صلیبیہ کی وجہ سے سوسائیٹی کے طبقہ وسطی کی بہت زیادہ ترقی ہوی اور وہ عظیم خندق جو اعلیٰ وادنیٰ طبقہ کے لوگون کے درمیان حائل تھا طبقہ وسطی کی ترقی سے بھر گیا۔[۱]

گو حروب صلیبیہ اپنے ظاہری مقصد کے حاصل کرنے مین کامیاب نہین ہوئین اور جو کچھ رائے ہم چاہین ان مہمات کے متعلق قائم کرین لیکن انکا اثر کوئی معمولی اثر نہ تھا۔ سوسائٹی کی موجودہ ترقی یافتہ حالت اور ازمنہ وسطی کی پر از جہالت۔ بے ترتیب اور غیر منتظم سوسائٹی کے مابین وہ زنجیر کی ایک کڑی کے مانند ہین جس نے دونو کو باہم ملا دیا ہے۔ اس زمانہ کے بعد کی شاعری مین کفار کے ہاتھ سے مرقد مقدس کو چھین لینے کو ایک ظرافت آمیز شوخ ہجو کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ طروبادوریون نے خانقاہ نشین رہبان اور پادریون ہر دو مذہبی جماعتون کی کثرت سے سخت ہجو کی ہے[۲] اب جبکہ ممالک عیسوی مین اسقدر تغیر واقع ہو گیا یہ غیر ممکن تھا کہ صلیبی جنگین باقی رہتین چنانچہ وہ باقی نہ رہین لیکن عوام اب بھی یورپ مین صلیبی جنگون کا ذکر کرتے تھے اور روستہ الکبریٰ کے پاپاؤن نے بادشاہون اور عوام الناس کو پھر بھی ورغلانا۔ انھون نے ارض مقدس کو واپس لینے کی کوشش کرنے کے بارے مین مجلسین منعقد کین لیکن انمین کوئی شریک نہوا اور اب لوگون نے اسکی پرواکرنا چھوڑ دی[۳]

اُس مذہبی جذبہ کا سست پڑجانا جو مدت سے مسیحیون پر غالب تھا۔ یورپ والون کی طبیعت کا عام طور پر جہالت کی نیند سے پیدا ہو جاتا اور نیز حروب صلیبیہ مین ناکامیون کا سامنا ہونا دراصل یہ اسباب تھے جو صلیبی جنگون کے زوال کا باعث سمجھے جاتے ہین۔

اس مسئلہ مین کہ ان مہمات کا اخلاقی اثر کیا ہوا لوگ مختلف الرائے ہین۔ ہر شخص جس پہلو سے نظر ڈالتا ہے اُسی قسم کی رائے قائم کرتا ہے۔ ایک متعصب رومن کیتھولک ان مین سوائے اسکے کچھ نہین دیکھتا کہ مسلمانون سے حق بجانب انتقام لیا گیا ہے۔ عیسائی زائرین بیت المقدس پر رحم کیا گیا ہے اور جو لوگ انمین شریک تھے وہ زہد و تقویٰ سے آراستہ تھے لیکن ایک صلح جو آدمی جو تمام جنگون کو مذہب عیسوی کے خلاف سمجھتا ہے انھین بدترین جنگی مہمات خیال کرتا ہے۔

---

[۱] رابرٹسن جلد (۱) صفحہ (۲۹۰) [۲] برگنٹن Berington کی تاریخ ازمنہ وسطی صفحہ ۲۲۹۔

[۳] موسیو گیزو کی تاریخ تمدن جلد (۱) صفحہ (۲۵۰)۔

شاتو بریان (Chateaubriand) نے انکی حمایت مین نہایت فصاحت صرف کی ہے وہ کہتا ہے کہ عیسائی لوگون نے اپنی طرف سے چھیڑ چھاڑ کی ابتدا نہین کی۔ جب (حضرت) عمرؓ کی رعایا نے یروشلیم سے نکل کر افریقیہ کا دورہ لگایا اور صقلیہ (سسلی) اور اندلس (اسپین) پر حملہ کیا۔ یہی نہین بلکہ فرانس تک پر حملے کیے جہان چارلس مارٹل کے ہاتھون انکا استیصال ہوا تو کیا وجہ ہے کہ فلپ اول کی رعایا فرانس سے نکل کر ایشیا کا چکر نہ لگاتی اور جانشینان (حضرت) عمرؓ سے خود یروشلیم پہنچ کر بدلہ نہ لیتی؟ اسمین شک نہین کہ وہ نظارہ عظیم الشان ہوگا جبکہ یورپ و ایشیا دونون کی فوجین بحر قلزم کے گرد ایک دوسرے کے مقابل مین کوچ کرتی اور اپنے مذہبون کے جھنڈے تلے (حضرت) محمدؐ اور (حضرت) مسیحؑ پر انکی جان نثارون کے جھرمٹ مین حملہ کرتی نظر آتی ہونگی۔ اسلام کا مقصد و منشا قتل و غارت و فتح ممالک ہے[۵۱] بخلاف اسکے انجیل مقدس رواداری تحمل اور امن امان کی تعلیم دیتی ہے چنانچہ سات سو چونسٹھ برس تک عیسائی مسلمانون کے ہاتھون طرح طرح کے متعصبانہ مظالم برداشت کرتے رہے۔ اس اثنا مین صرف چارلیمین کا دل یہ حالت دیکھکر دکھا اور اُس نے توجہ کی۔ مگر نہ تو فتح اندلس سے عیسائی کچھ چونکے اور نہ حملۂ فرانس و غارت یونان اور نہ تباہی ہر دو صقلیہ (Two Sicilies) اور نہ افریقیہ کی کامل تسخیر تقریباً آٹھ سو برس تک عیسائیون کو ہتھیار اُٹھانے پر آمادہ کر سکی۔ پس اگر بیشمار مظلومون کی فریادین جو مشرق مین قتل کیے گئے اور وحشیون کی ترقی جبکہ وہ قسطنطنیہ کے دروازے تک پہنچ گئے ممالک مسیحی کو خواب نوشین سے بیدار کرنے مین کامیاب ہوئی اور انھون نے مجبور ہوکر اپنی محافظت کے لیے ہتھیار اُٹھائے تو کون شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ جنگہائے صلیبی حق بجانب تھین؟ ذرا یونان[۵۲] کی حالت پر نظر کرو۔ کاش تمھین معلوم ہوسکتا کہ وہ لوگ جن پر مسلمانون کی حکومت کا جوا رکھا ہوا ہے کس حالت مین بسر کر رہے ہین۔ کیا وہ لوگ جو آج کے دن ترقی علوم پر اسقدر مسرت ظاہر کر رہے ہین اس مذہب کے زیر حکومت رہنا چاہتے ہین جس نے اسکندریہ[۵۳] کے کتب خانہ مین آگ لگا دی اور جو بنی نوع انسان کو اپنے پیرون کے نیچے ڈال کر کچلنے اور روندنے پر فخر و مباہات کرتا ہے اور علم ادب و فنون کو انتہا درجہ کی

---

[۵۱] اس موقع پر آرنلڈ صاحب کی اسپرٹ آف اسلام اور مولوی چراغ علی مرحوم کے مضامین جہاد کا پڑھنا دلچسپی سے خالی نہوگا لیکن اسلام کا منشا و مقصد معلوم کرنے کے لیے تعصب کی عینک آنکھ سے اُتار کر خود قرآن پاک کا مطالعہ کرنا کافی ہوگا۔ مترجم۔

[۵۲] تصنیف کتاب کے وقت یونان سلطنت ٹرکی کے ماتحت تھا۔ م۔

[۵۳] اس بہتان کی کوئی انتہا نہین۔ اکثر عیسائی اس بلا مین مبتلا ہین اور مسلمانون کے سر الزام لگاتے ہین کہ انھون نے کتب خانہ اسکندریہ کو جلا دیا۔ ہندوستان کے مشہور و معروف مصنف مولوی شبلی نعمانی نے ایک رسالہ اس باب مین لکھا ہے۔ وہ دیکھنا چاہیے۔ اسکے مطالعہ سے آنکھین روشن ہونگی اور یہ دکھائی دینے لگے گا کہ اسکی جلانے والی درحقیقت کون قوم ہے۔

نفرت سے دیکھتا ہے[1] حروب صلیبیہ نے خود ایشیا کوچک کے مسلمانون کی جماعتون کو کمزور کر دیا اور یہین ترکون اور عربون کا شکار ہونے سے محفوظ رکھا[2]۔

لیکن باوجود ان سب خوبیون کے جو حروب صلیبیہ مین نظر آتی ہین یہ امر لامحالہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جس مقصد کے لیے یہ جنگین کی گئین وہ مقصد ممالک عیسوی کے لیے کسی حقیقی فائدہ کا موجب نہ تھا۔ بلد یروشلیم اور اسکے مقامات قرب و جوار مین سے مثلاً خالی مرقد، کوہ زیتون، باغ جتسیمان (Gethsemane) اور تل التصلیب[3] (Calvary) ان سب کی اصل حقیقت ان مناظر مین نہین ہے جو مادی طور پر نظر آتے ہین بلکہ ان واقعات مین ہے جنہین وہ یاد دلاتے ہین اور جو انجیل مین اب تک ہمارے لیے منضبط اور محفوظ رکھے گئے ہین۔ پس جنگہاے فلسطین مین جہان تک کہ انہین مذہب سے تعلق ہے اس سے زیادہ نہین معلوم ہوتا کہ صلیبیون نے جس شے کے لیے لڑائی لڑی تھی وہ ایک خالی پرچھائین سے زیادہ وقعت رکھتی ہو۔

ہم اس مذہبی جذبے اور جوش کی بھی جو ایک حد تک صلیبی لڑائیون کے آغاز کا باعث ہوا ہے اس سے زیادہ توصیف نہین کرسکتے۔ کچھ شک نہین کہ اسمین بہت کچھ لطافت جذبات اور جوش عقیدتمندی موجود تھا لیکن انکی آگ باطل پرستی کی قربان گاہ پر روشن کی گئی تھی نہ کہ خدائی مسیحیت کی روح پر در حقائق پر۔ حروب صلیبیہ تمام تر پاپاے روم کے ورغلانے کا نتیجہ تھین اور ان مین مذہب عیسوی کے مخالف بدترین اجزا موجود تھے علاوہ اسکے مسلمانون سے انتہا درجہ کی نفرت جو بعض صلیبیون کے دل مین جنون کی حد تک پہنچ گئی تھی واجب تسلیم کرنے کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی۔ انکی نگاہ مین مرقد مسیح کو مسلمانون کے ہاتھ سے چھڑانا ہی مقصود نہ تھا بلکہ یہ بھی مدنظر تھا کہ ان کافرون کا استیصال کامل کر دیا جاے اور اگر مسیحیون کے قبضہ مین وہ آجاتے تو زندہ چھوڑ دینا گناہ کبیرہ سمجھا جاتا۔ پس جس وقت کہ پہلی جنگ صلیبی مین عیسائیون نے یروشلیم کو فتح کیا اسوقت مسلمانون کو بلا امتیاز عام طور پر قتل کیا گیا۔ ایک محاصرہ کے وقت جس مین دونون فریق مصروف پیکار ہون قتل کی توجیہ مین چاہے جو کچھ کہا جاے لیکن فتح کے بعد ایک شہر کو ایک وسیع خونی میدان کی شکل مین بدل دینا اور نہ کسی مرد کو زندہ چھوڑنا اور نہ کسی عورت اور بچے کو ایک ایسا ظالمانہ فعل ہے جو شجاعت و مردانگی کے نام پر دیر تک ایک ان مٹ دھبہ لگا رہے گا۔

---

[1] اس سے زیادہ سخت جہالت کی نظیر شاید ہی کسی مصنف کی کتاب مین ملے گی معلوم ہوتا ہے از راہ تعصب یہ لوگ مسلمانون کی بھلائی کی کوئی بات کہنا نہین چاہتے اور نہ انکی ترقی علوم و فنون کا ذکر کرنا چاہتے ہین مگر زمانہ بلند آواز سے انکے مکارم بیان کر رہا ہے اور سینکڑون تاریخین انکے حالات سے بھری پڑی ہین۔ [2] سفرنامہ یونان فلسطین وغیرہ مصنفہ ایف۔ اے۔ ڈی شاتو بریان (F. A. de Chateaubriand) جلد (۲) صفحہ ۱۹۰۔ [3] یہ وہ مقام ہے جہان بقول مسیحیون کے حضرت مسیح کو صلیب دی گئی تھی۔

خاتمہ

عیسائی حروب صلیبیہ کو قدرتی طور پر مذہبی نگاہ سے دیکھیں گے فلسفی اسے اخلاقی پہلو سے دیکھیں گے اور مدبرین ممالک اصول سیاست مدن کے لحاظ سے نظر ڈالیں گے لیکن اس کتاب کے چند باقی ماندہ جملوں میں ہم صرف اول الذکر سے بحث کرتے ہیں جس کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ کس قدر تاریک وہ تصویر ہے جو اس طور پر ہمارے صلیبی پیش کرتی ہے! خیال کرنے کی بات ہے کہ ارض یہودیہ اور بلد بیت المقدس جو خداوند کی سلطنت کی یادگار ہونے کی وجہ سے اسقدر احترام کے قابل ہیں اور جو ان مقدس واقعات کی وجہ سے جو ہماری نجات سے متعلق ہیں اور نیز اس ذات پاک سے قابل پرستش نام اور عالی شان کارناموں کی وجہ سے جس کی زندگی اور موت سے وہ نتیجے حاصل ہوئی ہیں اسقدر عزیز ہیں۔ وہ ارض یہودیہ اور بلد یروشلیم جہاں کی چپہ چپہ زمین میں ہزاروں دلچسپیاں بھری ہوئی ہیں کہ یہیں سے انجیل مقدس کی تعلیم دنیا میں پھیلی تھی۔ ایسے مقامات نہ صرف قابل احترام قرار دیئے جائیں بلکہ طرح طرح کے عقائد باطلہ ان سے وابستہ کیے جائیں اور قریب قریب بت پرستی کی طرح انکی پوجا کی جائے۔ صلیب جو ہمارے نجات دہندہ کی قربانی کی بیش بہا علامت ہے۔ جو اس بات کی علامت ہے کہ گنہگار نے خدا سے اپنی لو لگائی ہے اور خدا نے اسپر رحم فرمایا ہے اور جو اس بات کی علامت ہے کہ تمام آدمی ایک دوسرے کے بھائی ہیں اس صلیب کو جنگجو سپاہی بطور نشان کے اپنے لگائیں اور میدان جنگ میں جہاں ہر طرف شور و غوغا ہو اور لیا ہیں خاک و خون میں غلطان ہوں وہاں ہوا اس علامت کو پھریرے دیتی نظر آئے! وہ نشان جو استباز کا چارآئینہ۔ مذہب کی سپر اور نجات کا خود اور اس روح کی تلوار ہو جسے کلمۃ اللہ کہا جاتا ہو معرض سہو و نسیان میں ڈال دی جائیں اور انکی جگہ آہنی زرہ بکتر۔ فولادی نیزہ اور جنگی تبر استعمال کیے جائیں! انتقام نہ کہ رحم۔ استیصال نہ کہ کفار کو عیسائی بنانے کی کوشش۔ یہ کلیسا کی آواز تھی اور یہ آواز اس شخص کے منہ سے جو پرائے نام تمام ممالک مسیحی کا سردار کہلایا جاتا تھا اور ان لوگوں کے منہ سے جو اس ایمان و نجات کی تعلیم پھیلانے کے مدعی ہوں نہایت زور و شور سے ادا ہو رہی تھی۔ الحاصل حروب صلیبی میں ہمیں اس مسیحیت کی تصویر نظر آتی ہے جسے بالکل جھوٹ مذہب عیسوی کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جسکے جسم پر اگر لباس ہے تو جنگی لباس ہے اور جو جنگی جذبات کا اظہار کرتی اور اپنے جنگی کارناموں پر خوش ہوتی ہے اور یہ مذہب کسی ایک گمنام۔ غیر ذی اثر فرقہ کا مذہب نہیں بلکہ قوموں اور دنیا کی قوموں کا مذہب ہے۔ حروب صلیبیہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ شفاعت مذہب کے مسئلہ کے بجائے جیسے حواریین حضرت مسیح نے بیان فرمایا تھا مسئلہ اعمال انسانی کی تعلیم دی جاتی ہے اور اعمال بھی کونسے اعمال۔ وہ جو نفس کشی اور زیارت بیت المقدس اور ترکوں سے جنگ کرنے کی صورت میں ظاہر کیے جائیں۔ اس

مصلوب ذات کی کفارہ گنا ہان قربانی کی جگہ پر ہم دیکھتے ہین کہ صلیب کی لکڑی کو عظمت دے رہے ہین۔ اور وہ خداوند جو اُٹھا لیا گیا اور آسمان پر چلا گیا اسکے دفن کی جگہ اسکے پرستش کرنے والون کے قلوب پر اسکی سچی حکومت کا کچھ بھی اثر نہین پایا جاتا اور اسکے بجاے لوگ ایک جوش بیخودی کے ساتھ اسکے اندر سے خالی مرقد کی زیارت و عظمت پرستش کے طور پر کرتے ہین! غرضکہ حروب صلیبیہ مین ہم حقیقت مذہب عیسوی کو سچے دین مسیحی کے بالکل برعکس پاتے ہین جو بظاہر خدا پرستی کی شکل ہے مگر اسمین کوئی قوت واثر نہین۔ اعتقاد کی جگہ باطل پرستی ہے اور ایثار نفس و صفائی قلب کی جگہ بدکاری و شہوت پرستی ہے۔ خیر اندیشی و شفقت کے عوض حرص دامنگیر ہے اور حضرت مسیح (علیہ السلام) کی نیکی اور حلم کی جگہ سپاہیانہ نخوت و غرور ہے۔ جرأت مذہبی کے بجاے آلات حرب کا زور ہے محبت کے عوض نفرت اور تحمل و عفو کی جگہ غصہ و خشونت اور اس رحم کی جگہ جو غصہ پر غالب رہتا ہے ایک ایسی خواہش انتظام نظر آتی ہے جس نے بے دردی اور خونریزی کے میدانون مین اپنا پیٹ بھرا ہے! مذہبی نظر سے اگر دیکھا جاے تو حروب صلیبیہ یہ تھین۔ "جس طرح شیطان اپنی تمام قوت فریب و نیرنجات اور فسق و فجور کے تمام طریقہ ہاے فریب دہی سے کام لیا کرتا ہے" اسی طرح یہ حروب صلیبیہ بھی انسان کی شان معصیت کا اک نمونہ تھین کاش وہ دن جلد آجاے جب کہ شیطان کو خداوند "اپنے مُنھ کی پھونک سے بالکل تباہ" اور "اپنی تشریف آوری کی آب و تاب سے ہمیشہ کے لیے فنا کر دے گا"!

لیکن صلیبی محاربات اسمین شک نہین کہ کلیسا کے سردار اعظم کی اجازت کے ساتھ بھی اور دانشمندانہ اغراض مد نظر رکھکر شروع کی گئی تھین۔ گو انکی صورت ہمین تاریک نظر آتی ہو اور یہ مشکل معلوم ہوتا ہو کہ ان سے مفید مذہب کوئی نتیجہ ظہور مین آیا ہوگا لیکن ایک نہ ایک روز یہ یقیناً معلوم ہوگا کہ ان جنگون مین منافع ضرور مضمر تھے اتنا اب بھی پایا جاتا ہے کہ کس طرح انکی بدولت پاپاے روم کی حماقت و شرارت کا جلد خاتمہ ہوگیا جس کے ساتھ ہی اصلاح کا زمانہ شروع ہوا۔

تاریخی حیثیت سے حروب صلیبیہ مین ہمیشہ اک ایسی دلچسپی نظر آے گی جو افسانہ و قصہ جات کے پڑھنے مین معلوم ہوتی ہے۔ اس دلچسپی کی ایک حد تک وجہ یہ بھی ہے کہ اس ملک سے جو ان محاربات کی جولانگاہ رہا ہے اب بھی لوگون کو دلچسپی پاتی ہے۔ یروشلیم یعنے "بلد سلطان الاعظم" کی کشش کبھی نہین جاسکتی۔ اس سلسلہ مین ایک نئی حرکت ابھی حال مین ظہور پذیر ہوئی ہے۔ ممالک مسیحی کے ذہین و فطین لوگ اور شاعر اب بھی ارض فلسطین جاتے نظر آتے ہین چنانچہ انگلستان۔ اسکاٹلینڈ اور امریکہ سے لوگ گئے ہین۔ یہ اک اعلے حوصلہ و اعلے الطبیعت کے لوگ ہین اور مقدس مشہور ہین متعصبانہ باطل پرستی کی سی حرکات مجنونانہ اُن سے ظہور مین نہین آتین بلکہ اس رأفت و شفقت سے کام لیتے ہین جو سچے عیسائیون کا شیوہ ہے۔ زیارت مقامات مقدسہ در حقیقت اسے

کہتے ہین جو اک ایسی شریفانہ خدا پرستی اور دلی شفقت و رحم سے مالامال ہے کہ جسے نہ بیدردی آلودہ غضب کر سکتی ہے
اور نہ باطل پرستی اسکے چہرے پر چھائیان ڈال سکتی ہے - اصل صلیبی جنگ اسکا نام ہے - جن لوگون کا ہم ذکر
کر رہے ہین وہ نہ تو فوجی گنڈے ہین اور نہ خانقاہ نشین دیوانے انکے جاننے والے انکی عظمت کرتے ہین لیکن انھین
نہ تعریف کی پروا ہے اور نہ تحقیر کی - وہ اپنے آپکو سب کا قرضدار سمجھتے ہین - اس نمونے کے لوگ اپنی اوقات
کو نرم دل مسافرون کی طرح تقاضائے جذب دل سے آہ سرد کھینچنے یا انسانون کے خیالی خواب دیکھنے مین ضائع
نہین کرتے بلکہ جفاکشی اور ایثار نفس مین صرف کرتے ہین - مشنریون کی یہ جماعت ہے جسے ہم نہایت مسرت کے
ساتھ ارض مقدس مین دیکھتے ہین انکی محنتون کا ذکر کرنا ہمین اچھا معلوم ہوتا ہے ارض یہودیہ ایام قدیم کی طرح
پھر ایک مرتبہ ترقی کرتی ہے - اسمین حیات کے آثار پھر پیدا ہو جاتے ہین اور پھر ایک مرتبہ حواریون کی جماعت
ارض مقدس مین دکھائی دیتی ہے اور اسکے سواحل سے آسمانی بادشاہت کی تعلیم پھیلائی جاتی ہے "

تمت بالخیر

غلط نامہ کتاب محاربات صلیبی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۱	محاربات صلیب	محاربات صلیبی
؍؍	۱۱	ایضائ	ایضاً
۲	۹	اتنہائی	انتہائی
؍؍	؍؍	جنگہائے صلیب	جنگہائے صلیبی
؍؍	۱۳	محاربات صلیب	محاربات صلیبی
؍؍	۱۴	باہم	باہمی
؍؍	۲۴	رسولہ	ورسولہ
۳	۱۲	بادشاہ	بادشاہ تک
؍؍	۱۶	جوانمردی	مگر جوانمردی
؍؍	۲۲	نائٹ ہڈ	"نائٹ ہڈ"
۴	۷	کمالات انسانی کے اصول	مسئلہ کسب واکتساب انسانی
؍؍	۸	عبادت عظیم	ایسی عبادت عظیم
؍؍	۱۱	کوہ زامان	کوہ زایان
؍؍	۱۶	ہوا	یہ ہوا
؍؍	۱۶ و ۱۷ و ۱۸ و ۱۹	؟	!
؍؍	۲۱	مرگ	مرگ مسیح
۵	۱	جو جو	جون جون
؍؍	۲	ویسے ہی	دون دون
؍؍	۳	واقفیت	اس واقفیت
؍؍	؍؍	دیتی	دیتی"
؍؍	۱۳	معلوم ہوتا تھا	معلوم ہوتا رہا
؍؍	۱۹	حروب	حروب صلیبیہ
؍؍	۲۵	جن کے تعصب نے قومی	جن کے تعصب قومی نے
۶	۳	تلاش کرتے تھے	تلاش کی جاتی تھی
؍؍	۶	حاصل ہوسکتی تھی	حاصل ہوسکتی
؍؍	۲۴	نمبر ۱۲	نوٹ نمبر ۱۳
۷	۱۱	گشتی	گشتی چٹھی
؍؍	۱۶	حمایت صلیب مین لڑانے	حمایت صلیب مین نصرانیون کو لڑانے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٨	٧	امیس amens	امینس amiens
٩	٧	طلب نجات کے طور پر	طلب نجات کی سعی ہین
″	١٧	جس جس	جس
″	٢١	اور	اس لیے
″	٢٢	مسلمانون کو شہر سے	مسلمانون سے شہر کو
″	٢٤	جیساکہ	جبکہ
″	٢٥	نہین مسلمان سلطان کے ساتھ	انھین مسلمان سلطان کے ہاتھون
١٠	١٠	تخت پایا	تخت پا پائی
١١	٤	خاندان	خاندانون
″	١١	دی	دی ہے
″	١٣	پیش کی	پیش کی تھی
″	١٤	چہ کھون	چو کھم
″	٢٠	اچھی	اچھی طرح
١٣	١١	عظمت قوت دست و بازو عطا فرمائے ہین	عظمت و قوت دست و بازو عطا فرمائی ہے
١٤	٨	پہلے سے راسخ	پہلے سے زیادہ راسخ
″	٢٠	چھوڑی	چھوڑ دی
″	٢٤	چشم دید بیان کرتا ہی	اپنا چشم دید حال
″	٢٤	کرے گا	کر سکے گا
١٥	٢	گنے گا	گن سکے گا
″	١٩	ملک	اس ملک
″	٢٠	ہمراہیون مین	ہمراہیون مین سے
١٦	٤	لیکن	تاہم
″	١١	کیا ہو	کیا ہوگا
″	١٧	صلیب	صلیبی
١٧	٧	رائٹ	نائٹ
″	١٣	فوج کی	فوج کی تعداد
″	٢١	با فراط ہین	با فراط نہین
١٨	١	نہین رہا	نہین رہا ہے
″	١٢	جماعت	اک جماعت
″	٢٤	وہ عبادت	وہ ایسی عبادت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۹	۱	غارت	غارت کی آگ
؍؍	۶	کشت وخون کہ	کشت وخون ہوا کہ
؍؍	۲۳	حرب صلیبی مین	حرب صلیبی کے بعد
۲۰	۱۶	اُس کا جوش	ایک قسم کا جوش
؍؍	۱۹	صلیب	صلیبی
؍؍	۲۱	اکارت ہوگئین	اکارت گئین
۲۱	۱	آپ	آپ کو
؍؍	۵	باطل پرستی	باطل پرستی کی
؍؍	۱۳	ایشیا	یا ایشیا
؍؍	۲۲	طولس	طولوس
۲۲	۱۹	سب سے دستون	سب سے بڑے دستون
؍؍	۲۰	اسٹیفن اسیر بلالی	اسٹیفن امیر بلائی
۲۳	۱۳	مختار	ممتاز
؍؍	۱۴	بھی ہے	یہی ہے
؍؍	۲۱	جس وقت	جس وقت سے
؍؍	۲۳	مدفون	مدفون کی
۲۴	۳	مختار امرا	ممتاز امرا
؍؍	۶	راستہ سے کوچ کر گئے تھے	راستے کوچ کرتے گئے تھے
۲۶	۹	ہی	تھی
؍؍	۱۷	پیر مغال	پیرغمال
؍؍	۲۲	رسم	یہ رسم
۲۸	۲۰	توہین	توہین تطفین
۲۹	۱۶	کامیابی	وہان کامیابی
؍؍	۱۹	ہنی	اپنی
۲۹	۲۰	ہفتون	ہفتے
۳۰	۴	انھین	یہ
؍؍	۴	اس	اس قدر
۳۴	۱۶	گھستے	کھسکنے
؍؍	۲۳	ہوگا	ہوا
۳۶	۱۸	تھا وہی پھر پیدا کیا	تھی وہی پھر پیدا کی
؍؍	۱۹	افسرون کے	افسرون کو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۷	۱۸	گناہون	گناہون پر
۳۸	۱۷	چونگلے	چونگے
״	۱۷	چونگلون	چونگیون
״	۱۸	چونگلے	چونگے
۳۹	۲۳	خون ہی بھرا تھا	خون ہی خون بھرا تھا
״	۲۴	اس مقام	اس مقام پر
۴۰	۵	اس دنیا مین	اس دنیا کی
״	۷	چونکہ حق	حق
״	۸	ودیعت ہے	ودیعت رکھا گیا ہے
״	۲۴	اس وقت فتح یروشلیم کے وقت	اس وقت (یعنی فتح یروشلیم کے وقت)
۴۱	۶	امروحہ	مدینۃ الرہا
״	۱۷	دل خوش نام	دل خوش کن نام
۴۳	۱۵	تابوت مقدس	تربت مقدس
״	۲۳	ایضاً	ایضاً
۴۴	۱۶	جسقدر	کسقدر
۴۵	۴	Conslable	Conalable
״	۲۲	Barows	Barons
۴۶	۴	لازمہ	لازمی
۴۷	۱۶	ننگی	جنگلی
۴۸	۱۷	رتبہ	کسی رتبہ
״	۱۸	ہے	چاہیے
۴۹	۲۲	روحانی	رومانی
״	۲۴	لانہا . . . لانہا	لالنا . . . لالنا
۵۰	۲۴	عبود	قیود
۵۱	۳	فیلتوس	فیلقوس
۵۲	۱۱	تابوت مقدس	تربت مقدس
۵۲	۲۵	لو بہاکر	لہو بہا کر
۵۳	۳	تابوت	تربت
״	۲۲	عرق	عراق
۵۵	۱۹	پوڈیشیا	لوڈیشیا Lodacia
״	۲۰	نصیبین	حصن

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۵	۲۳	واری	وادی
۵۷	۹	بالڈرن	بالڈون
۵۸	۵	بارہ	بارے
۵۸	۸ و ۱۰	آقنقر	آق سنقر (یا آقسنقر)
۵۹	۸	اسکے	سکے
//	۱۷	عین لاتہ خری المدامعوالکی	عین لاتہ خری المدامع و ابکی
//	//	کانت	کانہ نت
//	۱۸	بہاء وعظیم	بہاء × وعظیم
//	//	یمسہ	یمسحہ
//	۱۹	فی الدعادی	فی الاعادی
//	//	لہ الروم وی بلاد	لہ الروم و یحوی البلاد
۶۰	۵	سے گیے	سکے لیے
//	۱۵	صلیبیون سے	صلیبیون کو
۶۱	۱	تنازع للبقاء	تنازع لا لبقا
//	۲۳	جوان	جہان
۶۲	۴	حین حیات مین	حین حیات
۶۳	۲۱	کچھ کرنا	کچھ نہ کچھ کرتے رہنا
۶۶	۵	تابوت	تربت
۶۷	۱۰	جوت	جوّ
//	۱۸	فطرتی	فطری
//	۲۲	زنادہ	زنانہ
۷۰	۲۳ - ۲۴	طفتگین	طغتگین
۷۱	۷	المو الہم	اموالہم
۷۲	۴	شاکت	شوکت
//	۱۶	ہریری	ہریالی
۷۳	۲۱	بہت بے اثر	بالکل بے اثر
۷۴	۱	کوئی	لوئی (منس)
//	۲۲	ایڈلبہ	ایڈلیہ
۷۵	۱۸	اسرار	اصرار
۷۶	۱۶ و ۲۵	صلاح	صلاح الدین
۷۷	۲۰	ساعت	ساعت مین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۸	۲۲	سنہ ۱۶۴ع	سنہ ۱۱۶۴ع
۸۱	۲۵	حکم	حاکم
۸۲	۱۵	صلیب الصلوب	صلیب الصلبوت
٫٫	۱۶	تابوت	تربت
۸۴	۱۵	لارڈ بشپ کیسون	لارڈ بشپ کلیسون
۸۵	۵	سریہ	سرپہ
٫٫	۷	اوراہر	اوامر
٫٫	۹	وفاب	وفات
۸۵	۱۹	بھبٹر	بھیٹر
۸۷	۵	صلیب الصلوب	صلیب الصلبوت
۸۸	۱	تابوت	تربت
۸۹	۲	عیسائیون سے	عیسائیون نے
٫٫	۴	دواساز	ماہر علم کیمیا
٫٫	۷	شورانگن	شعلہ انگن
۹۱	۱۳	دوشنبہ	دوشنبہ تک
۹۲	۷	نوٹ متعلق صفحہ ۸۸	بہ سلسلہ نوٹ مذکورہ بالا
۹۵	۱۹	بیت توبہ	بیت لوبہ
۹۷	۱۷	الله	لہٗ
۹۸	۱۵	تابلس	نابلس
٫٫	۲۴	ذوق	شوق
۱۰۲	۲۲	رول	اُول
۱۰۳	۷	اس بیے	مگر
۱۰۴	۴	پھر قائم کردین اور	پھر قائم کردین مگر
۱۰۵	۱۳	ہوی	ہوگی
۱۰۶	۱۶	صلیب الصلوب	صلیب الصلبوت
۱۰۷	۱۵	کترے	کترے ہوے
۱۰۸	۱۸	طاری ہوی	طاری تھی
٫٫	۲۲	لے گیا	لیتا گیا
۱۰۹	۱۱	شمس الہدی	شمل الہدی
٫٫	٫٫	عنت لبأسہ	عنت الفرنج لبأسہ
٫٫	٫٫	سارادتہ	تارادتہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۹	۱۲	نخشیۃ	تخشیۃ
״	۱۴	صیام قناتہ	صیاح قناتہ
۱۱۲	۲۴	سلان	سلطان
۱۱۳	۸	مکہ عصمۃ الدین	ملکہ عصمۃ الدین
״	۲۰	تو اس کی عمر	اس کی عمر
۱۱۶	۲۴	۵۲	۵۲ صفحہ ۱۰۹
۱۱۶	۲۴	۵۳	۵۳ صفحہ ۱۱۳
۱۱۷	۲	۵۴	۵۴ صفحہ ۱۱۴
״	۲۰	۵۵	۵۵ صفحہ ۱۱۵
״	۲۲	۵۶	۵۶ صفحہ ۱۱۶
۱۱۸	۱۵	صماہ	حماہ
۱۱۹	۱۸	اخیرناک	اخیرتک
۱۲۰	۲۲	تبلدا	بلاد
۱۲۱	۱۵	ہیبولولٹ	ٹھیبولولٹ
״	۲۵	نمبر	نوٹ نمبر
۱۲۲	۱۱	ٹھا دیا	بٹھا دیا گیا
۱۲۳	۲۱	کیے گئے	لیے گئے
۱۲۴	۱۷	صلیب الصلبوب	صلیب الصلبوت
۱۲۵	۱۵	الیفناً	ایضاً
۱۲۶	۱۲	رول	اُول
״	۱۳	برمغال	برتغال
״	۱۶	ہوعدا	موعدا
״	۱۹	باھلد × طغاۃ	باھلہا + طغاۃ
״	۲۲	عقیدتہ	عقیرتہ
۱۳۳	۸	اور شاہی دستہ	لیکن شاہی دستہ
۱۳۴	۳	فتح سے	فتح پر
۱۳۵	۴	ایک دوسرے کی	ایک کو دوسرے کی
۱۳۸	۷	اسلام	اہل اسلام
۱۳۹	۱۹	اس سے	ایڈورڈ کے
۱۴۴	۱	جب	گو
״	۳	اس قدر کم اظہار تقدس	بہت کم تقدس

صفحہ	سطر	غلط نامہ	صحیح
۱۴۴	۵	آزاری	آزادی
//	۷	اندازہ معلوم ہوتا ہی	اندازہ ہوتا ہے
//	۱۱	کچھ بھی	کچھ ہی
۱۴۵	۱۸	دیا تھا	کیا تھا
۱۴۸	۱۱	قلس	ہرقلس (Hrcules)
//	۱۶	رور	مدور
۱۴۹	۵	ایک پارہ	ستونوں کی ایک پارہ
//	۲۴	لاحق ہوتی ہے	لاحق ہوئی
۱۵۱	۵	داخل کی جائے	حاصل کی جائے
//	۱۶ و ۱۹	ارغون (abagon)	اراغون (aragon)
۱۵۲	۱۳	بن جاتے	بن جاتیں
۱۵۵	۴	شکر دیا جائے گا	رہا نہ کر دیا جائے گا
۱۶۰	۱۱	جنگجو	جو جنگجو
۱۶۲	۷	اس خیال میں	اس مہم میں
//	۱۱	نہ تھا	نہ تھی
۱۶۳	۱۸	رکھنے جائیں	رکھنے چاہئیں
۱۶۵	۱۷	غرض خاص کے لیے شروع کے لیے مجتمع کرنے سے	غرض خاص کے لیے مجتمع کرنے سے
۱۶۶	۱۸	روا رکھنکر	نہ روا رکھکر
۱۶۷	۱	دکھائی ملے گا	دکھائی دینے لگا
//	۳	دکھائی دیتی تھی	دکھائی دیتی ہے
//	۶	تصور سا پیش کر دیتا ہے	تصویر سا سامنے کر دیتا ہے
۱۶۹	۱۳	قدم اہم	اہم قدم
۱۷۲	۲۳	کرسی سے	کرکسی
//	۲۱	امیر	امیر سے
۱۷۳	۵	جاگیرین کے	جاگیرون کے
۱۷۴	۱۷	پیدا ہو جانا	بیدار ہو جانا
۱۷۵	۴	چارلس پارٹل	چارلس مارٹل
۱۷۶	۲۱	لگا رہے گا	لگاتار رہے گا
۱۷۷	۵	طلد	بلند
۱۷۷	۱۴	وہ رشتا	وہ اشیا
۱۷۸	۱	پر ہم دیکھتے ہیں کہ	ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ
//	۹	خواہش انتظام	خواہش انتقام